حیاتِ حبیب الامت

جلد سوم

تالیف

حبیب الامت عارف باللہ

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی، بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور سنجر پور اعظم گڑھ یوپی

خلیفہ ومجاز بیعت

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری

ناشر

مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دارالعلوم

مہذب پور، پوسٹ سنجر پور ضلع اعظم گڑھ، یوپی (انڈیا)

ملنے کا پتہ: مکتبہ طیبہ دیوبند یوپی

6:08 م

حیات حبیب الامت

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

مکتبۃ الحبیب



MAKTABA-AL-HABIB

JAMIA ISLAMIA DARUL ULOOM

MUHAZZABPUR P.O.SANJARPUR DISTT. AZAMGARH U.P. INDIA

Mobile: 09450546400

حیات حبیب الامت

(جلد سوم)

تالیف

حبیب الامت عارف باللہ

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی

بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

خلیفہ ومجاز بیعت

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ وحضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوریؒ

ناشر

مکتبہ الحبیب

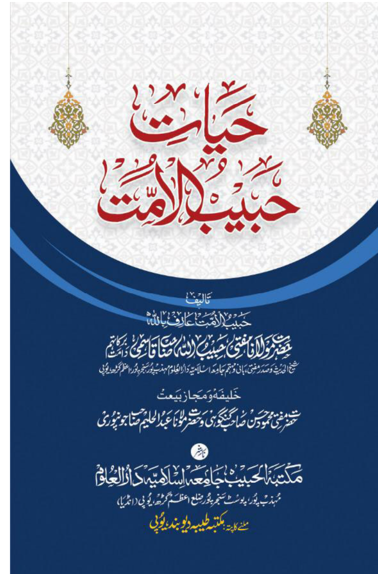
جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، سنجر پور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

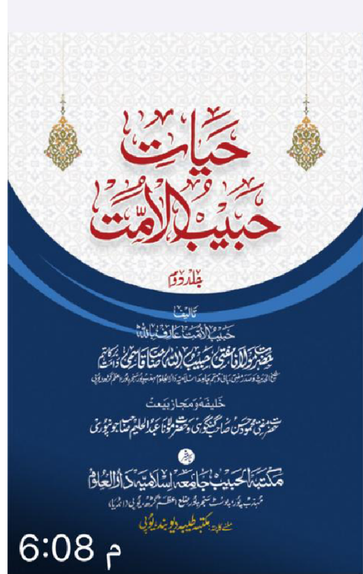
نام کتاب: حیات حبیب الامت (جلد سوم)
مصنف: حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
صفحات: 320
تعداد اشاعت: 1100
قیمت: 320
ناشر: مکتبۃ الحبیب، جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور
پوسٹ سنجر پور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

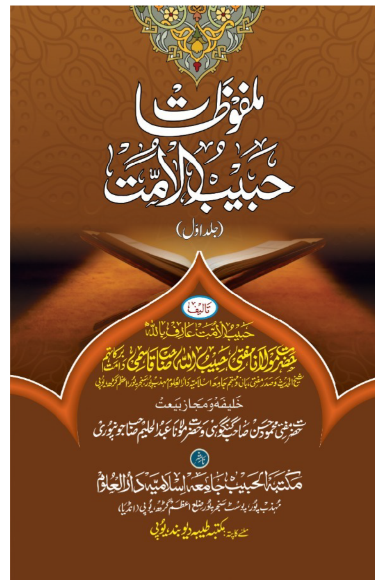
ملنے کے پتے

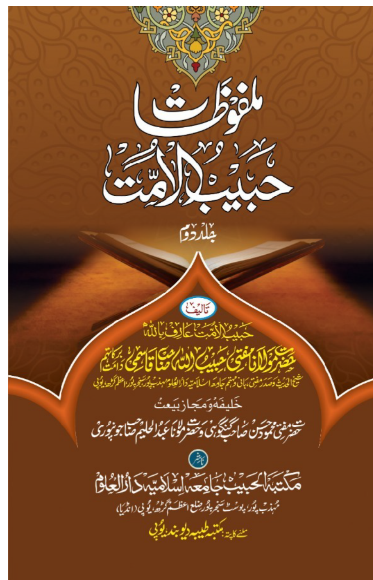
۱۔ مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڈھ، یوپی
۲۔ مکتبۃ الحبیب خانقاہ حبیب گوونڈی ممبئی
۳۔ مکتبۃ الحبیب وخانقاہ حبیب جھٹکاہی ڈھاکہ ضلع مشرقی چمپارن
۴۔ مکتبہ طیّبہ دیوبند، سہارنپور

بسم الله الرحمن الرحيم


حیات
حبیب الامت
تالیف
خلیفہ و مجاز بیعت


حیات
حبیب الامت
جلد دوم
تالیف
خلیفہ و مجاز بیعت
6:08 م


ملفوظات
حبیب الامت
(جلد اول)
تالیف
خلیفہ و مجاز بیعت


ملفوظات
حبیب الامت
جلد دوم
تالیف
خلیفہ و مجاز بیعت

فہرست

☆☆☆

پیش لفظ

''حیات حبیب الامت'' کی جلد اول الحمد للہ تمام مراحل سے گزر کر طبع ہوکر محبین ،تلامذہ ،رفقاء،مریدین اور خلفاء کے ہاتھوں میں پہنچی اور ان سب نے اس خادم کی حیات فانی کو جاودانی کی شکل میں پا کر بے حد مسرت کا اظہار کیا۔ بالخصوص وہ احباب وتلامذہ ،مریدین وخلفاء جن کا ایک عرصہ سے مسلسل یہ اصرار ہورہا تھا کہ خادم اپنی زندگی کے کم از کم اہم واقعات کو نقشِ دوام کا درجہ دے کر ان کے لیے مشعل راہ بنادے۔

لیکن یہ خادم کثرتِ مشاغل، ہجوم کار، پیہم مصروفیات اور ذہنی وفکری غیر ضروری مسائل کے دباؤ اور رجال کار کے فقدان کی وجہ سے معذرت کرتا رہا، لیکن ''کل امرٍ مرھون با وقاته'' کے تحت وہ وقت آہی گیا کہ من جانب اللہ دل ودماغ اس عظیم کام کے لیے تیار ہوگیا اور الحمد للہ جلد اول کے بعد ''حیات حبیب الامت'' کی دوسری جلد زیور طبع سے آراستہ ہوکر شائقین کے ہاتھوں میں پہونچ گئی اور اس کو پڑھ کر بہت سے حقائق بے نقاب ہوگئے اور سیکڑوں نے مندرجات کی حقیقت وحقانیت کو قبول واعتراف کیا، اب آپ کے ہاتھوں میں حیات حبیب الامت کی تیسری جلد ہے، امید کہ اس سے آپ کے بہت سے تاریک گوشے روشن ہوجائیں گے اور تحریر آپ کے لئے چشم کشا ثابت ہوگی۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس خادم کی زندگی میں بھی کچھ ایسے اہم واقعات ضرور ہیں جو میرے ان خوردوں کے لیے رہنما کی حیثیت رکھتے ہیں،

جن کا اس خادم سے مخلصانہ ومحبانہ برتاؤ ہے، اگرچہ ناقدین ومعاندین کے لیے سوائے سمع خراشی کے اور کچھ نہیں ہے، لیکن اس انداز کے مثبت کام کرنے والے ہمیشہ اپنی نظر ونگاہ میں ان مخلصین ومحبین کو رکھتے ہیں جو جینے کا سہارا بنتے ہیں اور ایسے ہی خوردوں اور محبین کے لیے ہمارے بزرگوں نے بھی بہت کچھ کر دکھایا اور یہ خادم بھی اپنے انھیں اسلاف کے نقشِ قدم کو قدم بوسی کے ساتھ نشانِ منزل تصور کر کے حالات کے تھپیڑوں سے گزر کر منزل کی تلاش کا عادی رہا ہے۔

اس خادم نے اپنی زندگی کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کی کوشش کی ہے:

(۱) از ایک تا بیس، اس حصے کے جو اہم واقعات عمر کے اس مرحلے میں دل ودماغ میں ثبت تھے ان کو ''حیات حبیب الامت'' کے جلد اول کے صفحات کی نذر کر کے ان نقوش فانیہ کو نقشِ دوام کی شکل دینے کی سعیٔ بلیغ کی ہے۔ جس کا تعلق عموماً بچپن کے ساتھ ابتدائی وانتہائی تعلیم سے وابستہ ہے۔ اسی لیے اس جلد میں زیادہ تر ملازمت سے پہلے ہی کی باتیں ملیں گی۔

(۲) اس خادم کی زندگی کا دوسرا حصہ جس کی ابتدا کم وبیش بیس سے شروع ہوکر چالیس پر ختم ہوتی ہے، جس کا اکثر حصہ مدرسہ ریاض العلوم گورینی کی ملازمت کی نذر رہا ہے، جس میں بہت کچھ دیکھنے اور کرنے کے ساتھ بہت کچھ سمجھنے کا موقعہ ملا اور بہت سے بعید کو قریب اور قریب کو بعید بنتے اور ہوتے ہوئے دیکھا، اور بہت سے تلخ حقائق جو وہم وگمان سے خارج تھے، لیکن وہ تصور سے نکل کر تصدیق کے درجہ میں پہونچ کر افسانہ نہیں بلکہ حقیقت کا روپ اختیار کر گئے، ان تجربات، مشاہدات، معلومات، تیقنات کا مجموعہ اس خادم کی حیات کی دوسری جلد ہے۔

(۳) اس خادم کی زندگی کا تیسرا حصہ جس کی ابتدا کم وبیش چالیس سے شروع ہوکر ساٹھ پر ختم ہوتی ہے، یہ حصہ مکمل جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڑھ کی بناء وتعمیر وترقی کی ہمہ وقت فکر ولگن و دھن اور اس کے لیے در در کی ٹھوکریں کھانے اور خاک چھاننے کی نذر ہوگیا، جس خلوص کے ساتھ اس خادم نے اللہ پاک کی دی ہوئی تمام تر صلاحیتوں کو اس نوخیز ادارے کی استادگی و وجود کے لیے وقف کردیا، آج یہ ادارہ اپنے وجود سے اس کا شاہد عدل بنا ہوا ہے، زندگی کے اس آخری حصہ کی اہم تاریخ پر مشتمل ''حیات حبیب الامت'' کا یہ تیسرا حصہ ہے جو آپ حضرات کے ہاتھوں میں اس وقت ہے۔

جلد اول و دوم کی طرح ''حیات حبیب الامت'' جلد سوم میں بھی جو باتیں مندرج ہیں وہ سو فیصد مبنی بر حقیقت ہیں، کہیں پر بھی دروغ گوئی یا افترا والزام تراشی سے کام نہیں لیا گیا ہے، اس لیے اس خادم کو یقین ہے کہ ان تحریرات کے ذریعے ان اذہان کی لکیروں کی سمت یقیناً قبلہ رُخ ہوجائیں گی اور قبلہ کی تعیین میں حیات کے مندرجات انشاء اللہ معاون ومعین ثابت ہوں گے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

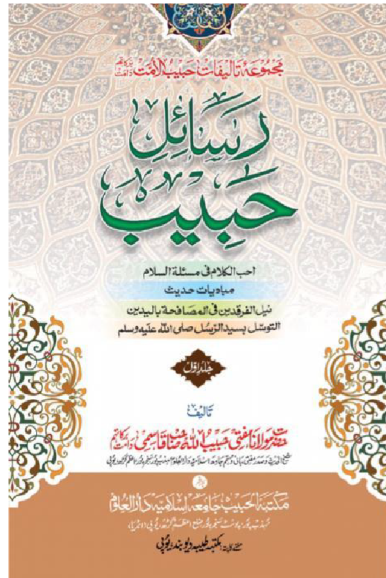
اس کے بعد نمبر انشاء اللہ حیات حبیب الامت کی چوتھی جلد کا ہے جس میں ۲۰۱۳ء سے خادم کے حالات کا تذکرہ ہوگا۔

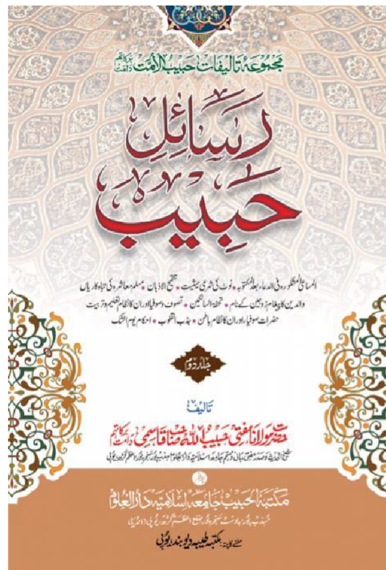
مفتی حبیب اللہ قاسمی

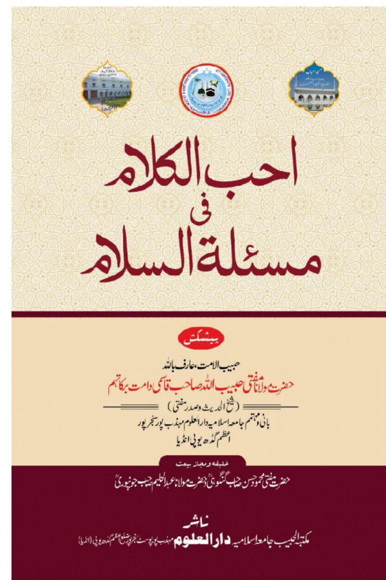
شیخ الحدیث وصدر مفتی

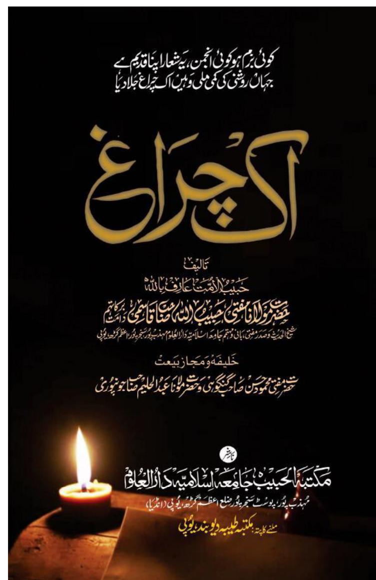
بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور سنجر پور، اعظم گڑھ

۲۰ ؍ جمادی الاولی ۱۴۴۳ھ


مجموعۂ تالیفات حبیب الامت
رسائل حبیب
احب الکلام فی مسئلۃ السلام
مبادیات حدیث
نیل الفرقدین فی المصافحۃ بالیدین
التوسل بسید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم
تالیف


مجموعۂ تالیفات حبیب الامت
رسائل حبیب
تالیف


احب الکلام
فی
مسئلۃ السلام
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
(شیخ الحدیث و صدر مفتی)
ناشر


کوئی بزم ہو کوئی انجمن یہ شعار اپنا قدیم ہے
جہاں روشنی کی کمی ملی وہیں اک چراغ جلا دیا
اک چراغ
تالیف
خلیفہ و مجاز بیعت

دارالعلوم مہذب پور کے قیام کی تحریک

۲۲؍شوال ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۵؍اپریل ۱۹۹۳ء یوم پنجشنبہ بعد نماز عشاء مہذب پور کھٹہنہ کے لوگوں کی عیدگاہ میں ایک اہم میٹنگ ہوئی جس میں باتفاق رائے مہذب پور کے باغیچہ میں دارالعلوم مہذب پور کے قیام کی تجویز پاس ہوئی اور اس باغیچہ میں جن حضرات کی زمینیں تھیں ان تمام حضرات نے اپنی اپنی زمین دارالعلوم کے لئے دینے کا وعدہ کیا۔

اس طرح اس خادم کے یہاں پہونچنے سے پہلے دونوں گاؤں کے ذمہ داروں نے جس کے سرخیل حاجی اقبال احمد صاحب قاصد مہذب پوری تھے، اس خطہ ناخواندہ میں اس علاقہ کے بچے اور بچیوں کی تعلیم وتربیت اور خواندگی کے لئے ایک ادارہ کی ضرورت کو محسوس کیا اور اس کے لئے باضابطہ تحریک شروع ہوئی، بالآخر ۱۵؍اپریل کو عیدگاہ میں ہونے والی میٹنگ میں متفقہ طور پر یہ قرارداد پاس ہوگئی کہ اس خطہ میں ایک تعلیمی ادارہ کی ضرورت ہے اس کی تکمیل کے لئے مہذب پور کھٹہنہ کے سبھی حضرات نے بلا جبر واکراہ بسلامتی ہوش وحواس برضا ورغبت اپنی اپنی زمین دارالعلوم مہذب پور کی تعمیر کے لئے دینے کا اقرار اور اعلان کیا اور باضابطہ رجسٹر پر ایک تحریر لکھ کر اس پر تمام شرکاء نے اپنے اپنے دستخط ثبت کئے جو جامعہ کے ریکارڈ میں آج بھی محفوظ ہے۔

اس طرح ذہنی وفکری طور پر دونوں گاؤں والوں کی موجودگی میں مہذب پور کی عیدگاہ میں دارالعلوم مہذب پور کی بنیاد پڑی۔

اُدھر ۲۵؍شوال ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۸؍اپریل ۱۹۹۳ء اتوار کے دن بتقدیر الٰہی یہ خادم مدرسہ ریاض العلوم گورینی سے مستعفی ہوگیا جس کی تفصیلات حیات حبیب الامت جلد دوم میں موجود ہیں۔ حضرات قارئین اس کو وہاں دیکھ سکتے ہیں، مدرسہ ریاض العلوم سے مستعفی ہونے کے بعد یہ خادم اپنے غریب خانہ کے لئے روانہ ہوگیا، حالات سے ذہنی طور پر اس قدر شکستہ ہو چکا تھا کہ یہ طے کرلیا کہ اب چند مہینہ سکون کے ساتھ گھر پر رہنے کے بعد ہی مستقبل کے بارے میں کوئی فیصلہ کروں گا۔

لیکن جب مہذب پور کے احباب بالخصوص حاجی اقبال احمد صاحب کو اس کی اطلاع ملی کہ یہ خادم مدرسہ ریاض العلوم سے سبکدوش ہوکر اپنے وطن پہونچ چکا ہے، تو مہذب پور کے احباب نے اپنے یہاں آنے کا اصرار شروع کیا، دیرینہ تعلقات اور آمد ورفت کی وجہ سے اس خطہ کے احباب کے اصرار وخواہش پر مجبوراً اس خادم کو مہذب پور آنا پڑا۔

چنانچہ ۱۶؍ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۹؍مئی ۱۹۹۳ء اتوار کے دن یہ خادم وایا بنارس شام کے وقت مہذب پور پہونچا، یہاں آنے کے بعد مہذب پور کھٹہنہ وقرب وجوار کے احباب ورفقاء سے دارالعلوم مہذب پور کے قیام کے سلسلہ میں تفصیلی گفتگو کی اسکے بعد دونوں گاؤں کے ذمہ داروں نے اس خادم کے دارالعلوم مہذب پور کے قیام کے لئے اور اس کی بنیاد اور تعمیر وترقی کے لئے اپنی خواہش اور اصرار کا دباؤ بڑھایا، جب دونوں گاؤں والوں کا اصرار بہت بڑھا تو اس خادم نے دونوں گاؤں کے ذمہ داروں کی ایک اہم میٹنگ طلب کی جو کھٹہنہ کے مکتب میں منعقد ہوئی اور اس میں مہذب پور کھٹہنہ کے ساتھ مصطفیٰ آباد سیہی پور وغیرہ کے ذمہ دار حضرات نے

شرکت کی اوراس میں دارالعلوم مہذب پور کے قیام اوراس کی ضرورت واہمیت پر کھلے ماحول میں تفصیلی گفتگو ہوئی جب اس خادم نے یہ محسوس کرلیا کہ شرکاءمجلس کسی قیمت پر اس خادم کوچھوڑنے کے لئے رضامندنہیں ہیں، بلکہ ہرحال میں دارالعلوم مہذب پور کی بنیاداوربحیثیت بانی ومہتمم اس خادم کے قیام پرمصر ہیں تب میں نے اپنے قیام کے لئے چند شرائط ان سبھی حضرات کے سامنے رکھے۔

دارالعلوم پر قیام کے لئے خادم کے شرائط

(۱) حاضرین مجلس کے سامنے پہلی شرط اس خادم نے یہ رکھی چونکہ یہ خادم دارالعلوم کا بانی ہوگا، اس لئے اس کا تاحیات بانی ومہتمم رہے گا، ایسانہیں ہوسکتا کہ جب دارالعلوم کی تعمیر کا کام مکمل ہوجائے تو اس خادم کو برطرف کردیا جائے، اس کی اجازت کسی کوکبھی بھی نہیں ہوگی۔

(۲) اس کی تعمیر وترقی کے لئے سبھی حضرات کو ہرممکن تعاون کرنا ہوگا، ایسا نہ ہو کہ ابھی تو جوش میں تعاون و ہمدردی وابستہ کرلیں اور کچھ دنوں کے بعد اس سے دست بردار ہوجائیں۔

(۳) اس ادارہ کی کوئی کمیٹی نہیں ہوگی، اگر آپ حضرات کو مجھ پر اعتماد ہوتو میں اپنے تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں کام کروں گا اور کام کو آگے بڑھاؤں گا، کبھی بھی میرے اوپر کمیٹی کا بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔

(۴) قرب و جوار کے اسفار کے لئے ایک چھوٹی گاڑی کا بندوبست آپ

حضرات کو کرنا ہوگا تا کہ پاس پڑوس کا سفر حسب ضرورت اس کے ذریعہ کیا جا سکے۔

(۵) میرے اور میرے پاس آنے والے مہمانوں کے کھانے کا نظم وانتظام آپ حضرات کو کرنا ہوگا۔

چنانچہ اس خادم کے ان تمام شرائط کو حاضرین مجلس نے متفقہ طور پر منظور کیا اور باضابطہ رجسٹر پر لکھ کر سبھی حضرات نے اس پر دستخط کئے جو تحریر آج بھی ریکارڈ میں موجود ہے۔

چنانچہ اس خادم نے اس کے بعد پورے عزم کے ساتھ یہاں قیام کا ارادہ کر کے کام کا آغاز کر دیا۔

لیکن اسی کے ساتھ اس خادم نے یہ شرط بھی رکھی کہ دارالعلوم کی بنیاد اور اس پر تعمیری کام کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ جن حضرات نے دارالعلوم کے لئے زمین دینے کا وعدہ کیا ہے، وہ سارے حضرات اپنی اپنی زمین دارالعلوم کے نام رجسٹری کریں اس کے بغیر اس زمین پر کوئی کام شروع نہیں کیا جا سکتا۔

دارالعلوم کے لئے اراضی کی رجسٹری

چنانچہ ۲۱/ ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۴/ مئی ۱۹۹۳ء جمعہ کے دن مہذب پور کھٹنہ کے بارہ حضرات اعظم گڑھ گئے اور ان حضرات نے ایک بگھہ آٹھ بسوا زمین دارالعلوم کے نام رجسٹری کی جس کا پورا خرچ نو ہزار پانچ سو پینتیس (9535) روپئے اس خادم نے ادا کئے، نیز اعظم گڈھ آمد و رفت کا کرایہ بھی اس خادم ہی نے دیا، اس

طرح پہلی قسط زمین کی رجسٹری دارالعلوم کے نام عمل میں آئی، اس کے بعد یکے بعد دیگرے کیف ما اتفق حسب موقعہ دوسرے حضرات بھی دارالعلوم کے نام اپنی اپنی زمین رجسٹری کرتے رہے، اس طرح ایک اچھی خاصی مقدار اراضی کی جہاں قدیمی باغیچہ تھا جس میں نئے پرانے سیکڑوں پیڑ تھے لوگوں نے دارالعلوم کے نام رجسٹری کردیا۔

جب بارہ نفری قافلہ اعظم گڈھ رجسٹری کے لئے گیا تو اس میں یہ خادم شریک نہیں تھا، البتہ واپسی کے بعد انہیں جانے والے احباب کی زبانی رجسٹری کی کارگزاری معلوم ہوئی جس میں ایک خاص بات یہ بھی علم میں آئی کہ جب دارالعلوم کے لئے کاغذ تیار کیا گیا تو ساجد نامی محرر نے ان حضرات سے یہ سوال کیا کہ کسی بھی مسجد یا مندر یا مکتب و مدرسہ کی زمین بغیر پربندھک یعنی مہتمم کا نام لکھے رجسٹری نہیں ہوتی، لہٰذا آپ حضرات یہ طے کرکے بتائیں کہ اس دارالعلوم کا مہتمم اور ناظم کون ہوگا تاکہ اس کا نام اس میں درج کیا جاسکے، اس سوال کے جواب میں سبھی حضرات نے متفقہ طور پر یہ کہا کہ اس کے بانی و مہتمم و پربندھک حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی ہیں۔

چنانچہ اس کے بعد اس خادم کا نام مع ولدیت و پتہ بحیثیت بانی و مہتمم رجسٹری کے کاغذ میں درج کردیا گیا۔ اس طرح دارالعلوم کے نام اراضی کی تحصیل کی پہلی قسط مکمل ہوگئی۔

دارالعلوم کی تعمیر کے لئے اینٹ کا چندہ

زمین کی رجسٹری مکمل ہونے کے بعد دوسرا کام یہ کیا گیا کہ علاقائی بھٹوں سے

اینٹ کے چندے کے لئے مقامی حضرات کی ایک ٹیم بنائی گئی جس کے روح رواں سیہی پور کے ڈاکٹر عمران صاحب مرحوم تھے، جن کا اس ادارہ سے شروع ہی سے خصوصی لگاؤ رہا اور تا حیات اس ادارہ کے رجسٹرڈ صدر رہے اور ذاتی طور پر اس خادم سے محبت و ہمدردی رکھتے تھے۔ چنانچہ ان کی قیادت میں ۲۵/ ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۸/ مئی ۱۹۹۳ء منگل کے دن یہ قافلہ اینٹ کی وصولی کے لئے علاقائی بھٹوں پر گیا اور الحمد للہ اسی ہزار اینٹ کی وصولی کر کے ایک دن میں یہ قافلہ واپس آیا، اس قافلہ میں ڈاکٹر عمران صاحب کے علاوہ غلام انبیا پردھان، حاجی اقبال احمد صاحب مہذب پور، ماسٹر اشفاق احمد صاحب کھٹنہ، ابواللیث صاحب کھنڈواری خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں، لیکن اس وصولی کے کچھ عرصہ کے بعد یہ خادم ایک لمبے سفر پر چلا گیا اور اینٹ کی وصولی کے لئے ٹریکٹر کا کرایہ دے کر مقامی بعض احباب کو ذمہ دار بنا کر اور مطمئن ہو کر سفر کے لئے روانہ ہو گیا، لیکن جب سفر سے واپسی ہوئی تو یہ جانکر بے حد رنج وقلق ہوا کہ کرایہ کے موجود ہونے کے باوجود ٹریکٹر کا انتظام کر کے جن کو ذمہ دار بنا کر یہ خادم گیا تھا وہ ایک اینٹ بھی نہیں منگا سکے۔ نتیجہ کے طور پر اسی ہزار اینٹ پوری کی پوری ضائع ہو گئی اور رفقاء کار کی نااہلی کی وجہ سے ایک اینٹ بھی مدرسہ نہیں پہونچ سکی جس کا قلق اور افسوس ایک طویل عرصہ تک رہا اور اس کے باوجود ایسے نااہلوں کو بعض لوگ سب سے زیادہ اہل سمجھتے رہے۔

دار العلوم کا پہلا جلسہ

بعض احباب کے اصرار اور خواہش پر ۲۷/ ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۰/ مئی

۱۹۹۳ء جمعرات کے دن بعد نماز عشاء دارالعلوم کی سرزمین پر پہلے سے موجود عیدگاہ میں پہلا اجلاس منعقد ہوا جس میں علاقائی علماء کے ساتھ حضرت مولانا عبدالعظیم صاحب ندوی، مولانا جمیل احمد صاحب مظاہری، چھتے پور اعظم گڈھ اور قاری انیس الرحمٰن صاحب مانی خورد ضلع جونپور نے خصوصیت سے شرکت کی عوام وخواص کا ایک بڑا مجمع اس اجلاس میں شریک ہوا، حضرت مولانا عبدالرشید صاحب سلطانپوری بھی اس پروگرام میں شریک ہوئے اورانہوں نے اپنے خطاب میں یہ شعر پڑھا ۔

مصائب قوم عند قوم فوائد
فوائد قوم عند قوم مصائب

جس سے اشارہ ان کا اس بات کی طرف تھا کہ حضرت مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی کا پرانی جگہ سے ہٹنا ممکن ہے، بعض لوگوں کے لئے مصیبت یعنی ناگوار خاطر ہو لیکن ان کا وہاں سے ہٹ کر یہاں آنا یقیناً یہاں کے لوگوں کے لئے فوائد سے لبریز ہے، چونکہ اس خطہ میں دینی ادارہ کی ضرورت تھی اور یہ علاقہ کسی مرکزی ادارہ سے خالی تھا اور ایسے ادارہ کے لئے جیسی شخصیت کی ضرورت تھی وہ شخصیت اس خطہ کے لوگوں کو بغیر مجاہدہ کے مل گئی جس کی تلاش میں یہاں کے لوگ ستو باندھ کر چکر لگاتے پھر بھی نہیں پاسکتے تھے۔ اسی طرح حضرت مولانا عبدالعظیم صاحب ندوی اور مفتی محمد طاہر صاحب منجریٹ ضلع اعظم گڈھ نے بھی دارالعلوم کی ضرورت اہمیت اور افادیت پر اپنے اپنے انداز میں روشنی ڈالی اور اس علاقہ کے لئے اس ادارہ کو فال نیک قرار دیا۔

اہل طریقت کے لئے طریق کی دشواریاں

چونکہ سنجر پور سے اس خطہ میں آنے کے لئے باضابطہ کوئی راستہ موجود نہیں تھا، راستہ کے نام پر جو سڑک تھی وہ اس قدر مخدوش اور گڈھوں سے لبریز تھی کہ برسات کے علاوہ عام دنوں میں بھی اس پر چلنا دشوار کن تھا، برسات کے موسم میں تو راستہ کے ان گڈھوں میں دو دو تین تین فٹ پانی بھرا رہتا تھا جس میں پیدل چلنا بھی دشوار ہوتا تھا، مزید براں کنور ندی بیچ میں حائل تھی جس کو عبور کرنے کے لئے اس پر کوئی پل نہیں تھا جس کی وجہ سے سنجر پور سے اس خطہ میں چار چکہ گاڑی کا آنا ممکن نہیں تھا، اس خطہ کے لوگ اپنی ضرورت بمشکل تمام سنجر پور سے پوری کرتے تھے، اگر ایمرجنسی میں کسی مریض کو سنجر پور لے جانا ہوتا تو ٹھیلہ کا سہارا لینا پڑتا تھا۔

جب یہ خادم اس خطہ میں حاضر ہوا اور دارالعلوم مہذب پور کی بنیاد ڈالی تو کئی سال تک بالخصوص برسات کے موسم میں طلباء اور اساتذہ کے لئے خورد ونوش کا انتظام کرنا اور سنجر پور سے سامان منگوانا مشکل ترین کام ہوا کرتا تھا، لیکن قربان جائیے ان طلباء اور اساتذہ پر جو یہاں موجود تھے، انہوں نے اس مشکل ترین راستہ کا انتخاب کر کے اپنی اچھی تعلیم کا اس کو گہوارہ بنایا اور خوشی خوشی ایک زمانہ تک ان مشکلات سے نمٹتے رہے۔

طریقت کی انہی دشواریوں کی وجہ سے اہل طریقت نے بھی کبھی اس خطہ کا

رخ نہیں کیا بلکہ اس خادم کے یہاں آنے کے بعد کئی سالوں تک یہ منظر سامنے رہا کہ نہ اس خطہ میں کوئی چھوٹا موٹا جلسہ منعقد ہوتا تھا اور نہ ہی جلسہ کے نام پر اس خطہ میں دور وقریب کے علماء کی آمد ورفت تھی اور نہ ہی تبلیغی جماعت والے احباب اس خطہ میں آنے کی زحمت کرتے تھے اور نہ ہی حضرات مشائخ کا کوئی سفر اس خطہ میں ہوتا تھا۔

الغرض علماء وصلحاء، اتقیاء ومشائخ کی آمد ورفت سے یہ خطہ بالکل محروم تھا اور لگتا نہیں تھا کہ یہ اعظم گڈھ ضلع کا کوئی خطہ ہے۔

لیکن دارالعلوم کی بنیاد کے بعد علماء وطلباء کی آمد ورفت نے اس خطہ کی تقدیر بدل دی اور جن نعمتوں سے یہ ایک زمانہ سے محروم تھا بالتدریج وہ نعمتیں اس کو حاصل ہونے لگیں اور دارالعلوم اس خطہ کے لئے بقعہ نور اور روشنی کا مینار ثابت ہوا جس کے لئے ذریعہ کے طور پر اس خادم کو اللہ نے قبول فرمایا۔

حاجی نبی احمد صاحب منگراواں ضلع اعظم گڈھ کا واقعہ

اس خادم کو دارالعلوم کے قیام کے لئے مہذب پور کے خطہ میں قیام پذیر ہوئے ابھی ایک مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ ایک دن اچانک حاجی نبی احمد صاحب ساکن منگراواں ضلع اعظم گڈھ میرے پاس پیدل چل کر تشریف لائے اور جس باغیچہ میں دارالعلوم کا قیام عمل میں آنا تھا یہ خادم وہیں موجود تھا، وہیں ملاقات ہوئی، حیرت کے ساتھ آمد کی غرض و غایت جب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ منگراواں ہی میں ان کی ایک نواسی رہتی ہے جس کی نسبت وہ زکریا عرف منن بھائی ساکن جمد ہاں ضلع جونپور

کے اسلم نامی بچہ سے کرنا چاہتے ہیں، کسی نے ان کے ذہن میں یہ بات پیوست کردی کہ منن بھائی مفتی صاحب کے بہت عقیدت مند ہیں، وہ اگر اس رشتہ کی تائید کردیں گے تو منن بھائی انکار نہیں کرسکیں گے۔ چنانچہ حاجی نبی احمد صاحب نے اپنی یہ غرض بتانے کے بعد اصرار کیا کہ میری گاڑی کنورندی کے اس پار کھڑی ہے، پل نہ ہونے کی وجہ سے یہاں تک نہیں آسکتی، لہٰذا آج آپ میرے ساتھ ابھی چلیں اور جمد ہاں پہونچ کر اس کام کو آپ اپنی زبان سے انجام تک پہونچائیں۔

حاجی صاحب موصوف کی بات سننے کے بعد اس خادم نے اپنی مجبوریاں معذوریاں اور اس راہ کی تمام تر دقتوں سے ان کو آگاہ کیا، لیکن انہوں نے میری ایک بھی مجبوری نہیں سنی اور زبردستی مجھ کو لے کر جمد ہاں پہونچ گئے۔ بالآخر منن بھائی سے مجھ کو نیابۃً پوری بات کرنی پڑی اور انہوں نے اس خادم کے احترام میں رشتہ کو منظوری دے دی، لیکن جب اس کی اطلاع ان کے گورینی کے رشتہ داروں کو ہوئی تو ان لوگوں نے اس خادم کی وساطت کی وجہ سے پوری توانائی اس پر خرچ کردی کہ چونکہ مفتی صاحب کا اس میں واسطہ ہے اس لئے کسی قیمت پر یہ رشتہ نہیں ہونا چاہئے اور اس کے لئے شرعاً واخلاقاً وہ ساری حدیں پار کردیں جس کی اسلام میں کہیں سے بھی اجازت نہیں تھی۔ لیکن قربان جائیے منن بھائی کے عزم اور حوصلہ پر کہ وہ پوری عزیمت کے ساتھ جم کر اس پر کھڑے ہوگئے کہ اب تو نکاح ہر حال میں منگراواں ہی میں ہوگا اور اسی بچی سے ہوگا۔ چنانچہ ۲۹؍ذی الحجہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۱؍جون ۱۹۹۳ء کو جمد ہاں سے بارات منگراواں پہونچی اور بحیثیت مدعو یہ خادم بھی وہاں پہونچا اور تمام حاسدین ومعاندین کی موجودگی میں منن بھائی کے برخوردار عزیزم اسلم سلمہ کا نکاح حاجی نبی احمد

صاحب کی نواسی سے پڑھایا اور اس کے بعد سے آج تک دونوں خوشگوار زندگی گزار رہے ہیں۔

جبکہ رشتہ کو کاٹنے کے لئے بعض معاندین وحاسدین نے بچی میں نا قابل ذکر عیوب بتلا کر عزیزم اسلم سلمہ کو بھڑ کانا چاہا، لیکن رشتہ کے بعد ان سارے عیوب سے بچی صاف ستھری نکلی اور سب کی سمجھ میں یہ آ گیا کہ یہ سارا کھیل صرف رشتہ ختم کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔

چونکہ اس رشتہ کے سلسلہ میں اس خادم کی جمد ہاں اور منگراواں کئی مرتبہ آمد ورفت ہوئی اور وقت کا بہت زیادہ استعمال ہوا جس کا تذکرہ اس خادم نے حاجی صاحب موصوف سے شروع ہی میں کر دیا تھا کہ اس وقت جن مراحل سے میں گزر رہا ہوں وہ بہت سخت ہیں روزانہ کنواں کھودو پانی نکالو اور پیو اور پلاؤ کی صورتحال ہے، یہ سن کر حاجی صاحب موصوف نے اپنے ان برخورداروں کا نام لے کر بہت تسلی دی جو ابوظبی رہا کرتے تھے، لیکن کام نکل جانے کے بعد سوائے مایوسی کے اور کچھ ہاتھ نہیں آیا اور حاجی صاحب کے کئے ہوئے سارے وعدے ہوا ہوائی ثابت ہوئے جس کا قلق اور رنج ایک طویل عرصہ تک اس خادم کو رہا۔

سفر کلکتہ

مہذب پور میں قیام کے دوران حسب سابق دور وقریب کے اسفار بھی ہوتے رہے، علاقائی اسفار کے ساتھ دور کا پہلا سفر کلکتہ کا ہوا جو ۹ رمحرم ۱۴۱۴ھ مطابق

۳۰؍جون ۱۹۹۳ء بدھ کے دن ہوا۔

اس خادم کے ایک بزرگ دوست جناب حاجی منظور احمد صاحب جو مظفر پور میں رہا کرتے تھے ان کی ایک بچی کلکتہ میں مقیم جناب مقبول عالم صاحب سے منسوب تھی جو عالم ٹینری کے نام سے معروف ومشہور تھے، جن کا چمڑے کا کاروبار تھا ان کے گھریلو کچھ مسائل کے حل کے لئے جناب حاجی منظور احمد صاحب کے مسلسل اصرار پر اس خادم کا کلکتہ جانا ہوا اور کئی ہفتہ تک وہاں قیام رہا، اس دوران کلکتہ کے وہ حضرات جو پرانے شناسائی تھے ان سے بھی ملاقات ہوئی۔

مدراس کا سفر

انہی ایام میں مدراس میں فقہی اجتماع کا انعقاد جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے ہوا جس میں شرکت کے لئے یہ خادم کلکتہ سے ۱۴؍محرم ۱۴۱۴ھ مطابق ۵؍جولائی ۱۹۹۳ء دوشنبہ کے دن بذریعہ مدراس میل کلکتہ سے روانہ ہوکر ۱۶؍محرم مطابق ۷؍جولائی بدھ کے دن صبح ۸؍ بجے مدراس پہونچا اور سہ روزہ فقہی اجتماع میں شرکت کی، یہ اجتماع ۷، ۸، ۹؍ جولائی کو اناپالہ ہوٹل میں منعقد ہوا، اس پروگرام میں ہندوستان کے مختلف صوبوں سے جہاں بڑے بڑے علماء کرام ومفتیان عظام نے شرکت کی وہیں دارالعلوم دیوبند کے تمام بڑے اساتذہ بھی شریک ہوئے۔ اسی طرح جمعیۃ علماء کے اکابر علماء خود حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب بھی تین دن وہاں موجود رہے۔

تمام علماء کرام کے قیام وطعام کا نظم ایک ہوٹل میں کیا گیا اور کھانے وناشتہ

کا نظم بھی ہوٹل ہی میں رہا اور کھانے کے لئے ایک ہال میں میز کرسی کا انتظام کیا گیا جس پر بیٹھ کر تمام اکابر واصاغر مندوبین نے کھانا تناول فرمایا۔

ان حاضرین میں تنہا یہ خادم ایسا تھا جس نے ایک وقت بھی میز کرسی پر کھانا نہیں کھایا بلکہ کھانے کے وقت اپنا کھانا پلیٹ میں لے کر ہوٹل کے بارجہ پر رومال بچھا کر کھانا کھاتا رہا جس کی خبر ساؤتھ افریقہ تک پہونچ گئی اور جب مولانا ابراہیم صاحب افریقی سے ملاقات ہوئی تو انہوں اس کا تذکرہ اس خادم سے کیا کہ اس کی خبر ساؤتھ افریقہ تک پہونچ گئی تھی اور ہم نے ساؤتھ افریقہ میں سن لیا تھا کہ یہاں موجود تمام اکابرین نے کھانا میز کرسی پر تناول فرمایا لیکن ان میں تنہا آپ ایک ایسے تھے کہ میز کرسی کا آپ نے استعمال نہیں کیا بلکہ کھانے کے وقت زمین پر رومال بچھا کر کھانا نوش فرمایا۔

بہرحال ۹ رجولائی کو بعد نماز مغرب پروگرام اختتام پذیر ہوگیا اور ۱۹رمحرم مطابق ۱۰رجولائی سنیچر کے دن مدراس سے روانہ ہوکر ۲۱رمحرم مطابق ۱۲رجولائی دوشنبہ کے دن صبح ۸ر بجے کلکتہ پہونچ گیا، اس کے بعد ۴رصفر مطابق ۲۵رجولائی تک تقریباً ایک عشرہ کلکتہ میں قیام رہا۔

واپسی از کلکتہ برائے اعظم گڈھ

۵رصفر ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۶رجولائی ۱۹۹۳ء دوشنبہ کے دن پنجاب میل کے ذریعہ بنارس کے لئے واپسی ہوئی، لیکن اس سفر میں بدقسمتی یہ رہی کہ ٹرین میں پٹنہ سے

پہلے مقامہ کے بعد بختیار پور میں اس خادم کی اٹیچی چوری ہوگئی جو زنجیر سے بندھی ہوئی تھی چوروں نے زنجیر کاٹ کر پوری اٹیچی غائب کردی جس میں سامان کے علاوہ -/27000 ستائیس ہزار روپئے بھی تھے۔

اگر چہ اس کی تلافی بنارس کے ان احباب نے کردی جن کو اس چوری کی اطلاع ملی اور اس خادم نے پوری رقم مدرسہ میں جمع بھی کرادیا اس کے باوجود مدرسہ کے بعض مقامی ذمہ داروں نے اس کو ڈھونگ اور مکر سے تعبیر کیا اور جھوٹ وفریب کا الزام عائد کیا، لیکن اس خادم نے ان کی ہفوات پر صبر اور تحمل سے کام لیا ان کو کوئی جواب نہ دے کر ان کو اللہ کے حوالے کردیا جبکہ اس کے کئی شاہد میرے پاس موجود تھے جو کلکتہ سے اسی بوگی میں سفر کر رہے تھے اور میرے اعظم گڈھ پہونچنے سے پہلے انکے ذریعہ اس چوری کی خبر کلکتہ کے میرے خاص رفقاء کو پہونچ گئی تھی، لیکن اس کے باوجود بدنام کرنیوالوں کو موقعہ ہاتھ آگیا اور کچھ لوگوں نے اس پر خوب چٹکی لی۔

سفر اصلاح معاشرہ

ایک سال قبل ۲۴؍ جمادی الاولی ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۲؍ نومبر ۱۹۹۲ء جمعیۃ علماء ہند کے تحت منعقد اصلاح معاشرہ کا ایک سفر صوبہ بہار کا ہو چکا تھا اور اس کی افادیت بھی ذمہ داروں نے خوب محسوس کی اس لئے دوبارہ ۱۶؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ مطابق ۲؍ نومبر ۱۹۹۳ء کو اصلاح معاشرہ کا سفر کرنا پڑا۔ چنانچہ اعظم گڈھ سے وایا مئو یہ خادم رفیق سفر کے ساتھ سیوان پہونچا اور رات کا قیام مدرسہ سراج العلوم تیل ہٹہ بازار میں

رہا۔ اگلے دن بوقت صبح سیوان سے روانہ ہوکر ۲:۳۰ ڈھائی بجے سمستی پور پہونچا اور وہاں سے حسب پروگرام مغرب سے پہلے شاہ پور بگھونی پہونچنا ہوا جہاں رات کا پروگرام اور قیام وطعام رہا اور ہر اعتبار سے الحمدللہ کامیاب پروگرام ہوا۔

کل ہوکر ۱۸/ جمادی الاولی مطابق ۴/نومبر جمعرات کے دن شاہ پور بگھونی سے روانہ ہوکر ۱۲:۳۰ ساڑھے بارہ بجے دن میں مظفر پور پہونچا، رات کا پروگرام کمپنی باغ کی مسجد میں ہوا اور قیام وطعام ماڑی پور حاجی منظور صاحب کے مکان پر رہا، جن کا تفصیلی تذکرہ حیات حبیب الامت جلد دوم میں مذکور ہے۔

۱۹/ جمادی الاولیٰ مطابق ۵/نومبر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے سیتامڑھی مدرسہ رحمانیہ مہسول چوک قافلہ پہونچا رات کا پروگرام اور قیام و طعام مدرسہ رحمانیہ میں رہا، مدرسہ کے پرنسپل مولانا انوار صاحب نے وسعت ظرفی کے ساتھ مہمانوں کا اکرام کیا۔

۲۰/ جمادی الاولی مطابق ۶/نومبر سنیچر کے دن بعد نماز فجر بذریعہ ٹرین ڈھاکہ کے لئے روانگی ہوئی، ظہر کی نماز کے بعد ڈھاکہ کی جامع مسجد میں اصلاح معاشرہ کا کامیاب پروگرام ہوا، عصر کی نماز کے بعد ڈھاکہ سے جھٹکاہی کے لئے روانگی ہوئی اور رات کا قیام وطعام اور پروگرام جھٹکاہی میں ہوا۔

۲۱/ جمادی الاولی مطابق ۷/نومبر اتوار کے دن جھٹکاہی سے روانہ ہوکر ۱۱/ گیارہ بجے دن میں موتیہاری پہونچنا ہوا اور موتیہاری کی جامع مسجد میں بعد نماز مغرب اصلاح معاشرہ کا پروگرام ہوا اور رات کا قیام وطعام مدرسہ خیر العلوم بریار پور میں ہوا۔

۲۲؍ جمادی الاولیٰ مطابق ۸؍نومبر دوشنبہ کے دن موتیہاری سے روانہ ہوکر قافلہ بتیا پہونچا، عشاء کی نماز کے بعد مدرسہ اسلامیہ بتیا میں اصلاح معاشرہ کا کامیاب پروگرام ہوااوررات کا قیام وطعام بھی مدرسہ اسلامیہ ہی میں رہا۔

۲۳؍ جمادی الاولی مطابق ۹؍نومبر منگل کے دن دوسرے رفقاء اپنے اپنے گھروں کوواپس ہوگئے اور یہ خادم گھریلوضرورت کے تحت چندروز گھرپر قیام پذیر رہا، اس کے بعد ۷؍جمادی الثانیہ مطابق ۲۲؍نومبر گھر سے مظفرپور کے لئے روانہ ہوا

سفر دارالعلوم بہادر گنج کشن گنج

حضرت مولانا انوارصاحب ناظم دارالعلوم بہادرگنج ضلع کشن گنج کی خواہش اوراصرار پر ۸؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۳؍نومبر ۱۹۹۳ء منگل کے دن مظفرپور سے بذریعہ اَوَدھ آسام روانہ ہوکر ۹؍ جمادی الثانیہ مطابق ۲۴؍نومبر بدھ کے دن وایا کشن گنج بہادرگنج پہونچا، جہاں تین روزہ بڑا جلسہ منعقد ہونے والا تھا۔ یہ جلسہ بدھ جمعرات، جمعہ تین روزہ تھا اوراس جلسہ میں ہندوستان کے کبار مشائخ ہر سال جلوہ افروز ہوتے تھے اوراس علاقہ کا یہ بہت مقبول اور بہت بڑا جلسہ ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ اس سال کے جلسے میں بھی حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندوی حضرت مولانا اسعد مدنی، حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام صاحب پٹنہ، حضرت مولانا سید سلمان حسنی ندوی لکھنؤ، حضرت مولانا اسرارالحق صاحب قاسمی کشن گنج جیسے کبارعلماء ومشائخ موجود تھے، انہی اکابرین کے درمیان یہ چھوٹا سا خادم بھی پہونچ گیا، چونکہ حضرت

مولانا انوار صاحب حضرت مولانا منور حسین صاحب کے داماد تھے اور حضرت مولانا کے ساتھ اکثر سفر میں رہا کرتے تھے، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں رمضان کے اعتکاف کے ناظم حضرت مولانا منور حسین صاحب ہوا کرتے تھے اور مہمانوں کی خدمت میں سرفہرست مولانا انوار صاحب کی بھی موجودگی رہا کرتی تھی، وہاں کی مسلسل ملاقات اور بے تکلفی کی وجہ سے ان بزرگوں کے ساتھ حضرت مولانا انوار صاحب نے اس خورد کو بھی دعوت دے دی۔ چنانچہ ان کی خواہش اور اصرار کے ساتھ ان کی محبت میں یہ خادم بھی وہاں پہونچ گیا۔

جب کشن گنج سے بہادر گنج کے لئے روانگی ہوئی تو راستہ میں ہزاروں سے زیادہ بیل گاڑیاں نظر آئیں جن پر جلسے کے شرکاء بیٹھے ہوئے تھے اور ہر بیل گاڑی پر چاول کی دو چار بوریاں ضرور رکھی ہوئی تھیں، معلوم ہوا کہ جلسے میں شرکت کرنے والے اپنے ساتھ چاول کی بوری ضرور لاتے ہیں اور اتنا چاول جمع ہو جاتا ہے کہ جلسہ کے علاوہ پورے سال موجود طلباء اسی چاول کو کھاتے ہیں، اس کے باوجود اتنا چاول بچ جاتا ہے کہ فروخت کرنا پڑتا ہے۔

جلسہ کے پہلے ہی دن ۹ر جمادی الثانیہ مطابق ۲۴ر نومبر بدھ کے دن عشاء کے بعد ایک صاحب کے ذریعہ حضرت مولانا انوار صاحب کا یہ پیغام پہونچا کہ آج ہی آپ کو بھی تقریر کرنا ہے، چنانچہ جلسہ کے منتظمین اس خادم کو اسٹیج پر لے کر پہونچے، جب لمبے چوڑے عظیم الشان اسٹیج پر یہ خورد پہونچا اور اسٹیج پر موجود سیکڑوں کی تعداد میں مقامی و بیرون کبار علماء و مشائخ پر نظر پڑی تو تھوڑی دیر کے لئے خادم حواس باختہ ہو کر رہ گیا، اور جب مجمع پر نظر پڑی تو تا حد نظر مجمع نظر آیا جن کی تعداد لاکھ سے کم نہیں

رہی ہوگی۔

بہر حال اس خادم کو ۱۱ر گیارہ بجے رات میں کرسی خطابت پر بٹھا دیا گیا جبکہ اس خادم سے پہلے ایک بڑے بزرگ کا بیان ہو چکا تھا اور اس کے بعد بھی ایک دوسرے بڑے بزرگ کا بیان ہونا تھا۔ بہر حال اللہ کا نام لے کر کرسی خطابت پر بیٹھ گیا اور ۱۱ر بجے سے سوا ایک بجے تک مسلسل سوا دو گھنٹہ بیان کیا، اللہ نے جو کچھ دل میں ڈالا زبان سے کہتا چلا گیا، ماحول اور مجمع اور اسٹیج پر موجود کبار علماء ومشائخ کا پورا پورا اثر دل و دماغ پر تھا، لیکن اسی کے ساتھ ان بزرگوں کا فیض و فیضان بھی رہا جس کے نتیجہ میں سوا دو گھنٹہ تسلسل کے ساتھ بات ہوئی۔

بیان ختم کرنے کے بعد جب یہ خادم اسٹیج سے اترا اور قیام گاہ جانے لگا تو سلام ومصافحہ کے لئے مجمع اس طرح ٹوٹا کہ منتظمین کے لئے ان کو کنٹرول کرنا مشکل ہوگیا اور چند منٹ کے فاصلے پر جو قیام گاہ تھی جہاں پہونچنا تھا وہاں پہونچنے میں گھنٹوں لگ گئے اور اسی کے ساتھ مصافحہ کرنے والوں کی اتنی لمبی لائن لگی کہ پوری رات مجمع نے سونے نہیں دیا بلکہ صبح تک مصافحہ ہی ہوتا رہا۔

کل ہوکر جب ناظم دارالعلوم بہادر گنج حضرت مولانا انوار صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے یہ خوشخبری سنائی کہ رات کے اجلاس میں جو سہ روزہ اجلاس کا پہلا دن تھا جو پوری رات چلا اور درجنوں مقررین حضرات کی تقریریں ہوئیں، جن میں سے اکثر ہمارے اکابر ومشائخ تھے، لیکن ان ساری تقریروں میں پورے مجمع نے یعنی عوام وخواص اور ہمارے تمام رفقاء اور ملنے جلنے والوں نے فرسٹ نمبر آپ کو دیا اور سب سے زیادہ آپ کی تقریر پسند کی گئی۔ حضرت مولانا نے اس پر مجھ کو جی بھر کر

مبارکباد پیش کیا اور اسی کے ساتھ اس کا بھی اصرار کیا کہ آج بھی آپ کو تقریر کرنی ہے، لیکن چونکہ اس خادم کی واپسی کا ٹکٹ بنا ہوا تھا اور آگے کا نظام طے تھا اس لئے ان کی خواہش کی تکمیل کی کوئی شکل اصرار کے باوجود نہیں بن سکی۔

لیکن حضرت مولانا انوار صاحب نے اپنی اس خواہش کی تکمیل کی دوسری راہ نکال لی وہ یہ کہ ۱۰؍ جمادی الاولی مطابق ۲۵؍ نومبر جمعرات کے دن مقامی علماء اور باہر کے مندوبین کا سفر الٹا باڑی رشید پور کا طے پایا جہاں حضرت مولانا منور حسین صاحب کا مزار تھا، اس کی زیارت اور فاتحہ خوانی کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ کر وہاں سے واپسی طے تھی، چنانچہ ظہر کے بعد جہاں حضرات علماء و مشائخ سے مسجد بھری ہوئی تھی یہ طے پایا کہ تھوڑی دیر کسی کا بیان بھی ہو جائے۔ چنانچہ وہاں موجود سارے علماء کا مشار الیہ یہ خادم ہی بنا اور مجبوراً کرسی خطابت پر بیٹھنا پڑا۔ حضرات کبار علماء کی موجودگی میں ڈیڑھ گھنٹہ بیان ہوا اور وہاں سے بھی فرسٹ پوزیشن حاصل کر کے یہ خادم واپس ہوا اور سارے علماء نے اس خادم کی پذیرائی کی۔

۱۱؍ جمادی الثانیہ مطابق ۲۶؍ نومبر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کشن گنج کی لائن مسجد میں ادا کی اور مغرب کے بعد سوا گھنٹہ بیان کرنے کے بعد بذریعہ دارجلنگ ایکسپریس کشن گنج سے کلکتہ کے لئے روانہ ہو گیا، اور ۱۲؍ جمادی الثانیہ مطابق ۲۷؍ نومبر سنیچر کے دن کلکتہ پہونچ گیا، چند روز کلکتہ قیام کرنے کے بعد ۱۸؍ جمادی الثانیہ مطابق ۳؍ دسمبر کلکتہ سے بذریعہ راج دھانی دہلی کے لئے روانہ ہوا اور دہلی پہونچ کر ۲۰؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۴ھ مطابق ۵؍ دسمبر ۱۹۹۳ء اتوار کے دن دہلی سے دبئی کے لئے روانگی ہوگئی۔

دبئی کا دوسرا سفر

دبئی کا پہلا سفر اس خادم نے ۱۶/اپریل ۱۹۹۲ء جمعرات کے دن بذریعہ پی، آئی، اے لاہور سے کیا تھا۔

۲۰/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۴ھ مطابق ۵/دسمبر اتوار کے دن دہلی سے ساڑھے پانچ بجے روانہ ہوکر چند گھنٹوں کے بعد دبئی پہونچا، دبئی پہونچنے کے بعد چند روز عزیزم عبد العزیز جونپوری جو حاجی اشفاق احمد صاحب لدرہی ضلع جونپور کے رہنے والے تھے، ان کے برخوردار تھے کے یہاں قیام رہا، یہ لوگ کئی بھائی بغرض کاروبار دبئی اور شارجہ میں مقیم تھے، سب سے بڑے بھائی انصار احمد، دوسرے عبد الحمید، تیسرے کلیم احمد اس وقت وہاں موجود تھے۔

پوری فراخدلی اور اپنائیت کے ساتھ جملہ برادران بالخصوص عبد العزیز نے اس خادم کی خدمت کی اور دوسرے احباب سے ملاقات کرائی، نیز بہت سے احباب تک رہبری کا فریضہ بھی انجام دیا۔

تذکرہ عبد العزیز لدرہی ضلع جونپور

عزیزم عبد العزیز جولدرہی ضلع جونپور کے رہنے والے تھے، اس خادم سے ایک زمانہ سے مانوس اور قریب تھے، چنانچہ دبئی کا پہلا سفر بھی انہی کی دعوت پر ہوا تھا

اوراس سفر میں میزبانی کے مکمل فرائض انہوں نے ہی انجام دیئے۔

ان کے والد بزرگوار حاجی اشفاق احمد صاحب علاقہ کے چیدہ معزز حضرات میں سے تھے، جس زمانہ میں لوگوں کے پاس موٹر سائیکل بھی کم یافت تھی اس وقت ان کے دروازہ پر ٹریکٹر کے ساتھ بولٹ موٹر سائیکل اور فیئیٹ چار چکہ گاڑی کھڑی رہتی تھی، نیز بندوق کے بھی وہ مالک تھے اور کھیتا سرائے علاقہ میں نشانہ میں فرسٹ ڈویژن سے ہمیشہ پاس ہوتے رہے، لمبی چوڑی اچھی خاصی زمین کے مالک تھے، گاؤں کے باہر ایک بڑا اور کشادہ ان کا مکان تھا، علماء نواز کشادہ دسترخوان با اخلاق ملنسار بزرگوں میں سے تھے، ماشاء اللہ نرینہ اولاد تقریباً ایک درجن اللہ نے دیا، بڑے ہونے کے بعد بڑے بچے انصار احمد نے کاروبار کے لئے ممبئی کا انتخاب کیا اور عبدالعزیز نے دبئی کا انتخاب کیا، لیکن دھیرے دھیرے سارے بھائی دبئی ہی میں جمع ہو گئے اور دبئی وشارجہ ملا کر خیاطی کے کام میں مصروف ہو گئے اور الحمدللہ اچھا نام کمایا۔

عزیزم عبدالعزیز سلمہ کا تعلق اس خادم سے بالتدریج بڑھتا گیا، نوبت بایں جا رسید کہ جب کبھی وہ دبئی سے گھر آتے تو کھانے اور ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد کئی گھنٹے کا وقت میرے پاس گزارتے، ان ایام میں یہ خادم مدرسہ ریاض العلوم گورینی میں خدمت پر مامور تھا اور جب کبھی اس خادم کو کہیں جانا ہوتا تو وہ اپنی بولٹ گاڑی پر بیٹھا کر لے جایا کرتے تھے، جونپور اور اعظم گڈھ کے بہت سارے اسفار ان کے ساتھ ہوئے، برولی کے حافظ محمد یوسف صاحب ان کے خسر محترم تھے جو انتہائی نیک اور صوم وصلوۃ کے پابند تھے، اس کے ساتھ علماء نواز بھی تھے، ان کے یہاں بھی بارہا جانا ہوا۔

عزیزم عبدالعزیز کی اس قربت اور آمد ورفت وخدمت کی وجہ سے مدرسہ

ریاض العلوم گورینی کے بعض اساتذہ حسد کے بھی شکار ہوئے اور انہوں نے ازراہ شکایت ان کے والد بزرگوار حاجی اشفاق احمد سے کہا کہ عبدالعزیز تو مفتی صاحب ہی کے ہوکر رہ گئے ہیں، ہم لوگوں کو تو وہ پہچانتے بھی نہیں، آتے ہیں تو صرف مفتی صاحب ہی کے پاس بیٹھتے ہیں اور صرف انہی کی خدمت کرتے ہیں، ہم لوگوں سے تو ملاقات تک نہیں کرتے، اس کے جواب میں حاجی صاحب نے فرمایا کہ نئے پرانے سب لوگوں سے وہ واقف ہے، ایسا نہیں کہ وہ آپ لوگوں کو جانتا نہیں ہے، لیکن اس کا دل مفتی صاحب کی طرف رجوع کرتا ہے، اور ان کے علم واخلاق سے وہ متاثر ہے، اس لئے وہ صرف انہی کے پاس آتا جاتا ہے، اس میں میرا کوئی دخل نہیں اور نہ ہی اس سلسلہ میں میں کچھ کرسکتا ہوں۔

بہرحال عزیز موصوف سے تعلقات بڑھتے چلے گئے اور اس وقت سے آج تک الحمدللہ تعلقات بحال ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور دارین میں بہترین صلہ ان کو عطا فرمائے۔

چندروز دبئی اور شارجہ میں قیام کرنے کے بعد ۲۳؍جمادی الثانیہ مطابق ۸؍دسمبر بدھ کے دن العین جانا ہوا، اور پانچ روز العین میں قیام رہا۔ العین میں ضیافت کے فرائض حافظ محمد شعیب صاحب شیرواں ضلع اعظم گڈھ نے انجام دیئے۔

تذکرہ حافظ محمد شعیب صاحب شیرواں ضلع اعظم گڈھ

حافظ محمد شعیب صاحب ساکن شیرواں ضلع اعظم گڈھ اپنے بڑے بھائی مولانا

شمیم احمد قاسمی کے ساتھ العین کے زاخر علاقہ میں مقیم تھے اور مغسلہ محمد شعیب کے نام سے ایک لانڈری تھی جس کے یہ مالک تھے، حافظ صاحب موصوف کے والد بزرگوار حافظ سراج الحق صاحب جو انتہائی نیک متواضع علماء نواز بزرگوں کے خادم صوم وصلوۃ کے ساتھ تہجد گزار بزرگ تھے جو پابندی کے ساتھ رمضان کے اخیر عشرہ میں حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری کی خانقاہ میں اعتکاف کے لئے تشریف لایا کرتے تھے اور سال میں دو چار مرتبہ لازمی طور پر حضرت مولانا کو اپنے گھر بلا کر دعوت کیا کرتے اور ہر دعوت میں حضرت کی رفاقت میں یہ خادم بھی حاضر ہوا کرتا تھا، اسی تقریب سے حافظ شعیب صاحب سے بھی پرانی شناسائی تھی۔ چنانچہ جب العین کا سفر ہوا تو انہوں نے اس دیرینہ تعلق کا پورا پورا لحاظ اور خیال رکھا اور پوری اپنائیت ومحبت کے ساتھ قیام وطعام کے علاوہ العین کی پوری رہبری کا فریضہ انجام دیا اور ہر شخص سے انہوں نے ملاقات کروائی اور تعارف کروایا اور کام کے لئے زمین ہموار کی۔ اس وقت سے اب تک الحمدللہ تعلقات میں برابر استوارگی رہی اور ایک طویل عرصہ سے وہ دارالعلوم کی شوریٰ کے ممبر بھی ہیں۔

تذکرہ حاجی ابوالکلام صاحب نوادہ ضلع اعظم گڈھ

العین میں زاخر نام کی دو مارکیٹ ہے ایک مارکیٹ میں حافظ شعیب صاحب کی لانڈری ہے اور اس کے ساتھ بہت سی دکانیں ہیں اس گول مارکیٹ کے تھوڑے سے فاصلے پر ایک دوسری مارکیٹ ہے، اس کا بھی نام زاخر ہی ہے اور اس میں بھی قطار سے کئی درجن دوکانیں ہیں، انہی دوکانوں میں ایک دکان خیاط الامینہ کے نام سے بھی

ہے جس کے مالک حاجی ابوالکلام صاحب ساکن نوادہ ہیں۔

جب حافظ شعیب صاحب مجھ کو لے کر اس مارکیٹ میں پہونچے تو باہر کھلے ہوئے میدان میں جبہ پہنے ہوئے زمین پر بغیر کسی چادر تکیہ کے لیٹے ہوئے نظر آئے، حافظ شعیب صاحب نے دور سے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھ کو بتلایا کہ وہ ابوالکلام بھائی ہیں جو نوادہ کے رہنے والے ہیں، آپ جا کر ان سے ملاقات کرلیں، جب تک میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوکر گاڑی میں آکر بیٹھتا ہوں، چنانچہ میں ان کے پاس گیا، سلام ومصافحہ کے بعد وہ اٹھ کر بیٹھ گئے اور مجھ کو لے کر دوکان میں گئے، دوکان میں پہونچ کر ایک دوسرے کا تعارف ہوا اور بہت خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے کافی دیر تک بات کرتے رہے، اس تھوڑی دیر کی ملاقات کا اثر ان کے دل ودماغ پر ایسا پڑا کہ ہمیشہ کے لئے وہ اس خادم کے گرویدہ ہو گئے۔

اور آئندہ کے تمام اسفار کی ضیافت اور قیام وطعام کا نظم وانتظام کے ساتھ ملاقاتوں کی رہبری بھی خود اپنے ذمے انہوں نے اس طرح لے لی کہ گاڑی کی عدم دستیابی پر کرائے کی گاڑی لے کر اپنے برخوردار گڈو کے ذریعہ لوگوں کی ملاقات کرواتے رہے، جس کی وجہ سے بعض کرم فرماؤں کے چبھتے ہوئے جملے بھی اس خادم کو سننے پڑے۔

اسی کے ساتھ حاجی ابوالکلام صاحب کا ایک معمول یہ بھی تھا کہ العین سے رخصتی کے دن وہ اس خادم کو لے کر بازار میں دوکان پر جاتے اور والدین واہلیہ اور بچوں کے لئے عید کے کپڑے اور دیگر تحائف خرید کر دیتے، اس خادم کی معذرت کے باوجود تسلسل کے ساتھ ایک لمبے عرصے تک یہ سلسلہ جاری رہا، اور ایک پردیسی کی

طرح سے سامان سے اٹیچی بھر کر مجھ کو واپس کرتے تھے۔

آج بھی اسی خلوص اور محبت کا لگاؤ موصوف اس خادم سے رکھتے ہیں، اگر میرے خلاف کوئی جملہ ان کے سامنے بول دے تو اس کو وہ برداشت نہیں کر پاتے ہیں۔ چنانچہ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ بعض لوگوں نے ازراہ حسد ان سے میرے خلاف کوئی بات کہی اس کے جواب میں وہ اس پر چڑھ بیٹھے اور اتنا لتیایا کہ اس کی نانی یاد آگئی۔

دل سے اس خادم کی دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہترین اجر اور صلہ دارین میں عطا فرمائے اور خوشگوار زندگی صحت وعافیت کے ساتھ نصیب فرمائے اور اپنے وقت پر ایمان پر خاتمہ نصیب فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔آمین یارب العالمین۔

سفر ابوظبی

العین میں چھ ۶/ روز کے قیام کے بعد ۲۸/ جمادی الثانیہ مطابق ۱۳/ دسمبر دوشنبہ کے دن العین سے روانہ ہو کر سوا سات بجے رات میں ابوظبی پہونچا، ابوظبی میں قیام جناب الحاج رضوان احمد صاحب کی قیامگاہ پر رہا جو منگراواں حاجی نبی احمد صاحب کے برخوردار تھے، اور ابوظبی کے احباب کی ملاقات جناب خالد صاحب ساکن سیہی پور ضلع اعظم گڈھ نے کرائی جو بہت ملنسار اور نیک طبیعت انسان تھے اور علماء نواز بھی تھے، لوگوں کی رہائش گاہوں کی پوری واقفیت وہ رکھتے تھے اور ابوظبی میں آنے والے مہمانوں کی خصوصی ملاقاتیں فی سبیل اللہ ولوجہ اللہ اکثر وہ کرایا کرتے

تھے، اگر چہ بعد میں بعض تلخ تجربات کی وجہ سے انہوں نے یہ سلسلہ موقوف کردیا تھا۔ ابوظبی میں تین دن قیام کے بعد چوتھے دن ۲/رجب مطابق ۱۶/دسمبر جمعرات کے دن ابوظبی سے روانہ ہوکر شارجہ ساڑھے دس بجے رات میں پہونچا۔

ابوظبی سے شارجہ کے لئے واپسی

شارجہ پہونچنے کے بعد شارجہ اور دبئی اور مختلف مقامات ملاکر گیارہ دن کا قیام رہا، عزیزم عبدالعزیز ساکن لدرہی ضلع جونپور اوران کے برادر اکبر انصار احمد نے اس قیام کے دوران پوری بشاشت اور محبت کے ساتھ ضیافت کے فرائض انجام دیئے۔

واپسی برائے دہلی

۱۴/رجب مطابق ۲۸/دسمبر منگل کے دن بذریعہ ایئر انڈیا روانہ ہوکر دوسرے دن صبح کو یہ خادم بعافیت دہلی پہونچ گیا۔

سفر دبئی سے پہلے کی کچھ بازگشت خبریں

دبئی کے سفر کا جب پروگرام بنا اور کچھ دور قریب کے حاسدین ومعاندین کو اس کی خبر لگی تو باضابطہ منگراواں ضلع اعظم گڈھ کے ایک عالم مولانا انعام صاحب کے

ذریعہ اس خادم تک یہ خبر پہونچائی گئی کہ سنا ہے کہ مفتی صاحب دبئی آنے والے ہیں، ان تک آپ یہ اطلاع پہونچا دیں کہ وہ دبئی کے سفر کا ارادہ ترک کردیں، اس لئے کہ ان کے بعض معاندین وحاسدین نے یہاں یہ خبر پھیلا رکھی ہے کہ اگر مفتی صاحب دبئی آئے تو ان کو یہاں گرفتار کروادیا جائے گا، لہٰذا بہتر ہے کہ مفتی صاحب یہاں کا سفر نہ کریں۔

تذکرہ حاجی شفاعت علی صاحب شیوراج پور ضلع اعظم گڈھ

حاجی شفاعت علی صاحب بندرا بازار کے قریب شیوراج پور کے رہنے والے ہیں جو اعظم گڈھ ضلع کا ایک گاؤں ہے موصوف ایک طویل عرصہ سے دہلی میں قیام پذیر ہیں، اور ہوٹل کے کاروبار سے وابستہ ہیں، شروع شروع میں بستی نظام الدین میں واقع تبلیغی مرکز کے قریب حاجی ہوٹل سے وابستہ تھے اور کئی سال تک وہیں قیام پذیر رہے، اسی جگہ رہتے ہوئے جامع مسجد کے پاس جگت سنیما والی گلی میں ایک چھوٹی سی زمین حاصل کرکے شفاعت گیسٹ ہاؤس کے نام سے ہوٹل کی تعمیر شروع کی، جب ہوٹل مکمل ہوگیا تو نظام الدین میں واقع حاجی ہوٹل کو چھوڑ کر اپنے ذاتی ہوٹل میں منتقل ہوگئے اور آج بھی وہ ہوٹل قائم ودائم ہے اور مہمانوں کے آمد ورفت کی وہ بہت ہی معقول جگہ ہے جہاں سے ہر طرف ہر طرح کی سہولیات فراہم ہیں۔

حاجی صاحب موصوف سے اس خادم کی ملاقات ۱۹۸۰ء میں پہلی مرتبہ ہوئی، یہ خادم اپنے احباب کے ساتھ مرکز نظام الدین یوپی کے تبلیغی جوڑ میں گیا، وہاں جانے

والے رفقاء میں مفتی شعیب احمد صاحب قاسمی ساکن نندأوں ضلع اعظم گڈھ اور استاذ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر بھی تھے، مفتی شعیب صاحب نے ایک دن یہ کہہ کر اپنے ساتھ لیا کہ آیئے قریب ہی میں ہمارے ایک دوست رہتے ہیں، ان سے آپ کی ملاقات کراتے ہیں، جب ہم دونوں حاجی ہوٹل پہونچے تو حاجی شفاعت علی صاحب نے پرتپاک استقبال کیا اور پرتکلف ضیافت کی تھوڑی دیر کے بعد جب ہم لوگ مرکز کے لئے واپس ہوئے تو مرکز کے گیٹ تک پہونچانے کے لئے آئے اور پوری اپنائیت اور محبت کے ساتھ مرکز کے گیٹ پر اس خادم سے انہوں نے کہا کہ مفتی صاحب اس کے بعد سے جب بھی آپ کا آنا ہو تو مرکز کے بجائے حاجی ہوٹل میں میرے پاس آپ کا قیام ہوگا، الوداعی ملاقات کے بعد مجھے یہ محسوس ہوا کہ میری جیب میں ہاتھ ڈال کر انہوں نے کچھ رکھا ہے، بعد میں جب جیب چیک کیا تو اس میں ایک ہزار روپئے ملے جو حاجی صاحب نے الوداعی ملاقات کے وقت میری جیب میں انجانے میں رکھ دیئے تھے۔

اس کے بعد دھیرے دھیرے تعلقات میں اضافہ ہوتا گیا اور ہمیشہ کے لئے حاجی ہوٹل اور اس کے بعد شفاعت گیسٹ ہاؤس دہلی کے سفر میں قیام گاہ بن گیا اور حاجی صاحب کی خواہش اصرار اور محبت پر ہزاروں مرتبہ ان کے ہوٹل میں ٹھہرنے کا اتفاق ہوا، ایئرپورٹ ہو یا ریلوے اسٹیشن ہمیشہ وہاں گاڑی بھیج کر لانا اور پہونچانا ان کا معمول بن گیا، شفاعت گیسٹ ہاؤس میں ہفتہ دو ہفتہ بلکہ کبھی ایک مہینہ تک کا بھی قیام رہا، لیکن بلا تکلف بہت اپنائیت اور محبت کے ساتھ ہمیشہ قیام کے ساتھ طعام حتی کہ چائے پان کا بھی خود سے انتظام کرتے رہے اور ہر طرح کی خدمت کو اپنے لئے عزت اور سعادت سمجھ کر برضا و رغبت انجام دیتے رہے۔

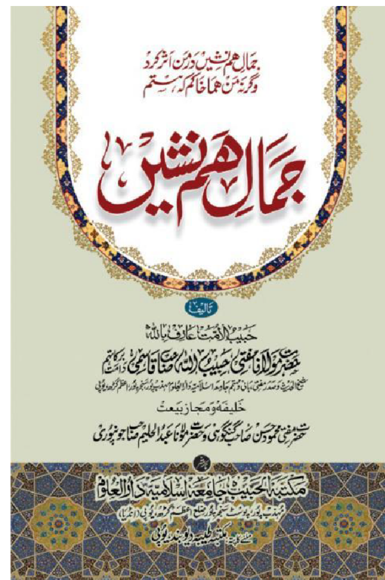
بیچ میں مختلف ادوار میں بادسموم کی آندھیاں چلیں لیکن استقامت کے ساتھ ہمیشہ ایک پاؤں پر کھڑے رہے نہ آندھیوں کا ان پر کوئی اثر ہوا اور نہ ہفوات وبکواس کرنے والوں کی کوئی بات محبت وعقیدت میں موثر ہوئی۔ اور یہ تعلق ۱۹۸۰ء سے آج تک اسی طرح قائم ہے، اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ اس خادم کے مخلص دوستوں کی جو ایک چھوٹی سی فہرست ہے، اس فہرست کے صفحہ اول کے وہ مخلص دوست ہیں، جب مہذب پور سے پہلی مرتبہ دبئی کے سفر کا نظام بنا تو جیسا کہ اس سے قبل یہ خادم عرض کر چکا ہے کہ بعض حاسدین ومعاندین کی طرف سے یہ دھمکی ملی کہ مفتی صاحب کو کہہ دیں کہ وہ دبئی نہ آئیں ورنہ بعض لوگ ان کو گرفتار کروانے کا پروگرام بنارہے ہیں۔

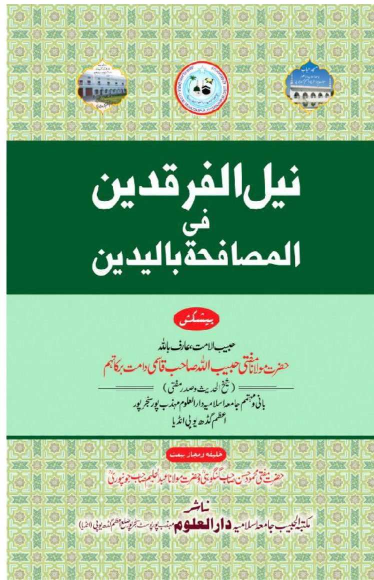
جب اس خادم نے اس دھمکی کا تذکرہ حاجی شفاعت علی صاحب سے کیا تو انہوں نے فوراً اپنے برادر خورد محمد عمر سے بات کی اور اتفاق سے ان ایام میں وہ گھر آئے ہوئے تھے، ان کو میرے پاس بھیجا، عمر بھائی نے ملاقات کے وقت مجھ سے پوری بات پوچھی اور سننے کے بعد یہ کہا کہ ٹھیک ہے میں شارجہ پہونچ کر آپ کا ویزا نکال کر بھیجتا ہوں، آپ بلاخوف وخطر سفر کریں، میں دیکھ لیتا ہوں کون کیا کرتا ہے اور جن لوگوں نے آپ کو یہ دھمکی دی ہے، ان سے آپ یہ کہہ دیں کہ میں آرہا ہوں اگر کسی کی ہمت ہو تو گرفتار کر کے دکھائے اور آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر تمہارے اندر گرفتار کرانے کی طاقت ہے تو میرے احباب ایسے وہاں پر موجود ہیں جو اندر سے ایک منٹ میں باہر نکلوانے کی طاقت رکھتے ہیں۔

چنانچہ جب یہ خادم وقت مقررہ پر دبئی پہونچا تو عمر بھائی خود لینے کے لئے

ایئر پورٹ آئے اور شارجہ اور دبئی کی اکثر ملاقاتیں خود انہوں نے کروائیں اور پوری قوت و ہمت کے ساتھ اس خادم کو حوصلہ دیا۔ دعاء ہے اللہ تعالیٰ ان دونوں بھائیوں کو بالخصوص برادرا کبر حاجی شفاعت علی صاحب کو اس کا بہترین صلہ اور اجر دنیا و آخرت میں عطا فرمائے اور ہر قسم کی محتاجگی ولاچاری سے ان کی حفاظت فرمائے اور خوشگوار زندگی مقدر فرمائے اور وقت پر ایمان پر خاتمہ اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔







۱۹۹۴ءمطابق ۱۴۱۴ھ کے چند اہم واقعات:

(۱)۱۸، ۱۹، ۲۰؍رجب ۱۴۱۴ھ مطابق ۱، ۲، ۳؍جنوری ۱۹۹۴ء یوم سنیچر، اتوار، دوشنبہ جامعہ دارالسلام عمرآباد مدراس میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا سالانہ سمینار پہلے سے طے تھا، چنانچہ یہ خادم حسب پروگرام دہلی دبئی سے واپسی کے بعد بذریعہ ٹرین دہلی سے مدراس کے لئے روانہ ہوگیا، ۳۱؍دسمبر جمعہ کے دن ۱۹۹۳ء جب مدراس ریلوے اسٹیشن پر پہونچا تو وہاں دوسرے بہت سے علماء موجود تھے، چونکہ مدراس سے عمرآباد تقریباً دوڈھائی کیلومیٹر کے فاصلے پر تھا اس لئے بذریعہ منی بس تقریباً پندرہ علماء کو عمرآباد کے لئے روانہ کردیا گیا جن میں اس خادم کے علاوہ حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی، مولانا صدرالدین اورنگ آباد، مولانا سعود عالم قاسمی علی گڈھ اور دیگر علماء تھے، چونکہ سفر کافی لمبا تھا اس لئے دوران سفر حاضرین مجلس نے مختلف عناوین پر گفتگو شروع کی، اس بس میں جہاں حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی جیسے خاموش طبع اور صاحب علم وفن تھے وہیں مولانا سعود عالم قاسمی جیسے بے لگام کچھ علماء بھی تھے، دوران گفتگو حضرت امام ابوحنیفہ کی بعض کرامتوں پر تنقید شروع کردی گئی، خاص طور پر حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی وہ کرامت جو بہت مشہور اور زبان زد ہے، یعنی چالیس سال تک عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھنا۔ حاضرین میں سے بعض نے تنقید کرتے ہوئے جارحانہ رخ اختیار کرلیا، بس میں موجود حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی بہت سنجیدگی اور متانت کے ساتھ کتابوں کے حوالہ سے اسے ثابت کرتے رہے، لیکن

ناخوشگواری اتنی بڑھی کہ سفر مکمل کرنا بظاہر مشکل نظر آنے لگا۔

ماحول کی گرما گرمی اور تلخی کو دیکھتے ہوئے اس خادم نے خواجہ عثمان ہارونی اور حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دھلوی اور حضرت امیر خسرو کا کلام اپنے مخصوص انداز اور لب ولہجہ میں شروع کر دیا، یہ تینوں کلام ملفوظات حبیب الامت جلد دوم میں مذکور ہیں اور یہ مجلس دیر و دور تک چلتی رہی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سب پر حال طاری ہو گیا اور سب کا موضوع سخن تبدیل ہو گیا اور پورا قافلہ بعافیت منزل مقصود یعنی عمر آباد پہونچ گیا۔

اس کے بعد اس بس میں موجود علماء میں بالخصوص مولانا صدرالدین صاحب اورنگ آبادی جس سمینار میں ملتے اس مجلس کا ضرور تذکرہ کرتے اور اسی کے ساتھ یہ بھی کہتے کہ ہمارے مفتی صاحب کے سماع کی برکت تھی کہ مدراس سے عمر آباد تک ہمارا سفر بعافیت پورا ہو گیا ورنہ ماحول ایسا بنا تھا کہ شاید کچھ لوگوں کو بس تبدیل کرنا پڑتا۔ اس طرح الحمد للہ ہم لوگ بعافیت جامعہ دار السلام عمر آباد پہونچ گئے اور حسب پروگرام سمینار کا آغاز ہو گیا۔

پہاڑیوں اور جھاڑیوں کے بیچ میں دیدہ زیب طویل عمارت کے ساتھ پرکشش اور جاذب نظر مسجد کا حسن قابل دید تھا اور کاکا سعید عمر آبادی جو اس پروگرام کے داعی تھے ان کے حسن انتظام اور نظم ونسق نے حاضرین کے دل ودماغ پر دیرپا نقوش چھوڑے، چونکہ جس پروگرام کا جو وقت متعین تھا اس متعین وقت پر طلباء کمرہ خالی کروا کر اس کو مقفل کر دیا کرتے تھے، سارے پروگرام اپنے معینہ وقت پر شروع اور ختم ہوتے رہے، اتنا سخت اور مضبوط اور یادگار نظم ونسق کسی سمینار میں دیکھنے کو نہیں ملا۔

۲۰؍رجب مطابق ۳؍جنوری مدراس سے روانہ ہو کر وایا لکھنؤ ۲۳؍رجب

مطابق ۶ رجنوری جمعرات کے دن رات میں ساڑھے سات بجے مہذب پور پہونچا، اس طرح یہ طویل سفر الحمد للہ بعافیت مکمل ہو گیا۔

برادر اکبر کے پسر اکبر کا نکاح

عمر آباد مدراس کے سفر سے واپسی کے بعد چند روز مدرسہ پر قیام کرنے کے بعد یکم شعبان مطابق ۱۴ رجنوری جمعہ کے دن اعظم گڈھ سے روانہ ہو کر ۲ رشعبان مطابق ۱۵ رجنوری سنیچر کے دن ۷:۳۰ ساڑھے سات بجے صبح موتیہاری پہونچا، چونکہ آج ہی کے دن برادر اکبر کے پسر اکبر کی شادی موتی پور کے قریب گوپی ناتھ پور طے تھی۔ چنانچہ شام کے وقت اہل خانہ بشمولیت والد محترم و جملہ برادران و پسران موتیہاری پہونچے اور مغرب کے بعد موتیہاری سے مقام نکاح گوپی ناتھ پور کے لئے روانگی ہوئی، وہاں پہونچنے کے بعد والد محترم اور تمام برادران کے مشورے اور حکم کے بعد اس خادم نے بعوض مہر اکیس سو روپئے سکہ رائج الوقت برادر اکبر کے پسر اکبر کا نکاح پڑھایا، اس کے بعد رات کا قیام وہیں پر کیا گیا، لیکن بارش اور شدید ٹھنڈک کی وجہ سے مہمانوں نے بمشکل تمام رات گزاری، کل ہو کر ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد دلہن کے ساتھ جب روانگی کا وقت آیا تو دلہن کے اہل خانہ والد محترم کے پاس آئے اور دلہن کی واپسی کے وقت کی تعیین کے سلسلہ میں دریافت کیا، اس کے جواب کے لئے والد بزرگوار نے موجود تمام برادران کو جمع کیا۔ حضرت والد صاحب کے سوال کے جواب میں ہر ایک نے اپنی اپنی رائے پیش کی، بالخصوص

برادر اوسط نے ہفتہ عشرہ کے بعد واپسی کی رائے دی، لیکن اس خادم کی رائے ایک سے دو دن سے زیادہ کی نہیں تھی، جب دلیل پیش کرنے کی باری آئی تو اس خادم نے یہ عرض کیا کہ عموماً بچی کے قریبی رشتہ دار یعنی نانی، خالہ، پھوپھی وغیرہ سسرال سے بچی کی واپسی کے انتظار میں رہتی ہیں، اور سسرال کے حال احوال کی واقفیت حاصل کرنا چاہتی ہیں، لہٰذا اس انتظار کو طول نہ دے کر مختصر وقت میں اس کو نمٹا دیا جائے تو بہتر ہے۔

حضرت والد صاحب بزرگوار نے سب بھائیوں کی رائے اور دلیل سننے کے بعد غور وفکر کیا اور دو دن کے بعد واپسی کی تاریخ طے کر دی۔ حضرت والد محترم کے فیصلے کے بعد برادر اوسط نے اس خادم کو مخاطب کر کے زور سے کہا ”فزت و رب الکعبة“ یعنی رب کعبہ کی قسم تم جیت گئے، یہاں پر ہار جیت کا کوئی مسئلہ نہیں تھا، اس کے باوجود برادر اوسط نے اس معاملہ کو ہار اور جیت سے وابستہ کر دیا۔

اس طرح شادی کی تقریب میں شرکت کرنے کے بعد ٦ ؍شعبان مطابق ١٩؍جنوری بدھ کے دن بنارس پہونچا۔

سفر برہانپور ایم پی

جامعہ دارالسلام عمرآباد مدراس کے سفر میں جہاں بہت سے حضرات سے ملاقات ہوئی، نئی ملاقات کی فہرست میں ایک نام مفتی رحمت اللہ قاسمی کا بھی تھا جو ان ایام میں مدرسہ فیض العلوم حمید پورہ برہانپور کے ناظم تھے، عمرآباد میں حالانکہ ان سے

پہلی ملاقات تھی، لیکن پہلی ہی ملاقات میں وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے اپنے مدرسہ میں ہونے والے سالانہ جلسہ کی دعوت دے ڈالی اور پوری قوت کے ساتھ تاریخ نوٹ کرواکر جلسہ میں شرکت کا وعدہ کروالیا، چنانچہ ان کے وعدے کے مطابق یہ خادم ۶ رشعبان مطابق ۱۹ رجنوری بدھ کے دن بذریعہ مہانگری ایکسپریس بنارس سے روانہ ہوکر ۷ رشعبان مطابق ۲۰ رجنوری ۹ ربجے برہانپور پہونچ گیا، اس دن اس خادم کے دو پروگرام ہوئے (۱) ظہر کے بعد (۲) عشاء کے بعد۔

اور کل ہوکر ۸ رشعبان مطابق ۲۱ رجنوری جمعہ کے دن کئی بیانات ہوئے، جمعہ سے قبل خانقاہ والی مسجد میں پروگرام ہوا اور عصر کے بعد مدینہ مسجد میں خطاب ہوا اور مغرب کے بعد مرکز والی مسجد میں تقریر ہوئی اور عشاء کے بعد برہانپور کے قلب میں واقع وسیع وعریض چوک پر تفصیلی اور لمبا خطاب ہوا۔ مدینہ مسجد میں بیان کے بعد نذیر اطہر نامی ایک صاحب تشریف لائے اور انہوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ میں لال باغ اسلام پورہ برہانپور ریلوے اسٹیشن کے متصل مسلم آبادی جو گاندھی کالونی کے نام سے موسوم ہے، اس کا باشندہ ہوں اور میرے والد محترم کے نام سے گھر کے قریب ایک مسجد ہے، مسجد بشارت کے نام سے اس کا میں ذمہ دار ہوں اور عملی طور پر میں تبلیغی جماعت سے وابستہ ہوں۔ الحمدللہ اب تک کئی چلے میں لگاچکا ہوں۔

چند روز قبل میں نے خواب دیکھا کہ بزرگوں کی ایک مجلس منعقد ہے جس میں بہت سے اللہ والے تشریف فرماں ہیں، ان میں سے ایک اللہ والے کی طرف اشارہ کر کے ایک بزرگ نے مجھ سے فرمایا کہ تم ان سے بیعت ہوجاؤ۔ چنانچہ

خواب سے بیدار ہونے کے بعد خواب میں دیکھی ہوئی شکل کو تلاش کرتا رہا، لیکن وہ شکل نہیں مل سکی، آج جب آپ سے ملاقات ہوئی اور آپ کو دیکھا تو آپ کی شکل بعینہ اس شکل سے ملتی جلتی ہے جن سے بیعت ہونے کے لئے اللہ کے ایک ولی نے مجھ کو حکم دیا تھا، لہٰذا اب مجھ کو آپ بیعت فرمالیں، اس خادم نے بہت معذرت کی لیکن وہ مانے نہیں، بالآخر وہ داخل سلسلہ ہو گئے، اسطرح برہانپور کا یہ علمی اور روحانی سفر مکمل ہو گیا۔

لیکن عوامی سطح پر بیانات کے اتنے اچھے اثرات مرتب ہوئے کہ اس کے بعد کئی سال تک مسلسل اہل برہانپور اس خادم کو زحمت سفر دیتے رہے اور ان کی دعوت پر برہانپور اور اس کے گردونواح کا سفر ہوتا رہا۔

۹؍شعبان مطابق ۲۲؍جنوری سنیچر کے دن بذریعہ مہانگری ایکسپریس ۹:۳۰ ساڑھے نو بجے برہانپور سے بنارس کے لئے روانگی ہوئی اور کل ہوکر اتوار کے دن شام کے وقت مہذب پور پہونچ گیا۔

دارالعلوم مہذب پور میں امتحان سالانہ کی تعطیل

حسب اعلان و پروگرام امتحان سے طلباء فارغ ہو گئے اور ۱۴؍شعبان مطابق ۲۷؍جنوری جمعرات کے دن طلباء کی تعطیل کردی گئی اور یہ خادم اگلے دن مدرسہ سعیدیہ روح القرآن بشن پور کشن گنج کے جلسہ کے لئے روانہ ہو گیا اور وہاں کے جلسہ سے فارغ ہونے کے بعد وایا کلکتہ ۲۰؍شعبان مطابق ۲؍فروری بدھ کے دن دارالعلوم

مہذب پور پہونچ کر اساتذہ وملازمین کو روانہ کرنے کے بعد چندروز علاقائی پروگرام کونمٹانے کے بعد ۲۸؍شعبان مطابق ۱۰؍فروری جمعرات کے دن وطن کے لئے روانہ ہوا اور چندروز گھر پر قیام کرنے کے بعد۔

رمضان المبارک میں اس خادم کے اسفار

۷؍رمضان مطابق ۱۹؍فروری سنیچر کے دن گھر سے روانہ ہوکر وایا پٹنہ یہ خادم بنارس پہونچا اور سات روز بنارس میں اپنے مخلص دوست حاجی یحیٰ صاحب کے مکان پر قیام پذیر رہا۔اس درمیان بنارس کے بہت سے دوستوں سے ملاقات بھی ہوئی اور تراویح کے بعد روزانہ کئی گھنٹہ حاجی عبدالمقیت صاحب کے مکان پر مجلس بھی ہوتی رہی جس میں مختلف موضوعات پر گفتگو ہوا کرتی تھی، اکثر نئے اور پرانے مسائل حاضرین مجلس دریافت کیا کرتے تھے اور ان مسائل کا تشفی بخش جواب پاکر مسرور ومطمئن ہوا کرتے تھے، اس مجلس کی وجہ سے اہل بنارس بالخصوص اشفاق نگر کے رہنے والے اکابر واصاغر کے دل ودماغ میں اس خادم کے اچھے اور گہرے نقوش ثبت ہوئے اور تمام حاضرین نے جی بھر کر ان مجالس کی پذیرائی کی۔

۱۶؍رمضان مطابق ۲۸؍فروری کو بنارس سے روانہ ہوکر دہلی پہونچا اور چار یوم دہلی میں قیام پذیر رہا اور وہاں بھی مختلف احباب سے ملاقات کی۔

۲۱؍رمضان مطابق ۵؍مارچ دہلی سے بذریعہ ٹرین کانپور پہونچا اور پانچ روز کانپور میں قیام کیا اور وہاں بھی بہت سے احباب سے ملاقات کی۔ ۲۵؍رمضان

مطابق ۹ر مارچ کانپور سے وایا جلالپور اور بنارس روانہ ہوکر ۲۹ر رمضان مطابق ۱۳ر مارچ اتوار کے دن غریب خانہ پر پہونچا اور عید کی نماز اپنے گاؤں میں اعزاء واقارب کے ساتھ ادا کی اور ایک ہفتہ قیام کرنے کے بعد ۷ر شوال مطابق ۲۰ر مارچ اتوار کے دن دارالعلوم مہذب پور حاضری ہوگئی۔

دارالعلوم مہذب پور کی باونڈری کے کام کا آغاز

چونکہ اس خادم نے اس علاقہ کے ذمہ داروں سے یہ بات کہہ دی تھی کہ جب تک زمین دارالعلوم کے نام رجسٹری نہیں ہوگی اور دارالعلوم کی رجسٹرڈ زمین کی باؤنڈری نہیں کی جائے گی اس وقت تک دارالعلوم کے نام پر کوئی تعمیری کام شروع نہیں ہوگا، اس شرط کو تمام ذمہ داروں نے تقریراً وتحریراً منظور کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے زمین کی رجسٹری عمل میں آئی جس کا تفصیلی تذکرہ اس سے پہلے آچکا ہے، اس کے بعد دوسرے نمبر پر علاقائی بھٹوں سے اسی ہزار اینٹ کا چندہ ہوا جو موجودہ ذمہ داروں کی نااہلی کی وجہ سے ضائع ہوگئیں۔

بالآخر وہ دن بھی آیا کہ شرط کے مطابق ۲۲ر شعبان ۱۴۱۴ھ مطابق ۴ر فروری ۱۹۹۴ء جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد مہذب پور اور کھٹہنہ کے بزرگ وخورد تمام ذمہ دار عیدگاہ والے باغیچے میں پہونچے اور پیمائش کے بعد سب کی موجودگی میں باؤنڈری کے لئے بنیاد کی کھدائی کا کام شروع ہوا، سب سے پہلا پھاؤڑا اس خادم نے

چلایااوراس کے بعدتمام حاضرین اس میں یکے بعد دیگرے شریک ہوتے گئے۔

اس طرح گویا کہ ۲۲؍شعبان ۱۴۱۴ھ مطابق ۴؍فروری ۱۹۹۴ء جمعہ کے دن دار العلوم مہذب پور کی بنیاد پڑی اور یہی گویا کہ اس کی بنیاد کی تاریخ بنی۔اس کے بعد بالتدریج اینٹ آتی گئی اور باؤنڈری کا کام چاروں طرف سے کچھ عرصہ میں مکمل کرلیا گیا۔

اگر چہ اس بنیادی کام میں مہذب پور ہی کے بعض لوگوں کی طرف سے رخنہ اندازی بھی ہوئی ،لیکن بالتدریج علاقائی ذمہ داروں کے تعاون سے افہام وتفہیم کے ذریعہ اس مسئلہ کوحل کردیا گیا۔

چکیا ابراہیم پور میں حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب کی آمد

سرائے میر سے نندأوں جاتے ہوئے اسرولی کے بعد روڈ کے داہنی طرف ایک مسلم اکثریتی آبادی ہے جس کا نام چکیا ابراہیم پور ہے، وہاں کے باشندوں میں ایک مولانا محمد طاہر صاحب قاسمی نام کے ایک عالم ہیں جنہوں نے ایک لمبا عرصہ سعودیہ میں گزارا ہے، مفتی محمد شعیب صاحب قاسمی ساکن نندأوں ضلع اعظم گڈھ کے وہ جگری دوستوں میں ہیں، مولانا موصوف اوران کے والدمحترم حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری سے عقیدت ومحبت رکھتے تھے، اس لئے مولانا موصوف جب کبھی سعودیہ سے ہندوستان اپنے وطن تشریف لاتے تو از راہ برکت حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب کوضرور دعوت دے کر اپنے گھر پر بلاتے اور طعام کے ساتھ چند گھنٹے کا قیام

حضرت مولانا ان کے مکان پر فرماتے تھے۔

چنانچہ معمول کے مطابق ۲۵؍شوال ۱۴۱۴ھ مطابق ۷؍اپریل ۱۹۹۴ء جمعرات کے دن حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب مولانا موصوف کی دعوت پر چکیا ابراہیم پور تشریف لائے، حسب پروگرام مولانا طاہر صاحب نے اس خادم کو بھی اس دعوت میں شرکت کے لئے مدعو کر رکھا تھا، چنانچہ وعدہ کے مطابق یہ خادم وقت مقررہ پر چکیا ابراہیم پور مولانا موصوف کے مکان پر پہونچ گیا۔ پہونچنے کے بعد حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری نے پوری بشاشت اور اپنائیت ومحبت کے ساتھ اس خادم سے ملاقات کی اور پوری ملاقات میں کوئی لفظ گلہ اور شکوہ کا ظاہر نہیں فرمایا، ساتھ میں کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جب حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب گورینی کے لئے روانہ ہوگئے تو یہ خادم مہذب پور واپس ہوگیا۔ اس طرح ایک خوشگوار ماحول اور موڈ میں حضرت مولانا سے اس خادم کی دیر تک ملاقات رہی۔

دارالعلوم مہذب پور میں تعلیم کا آغاز

جس دارالعلوم کے قیام اور تعمیر اور اجراء تعلیم کے لئے اس علاقہ کے ذمہ داروں نے اس خادم کو روکا اور رکھا چونکہ وہاں سوائے ایک عیدگاہ کے اور کوئی تعمیر نہیں تھی اور نہ ہی طلباء واساتذہ کے قیام کے لئے کوئی جگہ تھی، اس لئے مجبوراً ایک سال تک قریبی ایک گاؤں کے مکتب میں طلباء واساتذہ مقیم رہے اور مطبخ کا نظام بھی وہیں چلتا رہا، چونکہ تقریباً ۵۰ پچاس طلباء مطبخ سے کھانے والے موجود تھے اس لئے مطبخ کا قیام بھی

ایک مجبوری تھی لیکن دھیرے دھیرے دارالعلوم کی اصل جگہ جو مہذب پور کے عیدگاہ کے گردو پیش تھی وہاں تعلیم کے اجراء اور طلباء و اساتذہ کے قیام کے لئے جگہ کی تعمیر فکری و عملی طور پر یہ خادم کرتا رہا۔ چنانچہ رمضان ۱۴۱۴ھ کے بعد تیزی کے ساتھ اس کام کو انجام تک پہونچانے کی کوشش کی گئی، سب سے پہلے عیدگاہ کو ٹین کے ذریعہ مسقّف کیا گیا اور دارالعلوم کی جنوبی اور شمالی باؤنڈری اونچی کرکے اس پر ٹین ڈال کر پندرہ بیس کمرے تیار کئے گئے، جب یہ کام مکمل ہو گیا تو۔

۵ / پانچ ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۷/ اپریل ۱۹۹۴ء اتوار کے دن بعد نماز ظہر دارالعلوم کی اصل عمارت کی جگہ (عیدگاہ) میں باضابطہ عربی فارسی حفظ، پرائمری کی تعلیم کا آغاز کردیا گیا اور دن کے ساتھ رات کی بھی تعلیم یہیں شروع ہوگئی اور عصر کی نماز سے اسی مسقّف عیدگاہ میں نماز کا بھی آغاز کردیا گیا اور طلباء و اساتذہ بھی باضابطہ یہاں قیام پذیر ہوگئے۔ اس طرح الحمد للہ دارالعلوم کا پورا نظام اپنی جگہ پر فعال اور متحرک ہو گیا۔

اگرچہ شروع شروع میں مقامی بعض نادانوں کی وجہ سے مشکلات اور دقتوں کا سامنا کرنا پڑا، لیکن دھیرے دھیرے بفضل الٰہی و بتائید و نصرت غیبی مشکلات میں کمی آتی گئی اور سارا نظام اپنی جگہ پر قائم ہوتا گیا۔

بمبئی کے لئے دارالعلوم کے وفد کی روانگی

دارالعلوم کے ابتدائی دور میں ہونے کی وجہ سے ضروریات کی کثرت اور

وسائل و مال کی قلت کا شکار یہ ادارہ ایک طویل عرصہ تک رہا، مقامی لوگوں کے عدم تعاون کی وجہ سے مشکلات دو چند ہوگئیں، حالانکہ ابتداء میں سبھی لوگوں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم ادارہ کی تعمیر و ترقی میں بھر پور حصہ لیتے رہیں گے، لیکن لوگوں کا وعدہ صرف زبانی ہی ثابت ہوا۔

مدرسہ کے مالی مشکلات کو دیکھتے ہوئے یہ طے پایا کہ بمبئی ایک وفد جانا چاہئے تا کہ ادارہ کے تعارف کے ساتھ اہل خیر حضرات کو اس ادارہ کی طرف متوجہ کرایا جاسکے اور مالی فراہمی کی کوئی شکل پیدا ہوسکے۔ چنانچہ چار نفری قافلہ مشورہ کے بعد طے پایا جس قافلہ میں اس خادم کے ساتھ مہذب پور کے حاجی اقبال احمد صاحب اور مدرسہ کے دو مدرسین حافظ محمد عالم اور مولانا شبیر احمد قاسمی طے پائے، چنانچہ یہ چہار نفری قافلہ ۲۶/صفر ۱۴۱۵ھ مطابق ۵/اگست ۱۹۹۴ء جمعہ کے دن بذریعہ مہانگری ایکسپریس بمبئی کے لئے روانہ ہوا اور بمبئی پہونچنے کے بعد جناب مقصود احمد خاں صاحب ساکن کجرا کول ضلع اعظم گڈھ کی رہائش گاہ پر یہ قافلہ قیام پذیر ہوا۔ تقریباً ۲۰/روز بمبئی و بھیونڈی کے مختلف علاقوں میں واقفین احباب سے ملاقات کی گئی اور الحمد للہ ان ملاقاتوں کا خاطر خواہ ثمرہ بھی ظاہر ہوا، اس سفر میں جناب مقصود احمد خاں صاحب نے پوری اپنائیت اور محبت کے ساتھ پورے قافلے کی ضیافت کی اور اس کے ساتھ اپنی ظرافت طبع سے بھی حاضرین کو ہمیشہ محظوظ کرتے رہے اور ہر طرح کی راحت و آرام اور بروقت خورد و نوش کا بہت اہتمام کے ساتھ انتظام کرتے رہے، ایک دن وہ آیا کہ سفر اپنے پروگرام کے مطابق اختتام کو پہونچ گیا اور ۱۶/ربیع الاول

۱۴۱۵ھ مطابق ۲۵ راگست ۱۹۹۴ء جمعرات کے دن بمبئی سے روانہ ہوکر یہ وفد بعافیت تمام دارالعلوم مہذب پور پہونچ گیا۔

دیوبند میں ہونے والے فقہی اجتماع کی شرکت

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے قیام اوراس کے کامیاب سمیناروں کے چند سالوں کے بعد جمعیۃ علماء ہند بھی حرکت میں آئی اورادارۃ المباحث الفقہیہ نامی ادارہ کو جوگم نام ہو چکا تھا از سر نو زندہ کیا گیا اور جمعیۃ علماء ہند کے ذمہ داروں نے اس مدفون ادارہ کو زندہ کرکے فقہی اجتماع کے نام سے اجتماعات شروع کئے جواجتماعات اکثر دیوبند میں ہوا کرتے تھے، کبھی کبھار کوئی فقہی اجتماع دیوبند سے ہٹ کر بھی کر لیتے تھے۔

دیوبند میں فقہی اجتماع کے انعقاد کا ایک راز یہ بھی تھا کہ وہاں شرکاء اجتماع سے زیادہ دارالعلوم دیوبند کے طلباء واساتذہ کی شرکت ہوجایا کرتی تھی جس کے نتیجہ میں اچھی نمائندگی اور کارکردگی بن جایا کرتی تھی جونمائندگی اور کارکردگی دیوبند سے ہٹ کر دوسرے مقامات پر مفقود رہا کرتی تھی، اس لئے فقہی اجتماعات کے لئے ترجیحی طور پر سرزمین دیوبند کا انتخاب کیا جاتا تھا۔

چنانچہ اس اجتماع میں شرکت کے لئے ۱۶ر جمادی الاولی ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۲ر اکتوبر ۱۹۹۴ء سنیچر کے دن بذریعہ کسان ایکسپریس شاہ گنج سے روانہ ہوکر وایا سہارنپور اگلے دن دیوبند پہونچ گیا اور ۲۳، ۲۴، ۲۵ر اکتوبر بروز اتوار، پیر، منگل

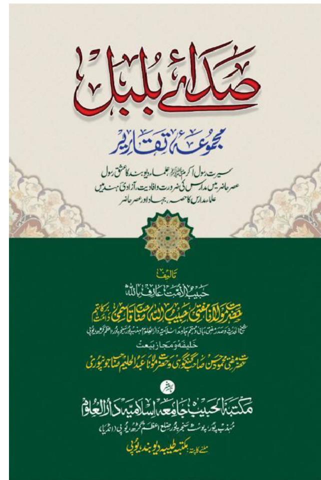
سہ روزہ فقہی اجتماع میں شرکت کرنے کے بعد ۲۶، ۲۷/اکتوبر بدھ اور جمعرات کو حسب پروگرام اصلاح نصاب کانفرنس میں شرکت کی جو نشستن وگفتن و برخاستن کی مصداق ثابت ہوئی، اہل مدارس کو اس کانفرنس سے جو توقعات وابستہ تھیں ان میں سے کسی کی کوئی توقع پوری نہیں ہوئی۔ بہرحال اس دو روزہ کانفرنس میں شرکت کرنے کے بعد ۲۷/اکتوبر جمعرات کے دن بذریعہ نوچندی ایکسپریس دیوبند سے روانہ ہوکر ۲۸/اکتوبر جمعہ کے دن دارالعلوم مہذب پور پہونچ گیا، اس طرح یہ سفر بعافیت پورا ہو گیا۔

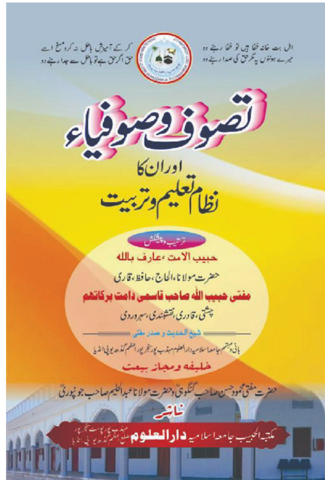
دارالعلوم مہذب پور میں مدارس عربیہ متحدہ کا اجلاس

قصبہ سرائے میر ضلع اعظم گڈھ میں ایک مرتبہ علاقائی چند علماء کرام جمع تھے، دوران گفتگو یہ بات آئی کہ جونپور اعظم گڈھ میں بہت سے مدارس ہیں جن میں سے ہر ایک کی حیثیت ایک اسٹیٹ کی ہے، اگر ان سارے مدارس کا ایک وفاق بن جائے اور یہ ایک دوسرے سے مربوط ہوجائیں تو ان مدارس کی توانائی میں کئی گنا اضافہ ہوجائے گا اور ایک دوسرے سے رابطہ میں بھی اضافہ ہوگا اور کسی کو ان مدارس پر نگاہ بد ڈالتے ہوئے سو بار سوچنا پڑے گا۔ چنانچہ اس کی تمام حاضرین مجلس نے تائید کی اور اس کے نقوش اور خطوط کی تیاری کے لئے حاضرین نے اس خادم کو نامزد کیا۔ چنانچہ اس خادم نے کئی مہینے کی کاوش کے بعد ایک کاغذی خاکہ اس کا تیار کیا اور اس وفاق کا نام ''المدارس العربیۃ المتحدۃ'' اس خادم نے رکھا، جب یہ خاکہ دوستوں کے سامنے

پیش کیا گیا تو سب نے بنگاہ تحسین اس کو دیکھا اور اس خادم کی حوصلہ افزائی کی اور یہ طے پایا کہ اس کا پہلا اجلاس دارالعلوم مہذب پور میں بلایا جائے۔ چنانچہ اس اجلاس کے لئے ۱۹ر جمادی الثانیہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۴ر نومبر ۱۹۹۴ء بروز جمعرات اجلاس کی تاریخ طے پائی۔ چنانچہ اس کے بعد یہ خادم اس اجلاس کی تیاری میں ہمہ تن مصروف ہوگیا اور کئی ہفتوں کی تیاری کے بعد جب اجلاس کا وقت آیا تو علاقائی سیکڑوں علماء اس پروگرام میں شریک ہوئے، اس طرح دارالعلوم مہذب پور کا یہ دوسرا اجلاس تھا اور ماشاءاللہ ۹ر حفاظ کرام کی دستار بندی بھی عمل میں آئی، اور الحمدللہ ہر اعتبار سے اجلاس کامیاب رہا، لیکن اس کے بعد اس وفاق کو بعض دوستوں کی نظر لگ گئی اور اس کا دوسرا پروگرام کسی مدرسہ میں نہیں ہوسکا، جس کی وجہ سے یہ وفاق متحرک بالفعل نہیں بن سکا اور بالتدریج سرد خانہ کی نذر ہوگیا، اس طرح ایک لمبی کوشش رائیگاں ہوگئی۔







۱۹۹۵ء مطابق ۱۴۱۵ء کے اہم واقعات:

دارالعلوم ماٹلی والا بھروچ کے فقہی سمینار میں شرکت

صوبہ گجرات ضلع بھروچ کے دو اہم مدارس ہیں (۱) دارالعلوم ماٹلی والا (۲) دارالعلوم کنتھاریہ، ان دونوں اداروں کو اہل گجرات عقیدت ومحبت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ہر طرح کی قربانی پیش کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان دونوں اداروں نے ہندوستان ہی نہیں بلکہ بیرون ہند بھی اچھا نام اور اونچا مقام پیدا کیا ہے اور تعلیمی میدان میں بھی ان دونوں اداروں کی نمایاں کارکردگی رہی ہے۔

دارالعلوم ماٹلی والا کے مہتمم جناب مفتی احمد دیولا صاحب اور وہاں کے استاذ حدیث اور طوطی گجرات اور جمعیۃ علماء گجرات کے صدر حضرت مولانا عبد الحنان صاحب قاسمی جن کے قریبی تعلقات حضرت قاضی مجاہد الاسلام صاحب سے تھے، ان دونوں حضرات کی کاوش اور دیگر بہت سے احباب کی محنت سے دارالعلوم ماٹلی والا بھروچ میں ۳۰، ۳۱ ر دسمبر ۱۹۹۴ء اور ۱، ۲ ر جنوری ۱۹۹۵ء ۲۶-۲۹ ر رجب ۱۴۱۵ھ از جمعہ تا دوشنبہ چار روزہ سمینار طے پایا جس میں موضوع بحث مرغی کا مشینی ذبیحہ تھا، لیکن افسوس چار روز کی مسلسل کاوش کے باوجود مرغیاں مشین سے ذبح ہوکر امت کے لئے حلال وطیب بن کر نہیں نکل سکیں بلکہ حلال وحرام کے درمیان مرغیاں تڑپتی رہ گئیں اور

سمینار ختم ہوگیا۔

دعوت کے مطابق یہ خادم بھی ۲۴؍رجب ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۸؍دسمبر ۱۹۹۴ء بدھ کے دن بنارس سے بذریعہ تاپتی گنگا روانہ ہوکر ۲۶؍رجب مطابق ۳۰؍دسمبر جمعہ کے دن وایا سورت یہ خادم دار العلوم ماٹلی والا پہونچا اور اس کامیاب و بامقصد پروگرام میں شرکت کرنے کے بعد برہانپور واپس آیا اور ۹؍شعبان مطابق ۱۱؍جنوری بدھ کے دن برہانپور کے ایک بڑے جلسے میں شرکت کر کے اعظم گڈھ کے لئے واپسی ہوئی۔

سفر دہلی و دیوبند

دار العلوم ماٹلی والا بھروچ کے سمینار سے واپسی کے بعد سالانہ امتحان کی مصروفیت رہی، اس سے فارغ ہونے کے بعد یہ خادم ۱۷؍شعبان ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹؍جنوری ۱۹۹۵ء دیوبند کے لئے روانہ ہوا، وایا دہلی دیوبند پہونچ کر چند روز دیوبند میں قیام رہا، خانقاہی نظام سے وابستہ ہوکر چند روز روحانی فیض حاصل کرتا رہا، اس کے بعد ۲۱؍شعبان مطابق ۲۳؍جنوری دہلی کے لیے واپسی ہوگئی۔

دبئی کا تیسرا سفر

حسب پروگرام و نظام یہ خادم ۲۲؍شعبان ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۴؍جنوری ۱۹۹۵ء منگل کے دن دبئی کے لئے روانہ ہوا اور حسب معمول احباب و دوستوں کی ملاقات اور

پروگرام میں مصروف ہوگیا جس دن یہ خادم شارجہ میں موجود تھا۔

خادم کے والد محترم کا انتقال

اچانک میرے ایک دوست کمرہ میں آئے اورانہوں نے یہ اندوہناک خبر سنائی کہ ۲۰/رمضان ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۱/فروری ۱۹۹۵ء منگل کے دن بعد نماز مغرب سوا سات بجے اس خادم کے والد بزرگوار ابوالعلماء والمشائخ جناب الحاج وشیخ یار محمد صاحب نے ہمیشہ کے لئے اس دار فانی کو الوداع کہہ دیا، اِنا للہ و اِنا اِلیہ راجعون۔ یہ خبر بجلی کی طرح دل و دماغ پر گری اور دل و دماغ کو مفلوج کرکے رکھ دیا اور ایک خاص بات کو یاد کرکے بار بار روتا رہا، وہ یہ کہ دبئی کے سفر کے لئے جب یہ خادم بعد نماز فجر گھر سے نکلا اور والد محترم کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو دروازہ بند پایا یہ سوچ کر دروازہ کو دستک دے کر اندر پہونچ کر ملاقات نہیں کی کہ شاید طبیعت خراب ہو جس کی وجہ سے آرام کررہے ہوں اور دروازہ کو دستک دینے کی وجہ سے ان کو تکلیف ہوگی، اس لئے بغیر ملاقات کیے صرف والدہ سے ملاقات کرکے اور ابا کے سلام کا پیغام ان کو دے کر وہاں سے میں روانہ ہوگیا کہ ابھی دو ہفتے کے بعد تو میری واپسی ہوجائے گی اور عید انشاء اللہ ابا کے ساتھ ہوگی، لیکن یہ کسی کو معلوم نہیں تھا کہ اللہ کا فیصلہ کچھ اور ہی ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ والد محترم ہمیشہ کے لئے روپوش ہوگئے اور جن بچوں کی تعلیم وتربیت پر انہوں نے اپنی پوری زندگی اور اس کی پوری کمائی لگادی، یعنی برادر اکبر اور اوسط اور اصغر یہ تینوں نہ الوداعی ملاقات کرسکے نہ تجہیز وتکفین میں شریک ہوسکے اور نہ ہی تین

مشت خاک ڈال سکے، دعاء ہے اللہ تعالیٰ والدمحترم نیز والدہ محترمہ دونوں کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسران ثلاثہ کی دینی خدمات کو دونوں کے لئے اجر وذخر بنائے اوران تینوں کی دینی خدمات کا بہترین صلہ اوراجر والدین کوعطا فرمائے۔آمین

چنانچہ یہ جانکاہ خبر سننے کے بعد۲۲؍رمضان مطابق ۲۳؍فروری جمعرات کے دن دبئی سے روانہ ہوکر۲۴؍رمضان مطابق ۲۵؍فروری سنیچر کے دن مغرب کے بعد والدہ کی قدموں میں حاضر ہوگیا اور پہونچ کر والدہ کو جی بھر کرتسلی دیا اورکئی ہفتہ گھر پر قیام کر کے والدہ کوتسلی دیتا رہا۔

تذکرہ حاجی شمیم الدین جھٹکاہی چمپارن

جھٹکاہی جواس خادم کی آبائی بستی ہے وہاں کے ایک زمیندار خاندان کے دو بھائی تھے (۱) حاجی جمیل اختر (۲) حاجی وکیل اختر، یہ دونوں بھائی گاؤں کے سربرآوردہ شخصیات میں سے تھے، حاجی وکیل اختر بالخصوص بہت سی خصوصیات کے حامل تھے،ان میں سے ایک بڑی خصوصیت ان کے اندر یہ تھی کہ وہ غریب پرور تھے، گاؤں میں چلتے پھرتے غریبوں پرنظر رکھتے تھے اورحتی الامکان ان کی حاجت روائی کی کوشش کرتے تھے، یہ ایک ایسی خوبی تھی جس کی وجہ سے وہ گاؤں کے لوگوں میں سے ہرایک کے دل میں بستے تھے،لیکن جب اللہ کی طرف سے وقت آیا اور ہمیشہ کے لئے انہوں نے دنیا کوخیر باد کہہ دیا تومہینوں گاؤں کے غرباءان کویاد کرتے رہے۔

حاجی وکیل اختر کے برخوردار جناب الحاج شمیم الدین صاحب اگر چہ اپنے والد بزرگوار کے نقش قدم پر پوری طرح نہیں چل سکے لیکن والد محترم کے اندر جوخوبیاں تھیں ان کی جھلک کبھی کبھار ضرور دکھائی دیتی تھی۔

چنانچہ خادم کا وہ مکان جس میں خادم کے ساتھ اہل وعیال کی رہائش تھی وہ زمین بھی والد محترم کو باصرار حاجی وکیل اختر صاحب نے بدلین میں یہ کہہ کر دیا تھا کہ یار محمد تمہارے بچے کئی ایک ہیں، ان کی رہائش کے لئے جوتمہارے پاس گھر کی زمین ہے وہ کم پڑے گی، اس لئے زمین سے بدل کرتمہارے گھر کے قریب روڈ کے پورب طرف جوزمین ہے وہ حاصل کرلو۔ چنانچہ والد محترم نے ٦ چھ کٹھا زمین جو حاجی وکیل اختر کے مکان کے قریب تھی اس کو دے کر اپنی رہائش گاہ کے قریب ٣ تین کٹھا زمین روڈ کے قریب حاصل کرلی اوراس پر بعد میں مکان بنا کر پہلے تو بیٹھکہ بنایا اس کے بعد اینٹ کا پختہ مکان بنا کر اپنے تین پسران نجیب اللہ، کلیم اللہ اور حبیب اللہ کو اس پر آباد کردیا۔

اس مکان کی شرقی دیوار سال میں ایک دومرتبہ ضرور گر جاتی تھی جس کی وجہ سے اکثر پریشانی اٹھانی پڑتی تھی، نیز بغل میں صاحب زمین جناب شمیم الدین صاحب کی کھیتی کا بھی نقصان ہوتا تھا، بار بار اس حادثہ کی وجہ سے برادران کو یہ خیال ہوا کہ کیوں نہ تھوڑی سی زمین حاجی وکیل اختر صاحب مرحوم کے برخوردار شمیم الدین سے کہہ کر حاصل کرلی جائے تا کہ بار بار دیوار کے گرنے کا مسئلہ ختم ہوجائے۔

چنانچہ جب اس کا تذکرہ ان سے کیا گیا تو وہ زمین دینے کے لئے راضی ہوگئے اور یہ کہا کہ جتنی زمین چاہئے اور جدھر سے چاہئے آپ لے لیں۔ چنانچہ

-/25000 پچیس ہزارروپئے کٹھا کے حساب سے زمین طے پائی اور چار کٹھے زمین ۱۹؍ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۰؍مئی ۱۹۹۵ء سنیچر کے دن انہوں نے پیسہ لے کر اس خادم کے نام رجسٹری کردی۔

تذکرہ برادرم حاجی کلیم اللہ صاحب جھٹکاہی چمپارن

جب شمیم الدین صاحب سے زمین حاصل ہوگئی تو اس کی باونڈری کا کام سب سے پہلے کیا گیا اور جگہ خالی ہونے کی وجہ سے اس میں آم کا باغیچہ لگادیا گیا جو چند سال کے بعد مثمر اور بارآور بھی ہوگیا۔

ادھر آبائی مکان اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود برادران کے بچوں کے بڑے ہونے کی وجہ سے تنگ پڑ گیا تو اس مکان سے سب سے پہلے برادر اوسط نکلے اور انہوں نے مدرسہ مجیدیہ کے پچھّم طرف اور روڈ کے پورب طرف ۲ کٹھا زمین حاصل کر کے اپنا رہائشی مکان تعمیر کرلیا اور آبائی مکان سے ہجرت کر کے ذاتی مکان میں منتقل ہوگئے، باوجودیکہ انہوں نے بار بار اپنی زبان سے اس کا اظہار کیا کہ اس آبائی مکان سے میرے جانے کے بعد میرا جو حصہ ہوگا تم دونوں بھائی اس کو استعمال کرنا، لیکن وہ کسی مجبوری کی وجہ سے اپنی زبان اور وعدہ پر قائم نہیں رہ سکے۔

اور ادھر بالتدریج برادرم حاجی کلیم اللہ صاحب اور خادم کے بچے بڑے ہوتے گئے اور دونوں کو الگ مکان کی شدت سے ضرورت محسوس ہونے لگی، تب اس

خادم نے خاندان کے چندافراد کوجمع کیا جن میں برکت اللہ، کرامت اللہ، مستقیم احمد، بھائی شفیع اللہ، بھائی کلیم اللہ خصوصیت سے شریک مجلس ہوئے۔

ان حضرات کی موجودگی میں اس خادم نے اپنی بات پیش کی کہ چونکہ اب ہم دونوں بھائیوں کے بچے بڑے ہوگئے ہیں اور برادراوسط نے اپنا حصہ جو دینے کا وعدہ کیا تھا وہ اپنے وعدہ سے مکر چکے ہیں، اس لئے آبائی مکان کی حالی وسعت دونوں بھائیوں کی فیملی کے لئے تنگ پڑ چکی ہے، لہٰذا اب کسی ایک بھائی کو پیچھے کی زمین پر منتقل ہونا پڑے گا جو شمیم الدین صاحب سے ماضی قریب میں حاصل کی گئی ہے۔

تمام شرکاءمجلس نے میری بات کو بہت سنجیدگی سے سنا اور متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ بات آپ کی بالکل صحیح ہے، لیکن پورب والی حاصل کردہ زمین میں آپ کو منتقل ہونا پڑے گا، لہٰذا آپ اپنی ضرورت کے اعتبار سے اس میں نیا مکان تعمیر کریں اور اس زمین میں آپ منتقل ہوجائیں جس زمین کو آپ نے ذاتی پیسے سے شمیم الدین صاحب سے خریدی ہے، اس خادم نے اہل مجلس کے متفقہ فیصلہ کو قبول کیا اور پورب والی زمین کے خالی حصے میں منتقل ہونے اور تعمیر مکان کو اس خادم نے منظوری دے دی۔

اس کے بعد دوسرا مسئلہ اس خادم نے یہ پیش کیا کہ اس خادم کے شرقی جانب منتقل ہونے کے بعد روڈ سے مکان تک جانے کے راستے کا کیا ہوگا، اس پر برادرم حاجی کلیم اللہ صاحب نے کہا کہ آپ راستے کی فکر نہ کریں، اس کا انتظام ہوجائے گا اگر کوئی انتظام نہیں ہوسکا تو آبائی مکان میں جو حصہ میرا ہے اس کو توڑ کر روڈ سے اندر تک جانے کا راستہ میں بنادوں گا جس کو سبھی حاضرین مجلس نے بالاتفاق منظور کیا۔

چونکہ برادرم حاجی کلیم اللہ صاحب کا برتاؤ اور والدین اور بھائی بہنوں کے ساتھ ان کی شفقت ومحبت بچپن سے دیکھتا رہا، اس لئے ان کی زبان پر اس خادم کو پورا بھروسہ تھا، لہٰذا طے شدہ پروگرام کے مطابق حسب وسعت ایک چھوٹا سا آشیانہ اس خادم نے اپنے لئے آبائی مکان کے شرقی جانب حاصل شدہ زمین میں تعمیر کروا دیا اور اس کے بعد مع اہل وعیال اس میں مقیم ہو گیا۔

اور جب روڈ سے مکان تک بعض حضرات کے بار بار وعدے کے باوجود راستہ نہیں نکل پایا تو برادرم حاجی کلیم اللہ صاحب نے کھڑے ہو کر آبائی مکان سے حاصل شدہ اپنا کمرہ منہدم کروا کر روڈ سے میرے مکان تک راستہ کلیئر کیا، یہی نہیں بلکہ اس کے بعد راستہ والے حصہ کو باضابطہ رجسٹری بھی کر دیا اس کے بدلے میں اس خادم نے آبائی مکان میں اپنا حصہ سترہ دھور زمین اور اس پر تعمیر شدہ چار کمرے اس خادم نے برادرم حاجی کلیم اللہ صاحب کے نام رجسٹری کر کے **ھل جزاء الاحسان الا الاحسان** پر عمل کیا۔

برادرم حاجی کلیم اللہ صاحب اگر چہ عرفی عالم نہیں تھے بلکہ ان کی تعلیم کی بقا واجرا میں برادران ثلاثہ (اکبر، اوسط، اصغر) کی تعلیم حائل وحاجز بنی، اس لئے کہ مدرسہ مجیدیہ میں جب یہ زیر تعلیم تھے تو والد محترم کھیتی کے کام کاج کے لئے ان کو درسگاہ سے اٹھا کر لے آتے اور جب کبھی دوسرے اساتذہ اس پر اعتراض کرتے تو والد بزرگوار اس کے جواب میں یہ فرماتے کہ تین تو پڑھنے میں لگے ہوئے ہیں اگر اس کو بھی پڑھنے ہی کے لئے چھوڑ دوں تو کھیتی کے کاموں میں میرا معاون کون بنے گا۔

چنانچہ پوری زندگی کھیتی اور گھریلو کاموں میں معاون اور معین بنے رہے جس کی وجہ سے ناظرہ قرآن شریف سے زائد ان کی تعلیم نہیں ہوسکی۔

لیکن ہمیشہ والدین اور بھائی بہنوں کے ساتھ بہت زیادہ مشفقانہ ومخلصانہ اور ہمدردانہ برتاؤ رکھا خود اس خادم کے ساتھ شروع سے آج تک ان کا جو محبت واپنائیت کا برتاؤ ہے اس کو یہ خادم کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔

لیکن اس کا افسوس ضرور ہے کہ دیگر برادران اور ان کے اہل وعیال کی ایک طویل عرصہ تک جس انداز سے انہوں نے خدمت کی اس کا صلہ ان کو نہ مل سکا اور نہ وہ دے سکے جس کا قلق آج بھی اس خادم کو ہے اور برادران نے قولی وعملی طور پر ان سے جو وعدے کئے ان میں سے کوئی بھی وعدہ وہ نہیں پورا کرسکے، دعاء ہے کہ برادر محترم کی خدمت کا صلہ اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں نصیب فرمائے اور ان کے صبر پر ان کو اجر جزیل سے سرفراز فرمائے۔

ایک عظیم سانحہ

جیسا کہ اس سے قبل کی تحریر میں یہ بات آچکی ہے کہ یہ خادم مہذب پور کے پرانے باغ میں دارالعلوم کے قیام کے لئے آیا تھا، لیکن چونکہ طلباء اساتذہ کے ٹھہرنے کی کوئی جگہ باغیچہ میں نہیں تھی اس لئے قریبی گاؤں کے ایک مکتب کی عمارت کو طلباء واساتذہ کی قیامگاہ کے لئے کئی مہینوں تک استعمال کیا گیا، جس مکتب کا ناظم کئی سال

سے یہ خادم تھا اور وہاں کی نظامت کے زمانہ میں تعلیم سے متعلق ضروری چیزیں سب اس خادم کی فراہم کردہ تھیں، جب مہذب پور کے باغیچے میں طلباء، اساتذہ کے قیام کے لائق تعمیر ہوگئی تو تمام طلبا اور اساتذہ جن کی تعداد پچاس کے قریب تھی اسباب تعلیم یعنی چوکی، تپائی، ڈیکس بچھانے کے لئے ٹاٹ و دری وغیرہ کے ساتھ دار العلوم کی مستقل عمارت میں منتقل ہوگئے، یہاں آنے کے چند روز کے بعد اس بستی کے بہت سے لوگ دار العلوم کے احاطہ میں آئے اور اسباب تعلیم یعنی چوکی، ڈیکس، تپائی، ٹاٹ وغیرہ سب اٹھا کر لے گئے، حالانکہ یہ چیزیں اس خادم ہی کی بنائی ہوئی تھیں جن پر شرعاً واخلاقاً ان کا کوئی حق نہیں تھا، لیکن بزور طاقت سب کچھ یہ لوگ اٹھا لے گئے، اس خادم نے یہ سوچ کر صبر کیا کہ ''جوابِ جاہلاں باشد خموشی''۔ گویا کہ جتنے دنوں مکتب کی عمارت میں قیام رہا اس کا کرایہ سمجھ کر یہ لوگ اٹھا لے گئے، لیکن اس خادم کے صبر کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند روز کے اندر چوکی، تپائی، ڈیکس و دیگر لوازمات علاقائی معاونین کے تعاون سے بن کر تیار ہوگئے اور جس نے بھی ان لوگوں کی یہ حرکت سنی ان کو ملامت کیا۔ ۲۶/ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۷/مئی ۱۹۹۵ء سنیچر کے دن یہ دلدوز واقعہ پیش آیا۔

مختلف مقامات کے اسفار

۵/محرم ۱۴۱۶ھ مطابق ۵/جون ۱۹۹۵ء دوشنبہ کے دن بذریعہ پنجاب میل یہ خادم بنارس سے کلکتہ کے لئے روانہ ہوا اور کلکتہ میں ۶/روز قیام کرنے کے بعد ۱۱/محرم

مطابق ۱۱؍جون اتوار کے دن بذریعہ راجدھانی دہلی کے لئے روانگی ہوئی، دہلی پہونچکر ۱۳؍محرم مطابق ۱۳؍جون منگل کے دن بذریعہ دہرہ دون ایکسپریس دیوبند کے لئے روانہ ہوا، تین روز دیوبند میں قیام کرنے کے بعد ۱۵؍محرم مطابق ۱۵؍جون جمعرات کے دن دیوبند سے وایا دہلی بنارس پہونچا اور ۱۷؍محرم مطابق ۱۷؍جون سنیچر کے دن دارالعلوم مہذب پور میں حاضری ہوگئی۔

سفر سنگاپور و بورنائی وملیشیا

احباب کے اصرار اور خواہش پر ۹؍صفر ۱۴۱۶ھ مطابق ۸؍جولائی ۱۹۹۵ء دارالعلوم مہذب پور سے روانہ ہوکر دہلی پہونچا اور دہلی سے بذریعہ فلائٹ ۱۱؍صفر مطابق ۱۰؍جولائی دوشنبہ کے دن سنگاپور پہونچا۔ تقریبا ۲۲؍روز سنگاپور میں قیام کرنے کے بعد ۴؍ربیع الاول مطابق ۲؍اگست بدھ کے دن سنگاپور سے بورنائی کے لئے روانگی ہوئی۔

تذکرہ حاجی انتظار احمد خاں صاحب منڈیار ضلع اعظم گڈھ

سنگاپور کا یہ سفر اس خادم کا پہلا سفر تھا جس کی وجہ سے کام کے نشیب وفراز اور دیگر لوازمات سے مکمل نابلد تھا، بہرحال سنگاپور ایئرپورٹ پہونچنے کے بعد جب باہر نکلا تو حاجی انتظار احمد خاں صاحب ساکن منڈیار ضلع اعظم گڈھ ایئرپورٹ کے گیٹ پر

حاضر ملے، بہت بشاشت کے ساتھ انھوں نے ملاقات کی اور اپنے ساتھ لے کر اپنے فلیٹ پر گئے جہاں ان کے دوکان اور ہوٹل کے ملازمین کے ساتھ باہر سے آنے والے علماء کرام قیام کیا کرتے تھے۔ حاجی صاحب موصوف نے اس کے بعد نکھا مارکیٹ کی اپنی دوکان دکھلائی اور اس سے چند قدم آگے کھانے کا اپنا ہوٹل دکھایا اور کہا کہ مفتی صاحب قیام کے لئے میرا فلیٹ ہے، جب وہاں سے دل چاہے تو دوکان پر آکر بیٹھ جایا کریں اور کھانے کے لئے میرا ہوٹل حاضر ہے جب بھوک لگے جو دل چاہے آکر یہاں سے کھا لیا کریں۔ اس ہوٹل کے چند قدم کے فاصلہ پر روڈ کے بائیں طرف ایک مرکزی مسجد تھی جس سے تبلیغی جماعت کے مرکز کا بھی کام لیا جاتا تھا اور اس مسجد سے چند قدم کے فاصلہ پر روڈ کے داہنے طرف مصطفیٰ پلازہ کے نام سے ایک طویل وعریض پلازہ تھا جو حاجی مصطفیٰ صاحب ساکن جونپور کا بنایا ہوا تھا جس میں سیکڑوں سے زائد ملازمین تھے اور چھوٹی بڑی چیز وہاں دستیاب تھی۔

۲۰/روز کے قیام کے دوران حاجی انتظار احمد خاں صاحب کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا اور ان کی قیادت ورہبری میں جونپور واعظم گڈھ کے بہت سے احباب سے ملاقاتیں ہوئیں، حاجی صاحب موصوف بہت سادہ مزاج نرم طبیعت ملنسار اور نیک صفت انسان تھے، اس کے بعد سے جب تک حاجی صاحب موصوف زندہ رہے اس خادم کے ساتھ بہت ہی اپنائیت اور مشفقانہ برتاؤ رکھتے تھے، ہائی شوگر کے مریض تھے، اخیر عمر میں سنگاپور چھوڑ کر گھر پر قیام پذیر ہو گئے تھے اور شوگر ہی کے عارضہ میں ہمیشہ کے لئے ایک دن انہوں نے اس دنیا کو خیر باد کہہ دیا۔ الحمد للہ ان کے

جنازہ اور تدفین میں شرکت کا موقعہ ملا، دعاء ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، اور درجات کو بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔

۴/ربیع الاول مطابق ۲/اگست سنگاپور سے بذریعہ فلائٹ بورنائی کے لئے روانگی ہوئی اور تقریباً ۱۶/دن بورنائی میں قیام رہا، یوں تو قیام مختلف مقالات پر رہا، لیکن زیادہ قیام ابوبکر بھائی ساکن بسہم مقیم حال سرائے میر کی قیامگاہ پر رہا اور جونپور اعظم گڈھ کے جو احباب وہاں مقیم تھے ان کی ملاقات کی رہبری کا کام ابوبکر بھائی ساکن بسہم اور حاجی ابوطالب صاحب ساکن کوٹلہ ضلع اعظم گڈھ نے زیادہ انجام دیا۔

بالآخر ۲۱/ربیع الاول مطابق ۱۹/اگست بورنائی سے روانہ ہوکر سنگاپور پہونچا اور ۲۳/ربیع الاول مطابق ۲۱/اگست دوشنبہ کے دن سنگاپور سے روانہ ہوکر دہلی پہونچا اور ۲۴/ربیع الاول مطابق ۲۲/اگست منگل کے دن دہلی سے روانہ ہوکر دارالعلوم مہذب پور پہونچ گیا۔

سفر بمبئی و بھیونڈی

بمبئی اور بھیونڈی کے احباب کے اصرار پر ۲۰/ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۷/ستمبر ۱۹۹۵ء اتوار کے دن بنارس سے بذریعہ ہمگری ایکسپریس بمبئی کے لئے روانہ ہوا اور ۲۰/دن بمبئی و بھیونڈی ملا کر قیام رہا۔ اس سفر میں بھی بہت سے نئے پرانے احباب سے ملاقات کی نوبت آئی، بمبئی کا قیام حسب سابق جناب مقصود خاں صاحب

کے مکان پر مرول ناکہ میں ہوا اور بھیونڈی میں قیام حاجی نثار احمد صاحب ساکن مصطفیٰ آباد ضلع اعظم گڈھ کے مکان پر رہا، بمبئی اور بھیونڈی کے مختلف مساجد میں خطابات بھی ہوئے جیسے مسجد بیت السلام بھیونڈی۔ کرلا مرکز والی مسجد بمبئی ٹیکسی مین کالونی کرلا بمبئی جامع مسجد ملت نگر بمبئی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں، بھیونڈی کے قیام کے دوران محترم جناب حاجی نثار احمد صاحب اوران کے جملہ برادران حاجی علی احمد صاحب و حاجی عبدالرحمٰن صاحب و حاجی ذوالفقار احمد صاحب کی بھرپور اپنائیت ومحبت شامل حال رہی۔

تذکرہ حاجی نثار احمد صاحب ساکن مصطفیٰ آباد ضلع اعظم گڈھ

حاجی نثار احمد صاحب مہذب پور کے قریب مصطفیٰ آباد ضلع اعظم گڈھ کے رہنے والے تھے کاروبار اور معیشت کی تلاش میں بھیونڈی گئے اور کچھ ہی عرصہ کی کدوکاوش اور سعی بلیغ کے بعد کاروبار کا معتد بہ مقدار قابو میں آ گیا اپنی جانفشانی اور عرق ریزی کے ذریعہ کچھ ہی عرصہ میں بالتدریج اپنے تمام بھائیوں کو وہاں بلوالیا اور اپنا ذاتی رہائشی مکان بھی وہاں تعمیر کرلیا، دھیرے دھیرے سب کے بچے بڑے ہوتے گئے اور سب نظام معیشت سے وابستہ ہوتے گئے، کچھ ہی عرصہ میں بھیونڈی کے نمایاں تاجروں میں آپ کا شمار ہونے لگا۔

نرم مزاج ملنسار خوش اخلاق صوم وصلوۃ کی پابندی کے ساتھ علماء نواز بھی تھے

اس خادم کی بھیونڈی میں بھرپور ہمت وحوصلہ افزائی فرمائی اور آبائی مکان کی قرب مکانی کی مناسبت سے جب تک سفر ہوا پوری اپنائیت کا ثبوت دیا اور بھیونڈی کے تاجروں اور علاقائی لوگوں سے قابل اعتماد تعارف کرایا جس کے نتیجے میں بھیونڈی کے خواص بہت جلد متعارف ہوگئے اور مساجد میں پروگرام شروع ہوگیا اور ان کی اس محبت کی وجہ سے بھیونڈی کا بار بار سفر ہونے لگا۔

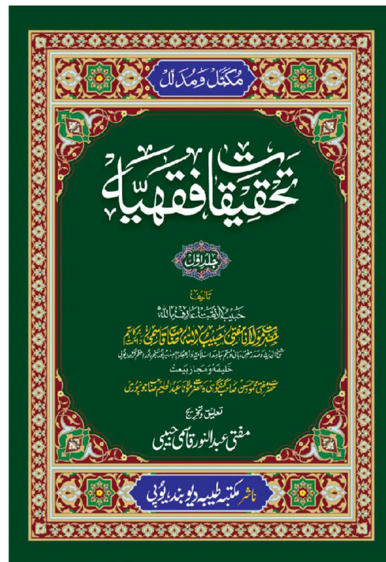
بہرحال عافیت کے ساتھ بمبئی وبھیونڈی کا سفر پورا کر کے ۱۲ر جمادی الاولیٰ مطابق ۸ر اکتوبر اتوار کے دن بذریعہ ہمگری ایکسپریس اعظم گڈھ کے لئے واپسی ہوئی اور بخیر وعافیت مدرسہ پہونچ گیا۔

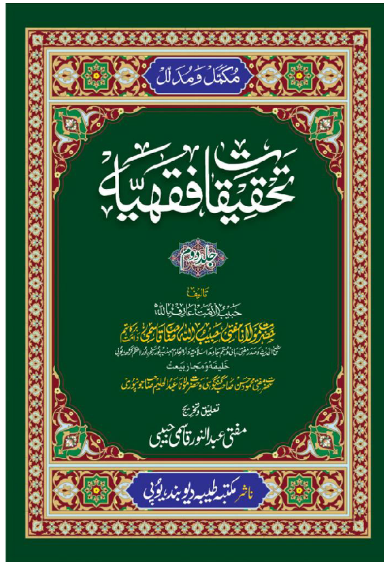
سفر علی گڈھ

۲۲ر تا ۲۵ر اکتوبر از اتوار تا بدھ علی گڈھ مسلم یونیورسٹی میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا سمینار ہونا طے پایا تھا جس میں طبی اخلاقیات کا موضوع خصوصیت کے ساتھ زیر بحث تھا، سوالنامے کے جوابات پر مستقل مقالہ کی شکل میں تحریر یہ خادم ارسال کر چکا تھا، حسب پروگرام دعوت نامہ کی وصولیابی کے بعد ۲۵ر جمادی الاولی ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۱ر اکتوبر ۱۹۹۵ء سنیچر کے دن بذریعہ گنگا جمنا ایکسپریس علی گڈھ کے لئے خادم کی روانگی ہوئی، وہاں پہونچنے کے بعد سمینار کی ہر نشست میں شرکت کی سعادت ملی اور اکابر علماء ومفتیان کرام و ماہر اطباء کے علوم سے فیضیاب ہونے کا

بھرپور موقعہ ملا۔ چار روز علی گڈھ میں قیام کے بعد وایا دہلی دیوبند کے لئے یہ خادم روانہ ہوگیا اور تین روز دیوبند میں قیام کرنے کے بعد ۶؍جمادی الثانیہ مطابق ۳۱؍اکتوبر منگل کے دن دارالعلوم مہذب پور واپسی ہوگئی، اس کے بعد علاقائی مختلف مقامات کے اسفار رہے جس میں مدارس کے جلسوں کے ساتھ کئی شادیوں کی تقریبات میں بھی شرکت ہوئی اور دور و قریب کے بھی کئی اسفار ہوئے اس طرح ۱۹۹۵ء کا سال بحمد اللہ بعافیت مکمل ہوگیا۔







۱۹۹۶ءکے اهم واقعات:

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی کی آخری ملاقات

دار العلوم مہذب پور اعظم گڈھ میں قیام کے دوران مختلف ذرائع سے یہ اطلاع ملی کہ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی سخت علیل ہیں اور بغرض علاج دہلی میں قیام پذیر ہیں، یہ خبر سن کر یہ خادم ۲۳؍شعبان ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۵؍جنوری ۱۹۹۶ء بروز دوشنبہ بذریعہ شرمجیوی ایکسپریس دہلی کے لئے روانہ ہوا اور کل ہو کر دہلی پہونچ کر حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی کی قیام گاہ پر بغرض ملاقات حاضر ہوا، ملاقات کے بعد یہ احساس ہوا کہ واقعتاً علالت بہت سخت ہے جس کی وجہ سے واردین اور صادرین کو پہچاننا بھی موقوف تھا، ہندوستان کے ساتھ افریقہ سے آئے ہوئے کچھ ڈاکٹر بھی علاج میں مصروف تھے، بغرض تیمارداری آنے جانے والوں کی کثرت تھی، دوروز تک یہ خادم بھی حضرت کی خدمت میں رہا۔

حضرت مولانا ہاشم صاحب جوگواڑ گجرات کی ملاقات

انہی ایام میں حضرت مولانا ہاشم صاحب جوگواڑ ضلع نوساری گجرات حضرت

مفتی صاحب کی عیادت کے لئے دہلی تشریف لائے ہوئے تھے، حضرت مولانا کا آبائی وطن جوگواڑ تھا، اگر چہ وہ خود دارالعلوم بری انگلینڈ میں ایک زمانہ سے استاذ حدیث کی حیثیت سے مع اہل وعیال قیام پذیر تھے لیکن وہاں ہجرت کرنے کے بعد باوجود خاک وطن کو نہیں بھولے، گاؤں اور علاقہ کے غریب بچوں کی دینی تعلیم کے لئے دارالعلوم زکریا کے نام سے ایک بڑا ادارہ قائم فرمایا جس کی مکمل آبیاری انگلینڈ میں بیٹھے ہوئے وہیں سے کرتے رہے جس کے نتیجے میں ماشاء اللہ بہت قلیل عرصہ میں اس ادارہ نے ترقی کے منازل طے کر لئے اور دورہ حدیث تک تعلیم ہونے لگی۔

لیکن ان کی عدم موجودگی کی وجہ سے اپنی نیابت کے لئے کسی فعال اور معتمد اور صاحب علم وفضل اہل تعلق کی ضرورت تھی اس خادم کو پاکر ملاقات وتعارف کے بعد اس خادم کے پیچھے پڑ گئے کہ آپ دارالعلوم زکریا جوگواڑ آجائیں اور انشاء اللہ وہاں سے آپ کا وہ دارالعلوم بھی چلتا رہے گا جس کی بنیاد آپ نے مہذب پور ضلع اعظم گڈھ میں ڈالی ہے۔ موصوف نے اس قدر اصرار کیا کہ ان سے دامن بچانا مشکل ہوگیا، میرے سارے حیلے ان کے سامنے فیل ہوگئے۔ بالآخر یہ کہہ کر میں نے اپنی جان چھڑائی کہ انشاءاللہ اس پر غور کر کے میں جواب دوں گا۔

لیکن اس خادم کا مزاج شروع سے یہ رہا کہ جہاں زبان دے دیا اور وعدہ کرلیا اس وعدہ کو تادم آخر نبھایا، حالات کی پرواہ کیے بغیر کام کرتا رہا جب تک وہ جگہ دارالہجرت نہیں بن گئی اور باشارۂ غیبی وہاں سے ہجرت کرنا فرض نہیں ہوگیا اس وقت تک اس جگہ کو نہیں چھوڑا۔ چنانچہ اسی نظریہ کے تحت بلا وجہ شرعی دارالعلوم مہذب پور کو

بھی چھوڑ نا روانہیں سمجھا اور الحمدللہ ہر طرح کے حالات اور طوفان اور بادسموم سے گزر کر یہ خادم تادم تحریر دارالعلوم مہذب پور میں موجود اور زندہ ہے، اللہ تعالیٰ اس خدمت کو تادم آخر قبول فرمائے اور ہر طرح کے موانع کو دور فرمائے۔آمین

سفر دبئی

چند روز دہلی میں قیام کرنے کے بعد ۲۶ر شعبان ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۸ر جنوری ۱۹۹۶ء جمعرات کے دن یہ خادم حسب پروگرام وحسب معمول دوستوں کی خواہش واصرار پر بذریعہ ایئر انڈیا دبئی کے لئے روانہ ہوگیا اور ۱۷ر دن وہاں قیام رہا، جس میں دبئی کے علاوہ شارجہ، عجمان، العین، ابوظبی کے احباب ورفقاء سے بھی ملاقاتیں ہوئیں اور ہر جگہ کے لوگوں نے علمی ودینی فیض حاصل کیا۔۱۴ر رمضان ۴ر فروری اتوار کے دن دہلی واپسی ہوئی اور ایک دن دہلی میں قیام کرنے کے بعد ۱۶ر رمضان مطابق ۶ر فروری منگل کے دن بذریعہ شرجیوی ایکسپریس وطن کے لئے روانہ ہوگیا اور دو یوم گھر پر قیام کرنے کے بعد ۱۹ر رمضان مطابق ۹ر فروری جمعہ کے دن موتیہاری سے بذریعہ متھلا ایکسپریس کلکتہ کے لئے روانگی ہوئی اور ۳ر یوم کلکتہ میں قیام کرنے کے بعد:

سفر ڈھاکہ بنگلہ دیش

۲۳ر رمضان ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۳ر فروری ۱۹۹۶ء منگل کے دن بنگلہ دیش کے

ویزہ کی کاروائی مکمل کرنے کے بعد بذریعہ ایئر انڈیا ڈھاکہ بنگلہ دیش کا سفر ہوا۔

چونکہ استاد محترم حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی کا رمضان ڈھاکہ شہر کے ایک مدرسہ کی مسجد میں طے پایا تھا اور حضرت مفتی صاحب حسب پروگرام وہاں پہونچ چکے تھے اور دور و قریب کے حضرت کے بہت سے متعلقین کی آمد کا سلسلہ جاری تھا، اسی مناسبت سے یہ خادم بھی حضرت مفتی صاحب کی معیت میں اعتکاف کی نیت سے حاضر ہوا، ملاقات کے وقت حضرت مفتی صاحب نے اس خادم کی آمد پر مبارکباد پیش کی اور مسرت کا اظہار فرمایا۔

۱۱؍روز حضرت مفتی صاحب کی معیت و رفاقت میں قیام کا اس خادم کو شرف حاصل ہوا، عید کی نماز بھی حضرت ہی کے ساتھ اس خادم نے ادا کی اور عید کے بعد مختلف مدارس کے دورے میں حضرت کی معیت و رفاقت حاصل رہی۔

بنگلہ دیش ایک نظر میں

بنگلہ دیش کا سفر اس خادم کا چونکہ پہلی مرتبہ ہوا تھا اس لئے جہاں جہاں جانا ہوا ہر چیز کو بغور دیکھتا رہا، بعض عجائبات بھی مشاہدہ میں آئے جس کا تصور اس ہندوستان میں نایافت نہیں تو کم یافت ضرور تھا۔

(۱) مثلاً مہمانوں کا اکرام ضرورت سے زیادہ وہاں پایا۔

(۲) اسی طرح اہل علم کا عوام پر ہولڈ اور گہرا اثر اور علماء کے لئے ادب

وتادب کا شیوع بکثرت دیکھنے کوملا۔

چنانچہ یہ خادم رات میں بغیر وردی کے صرف لنگی کرتا میں ایک پان کی دکان پر پہونچ گیا، پان والے نے بہت محبت سے پوچھا حضور چون کھابین یا خویر کھابین‘‘یعنی آپ صرف چونا والا پان کھائیں گے یا چونا کتھہ دونوں خادم نے اس کے جواب میں عرض کیا خویر کھابین یعنی میں کتھے والا پان کھاؤں گا۔ چنانچہ اس نے بہت محبت سے چونا کتھہ لگا کر پان تیار کیا اور دونوں ہاتھ سے پان پیش کیا، اس کے اس انداز پر بہت دیر تک یہ خادم اس کو دیکھتا رہا اور اس کے اس ادب وتادب پر حیران وششدر رہ گیا۔

(۳) وہاں کا عمومی لباس لنگی اور گول لمبا کرتا اور سر پر ٹوپی غالب اکثریت کو اسی لباس میں پایا اسی کے ساتھ علماء کی سمع وطاعت کا جذبہ بھی کثرت سے پایا۔

(۴) لباس کے ساتھ رہن سہن اور ملنے جلنے میں بھی بے پناہ سادگی دیکھنے کو ملی اور ایک دوسرے کا ادب واحترام بھی کثرت سے پایا۔

(۵) کھانے پینے میں چاول اور مچھلی کا استعمال بکثرت دیکھا، معلوم ہوا کہ چاول اور مچھلی ہی ان کی اصل غذاء ہے جس کو بہت شوق سے استعمال کرتے ہیں اور کسی مہمان کی آمد پر اسی کا اہتمام والتزام کرتے ہیں۔

(۶) وسائل کی کمی کی وجہ سے ندیوں میں پل کم نظر آئے اس کی جگہ پر بڑی بڑی کشتیاں لوگ استعمال کرتے تھے جس پر انسانوں کے ساتھ بڑی بڑی چار چکہ گاڑیاں بھی کئی ایک سوار کر لیتے۔

(۷) بعض جامعات کا تذکرہ ہندوستان میں سنتا رہا ایک عالم جو سال میں کئی

مرتبہ دیوبند حضرت مفتی صاحب کے یہاں تشریف لاتے تھے اور ان کی زبان سے ان کے مدرسہ جامعہ محمودیہ کا تذکرہ سنتا رہتا تھا، وہاں پہونچنے کے بعد بھی تقریباً ایک درجن مشائخ کو انہوں نے جامعہ محمودیہ کی زیارت کی دعوت دی جس میں اس خادم کو بھی شریک کیا، جب ڈھاکہ سے یہ قافلہ روانہ ہوا تو کئی گھنٹے کے بعد ان کے مدرسے تک پہونچنا ہوا راستہ میں کئی ندیاں آئیں جن پر پل نہیں تھا، بڑی کشتی کے ذریعہ دریا کو عبور کیا گیا، منزل پر پہونچ کر جب گاڑی سے اترے تو ندی کے کنارے پندرہ بائی بیس کے ایک ٹینا کے روم میں ہم سب کو بیٹھا دیا گیا، معلوم ہوا کہ یہی وہ جامعہ محمودیہ ہے اور اس کی یہی پوری کائنات ہے جس کا تذکرہ کئی سال سے ہندوستان میں یہ خادم بھی سنتا رہا، پورا ماحول ومنظر دیکھ کر افسوس بھی ہوا اور حیرانی بھی۔

لیکن بعد میں یہ حیرانی اس وقت ختم ہوگئی جب وہاں سے واپسی کے بعد بہت سے جامعات کی زیارت کا موقعہ ملا اور ان سارے جامعات کو ایک یا دو کمروں پر مشتمل پایا، اس سے اندازہ ہوا کہ لفظ جامعہ کے استعمال میں وہاں بہت عموم ہے، مکاتب پر بھی وہاں جامعہ کا اطلاق کیا جاتا ہے، لیکن اسی کے ساتھ طویل وعریض عمارت پر مشتمل بھی وہاں بہت سے مدارس ہیں جو جامعہ کہلانے کے مستحق ہیں۔

بہر حال ۴؍شوال مطابق ۲۴؍فروری سنیچر کے دن بنگلہ دیش کا سفر مکمل ہوگیا اور یہ خادم بذریعہ طیارہ کلکتہ واپس آکر اپنے وطن موتیہاری کے لئے روانہ ہوگیا اور چند روز گھر پر قیام کرنے کے بعد ۱۲؍شوال مطابق ۳؍مارچ اتوار کے دن دار العلوم مہذب پور پہونچ کر داخلہ کی کاروائی میں مصروف ہوگیا۔

جلسہ مدرسہ معراج العلوم کٹھملیا ضلع چمپارن

عیدالاضحیٰ کی تعطیل میں یہ خادم حسب معمول غریب خانہ پہونچا، چونکہ تقریباً ۸۰ء ہی سے عیدین کی امامت وخطابت اہل قریہ نے اس خادم کے سپرد کر رکھی تھی، اس لئے عید و بقرعید کے موقعہ سے اہل بستی شدت سے انتظار بھی کرتے تھے، بنابریں اہتمام کے ساتھ عیدین کے موقعہ پر اسفار کو لپیٹ کر گھر پہونچنے کی کوشش کرتا تھا۔ چنانچہ اس سفر میں بھی حسب معمول جب گھر پہونچا تو معلوم ہوا کہ مدرسہ معراج العلوم کٹھملیا ڈھاکہ ضلع مشرقی چمپارن جس کے بانی وناظم برادر اکبر تھے اور یہ بستی غریب خانہ سے چند کیلومیٹر کے فاصلے پر تھی، وہاں ۵/اور ۶/مئی اتوار اور دوشنبہ کو بڑا جلسہ ہونے والا ہے اور برادر اکبر کے حکم کے مطابق اس جلسہ کی پوری نظامت اس خادم کو کرنی ہے۔ چنانچہ وقت مقررہ پر یہ خادم حاضر ہوا اور اسٹیج کے مالکانہ حقوق کے ساتھ جلسہ کی نظامت کے فرائض کو دو روز تک بحسن وخوبی انجام دیا، علاقہ کا چونکہ بڑا جلسہ تھا مردوں کے ساتھ عورتوں کی بھی بھیڑ تھی، مجمع کے ساتھ مقررین کو کنٹرول کرنا اور اسٹیج کو سنبھالنا بہت اہم کام تھا، لیکن بحمد اللہ بعافیت تمام باحسن وجوہ جلسہ اپنے اختتام کو پہونچا اور سیکڑوں خوردوں اور بزرگوں نے حسن انتظام کی داد اس خادم کو دی۔

بہرحال جلسہ مکمل کرنے کے بعد ۲۲/ذی الحجہ مطابق ۱۱/مئی سنیچر کے دن یہ خادم دارالعلوم مہذب پور واپس آ گیا۔

رابعہ فرحت کی پیدائش

یہ خادم دار العلوم مہذب پور اعظم گڈھ میں انتظامی و تدریسی خدمات میں مصروف تھا، انہی ایام میں ۱۶ر محرم ۱۴۱۷ مطابق ۴ر جون ۱۹۹۶ء منگل کے دن گھر سے بچی کی پیدائش کی خبر آئی، چونکہ یہ چوتھے نمبر کی بچی تھی (۱) کا نام اس خادم نے ذاکرہ نکہت رکھا تھا (۲) کا شاکرہ ثروت رکھا تھا (۳) کا نام ہاجرہ طلعت تھا، بچیوں کے سلسلے کی یہ آخری کڑی تھی اور چوتھے نمبر پر یہ وجود پذیر ہوئی تھی، اسی مناسبت سے اس کا نام رابعہ فرحت رکھ دیا۔

اب تو ماشاء اللہ سب بڑی ہوچکی ہیں، سب سے بڑی بچی ذاکرہ نکہت کی شادی ساکن مڑلی ضلع مشرقی چمپارن کے رہنے والے جناب الحاج عبد الخالق صاحب مرحوم کے برخوردار حافظ ظفیر الدین سلمہ سے ہوئی جو ایک طویل عرصہ سے دوحہ قطر کی ایک مسجد کی خدمت میں مصروف ہیں اور اہل وعیال کے ساتھ وہاں مقیم ہیں، ماشاء اللہ اس کے پانچ بچے ہیں، دو لڑکے اور تین لڑکیاں۔

(۲) شاکرہ ثروت۔ شاکرہ ثروت کی ولادت مدرسہ ریاض العلوم گورینی کی تدریس کے زمانہ میں ہوئی، بہت ہونہار، سمجھدار، دیانتدار، باہمت بچی تھی، اس کی شادی ساکن اوریا ڈھاکہ ضلع مشرقی چمپارن کے ماسٹر مستقیم صاحب کے برخوردار ضیاء الحق سلمہ سے ہوئی اور ماشاء اللہ ایک بیٹی اور دو بیٹیوں سے اللہ نے اس کو نوازا،

لیکن بتقدیر الٰہی چند سال قبل مختصر سی علالت کے بعد اللہ کو پیاری ہوگئی اور گھر کو سونہ کر کے ہمیشہ کے لئے روپوش ہوگئی، اللہ پاک مرحومہ کی مغفرت فرمائے، درجات کو بلند فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔آمین ثم آمین

(۳) ہاجرہ طلعت کی شادی چین پور ڈھاکہ ضلع مشرقی چمپارن کے جناب فصیح اختر کے لڑکے سرفراز عالم سے ہوئی جس کے ماشاء اللہ تین لڑکے اور دو لڑکیا ہیں۔

(۴) رابعہ فرحت اس کی شادی سپہی ڈھاکہ ضلع مشرقی چمپارن ماسٹر عبدالمنان صاحب کے لڑکے محمد صادق سے ہوئی جس کے دو بچے اور ایک بچی ہے۔

اس طرح ساری بچیاں شادی شدہ ہیں اور اپنے اپنے گھروں پر آباد ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو سلامت رکھے اور خوشگوار زندگی مقدر فرمائے۔

جے پور راجستھان کا سفر

حسب معمول اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا سمینار ۱۱ر تا ۱۴ر اکتوبر جمعہ تا دوشنبہ جامعہ الہدایہ جے پور راجستھان میں ہونا طے پایا، حسب معمول سوالنامہ اس خادم کے پاس پہونچا، اس کا جواب بشکل مقالہ ارسال کر دیا، وقت مقررہ پر حسب دعوت نامہ یہ خادم بھی جامعۃ الہدایہ جے پور پہونچا اور سمینار میں شرکت کر کے بعافیت دارالعلوم مہذب پور واپسی ہوگئی۔

سفر کشن گنج وکلکتہ

۱۱؍رجب مطابق ۲۳؍نومبر وایا مظفر پور بذریعہ اودھ آسام ایکسپریس یہ خادم کشن گنج کے لئے روانہ ہوا اور اگلے دن کشن گنج کے جلسے میں شرکت کرنے کے بعد ۱۳؍رجب مطابق ۲۵؍نومبر دوشنبہ کے دن کشن گنج سے کلکتہ کے لئے روانگی ہوئی اور دو روز کلکتہ میں قیام کرنے کے بعد ۱۶؍رجب مطابق ۲۸؍نومبر جمعرات کے دن کلکتہ سے اعظم گڈھ کے لئے روانگی ہوگئی اور بعافیت تمام درالعلوم مہذب پور پہونچ گیا۔

سفر برہانپور

سالانہ امتحان کی تعطیل کے بعد ۱۵؍شعبان مطابق ۲۷؍دسمبر جمعہ کے دن بذریعہ مہانگری ایکسپریس برہانپور کے لئے روانگی ہوئی اور ۱۶؍شعبان مطابق ۲۸؍دسمبر سنیچر کے دن قلب برہانپور میں واقع چوک پر عمومی اجلاس میں خطاب ہوا۔ ۱۷؍شعبان مطابق ۲۹؍دسمبر اتوار کے دن دن میں دار العلوم برہانپور میں خطاب کیا اور رات میں حسب معمول قلب برہانپور کے چوک پر عمومی اجلاس سے خطاب کیا۔ ۱۸؍شعبان مطابق ۳۰؍دسمبر دوشنبہ کے دن رات میں بہادر پور مولانا بشیر احمد صاحب ندوی کی دعوت پر بہادر پور جانا ہوا اور عشاء کے بعد وہاں کے موجود لوگوں میں عمومی بیان ہوا، ۱۹؍شعبان مطابق ۳۱؍دسمبر منگل کے دن رات میں لال باغ جو برہانپور کا ایک علاقہ

ہے جو اسٹیشن کے قریب واقع ہے، حاجی نذیر اطہر صاحب کی دعوت پر رات میں وہاں کے عمومی اجلاس میں خطاب ہوا۔

۲۰/شعبان مطابق یکم جنوری ۱۹۹۷ء بدھ کے دن بذریعہ پنجاب میل دہلی کے لئے روانگی ہوئی اور دہلی پہونچ کر دو روز شفاعت گیسٹ ہاؤس میں قیام رہا۔

سفر دیوبند

۲۳/شعبان مطابق ۴/جنوری ۱۹۹۷ء سنیچر کے دن بذریعہ شالیمار ایکسپریس دیوبند کے لئے دہلی سے روانہ ہوا اور چند روز دیوبند اور سہارنپور ملا کر قیام کیا اور دونوں مقامات پر موجود اکابر علماء و اہل اللہ سے ملاقات کا شرف حاصل کر کے علمی و روحانی فیض حاصل کیا۔

سفر دہلی

۲۶/شعبان مطابق ۷/جنوری منگل کے دن دیوبند سے روانہ ہو کر دہلی پہونچا اور ۸/یوم دہلی میں قیام کیا، اس قیام کے دوران مختلف احباب سے ملاقاتیں ہوئیں اور مختلف علمی مجلسیں قائم ہوئیں جن سے عوام و خواص مستفیض ہوئے، اکابرین کے ملفوظات اور ارشادات سے محظوظ ہوئے اور بہت سے اکابر و اصاغران مجالس سے مستفیض ہو کر متوجہ الی اللہ ہوئے، اس طرح دہلی کا آٹھ روزہ قیام مکمل ہو گیا۔

سفر دبئی

اس کے بعد ۵؍رمضان مطابق ۱۵؍جنوری بدھ کے دن حسب معمول دبئی کا سفر ہوا اور سولہ دن وہاں کا قیام رہا، وہاں کے قیام کے دوران دبئی کے علاوہ شارجہ، العین اور ابوظبی کے بھی اسفار ہوئے اور جونپور اعظم گڈھ کے مختلف احباب سے ملاقات ہوئی اور مختلف مقامات پر مختلف علمی مجلسیں قائم ہوئیں ان مجالس سے عوام وخواص نے خوب استفادہ کیا اوران میں ایمانی وروحانی تازگی پیدا ہوئی۔

سفر کویت

۲۱؍رمضان ۱۴۱۷ مطابق ۳۱؍جنوری ۱۹۹۷ء جمعہ کے دن کویت کے احباب کی خواہش واصرار پر پہلی مرتبہ کویت جانا ہوا، کویت میں قیام اسرولی ضلع اعظم گڈھ کے شبیر بھائی کی قیامگاہ پر رہا، موصوف کی قیامگاہ وسط شہر کی ایک لمبی بلڈنگ کے چوتھے مالا کے فلیٹ میں تھا، اس فلیٹ میں وہ خود تو مقیم نہیں تھے، لیکن ضلع اعظم گڈھ کے کچھ افراد اس میں قیام پذیر تھے، انہی کے ساتھ اس خادم کا بھی قیام طے پایا، ایک ہفتہ کویت میں قیام رہا، چونکہ کویت کا اس خادم کا یہ پہلا سفر تھا، اس لئے شروع شروع میں اجنبیت بھی رہی، لیکن دھیرے دھیرے وہ اجنبیت ختم ہوگئی، وہاں کے ماحول اور لوگوں کو بہت قریب سے بھی دیکھنے کا موقعہ ملا، اکثر عرب ممالک میں

عمارتیں تو بہت اونچی اور بلند ہیں لیکن ان کے اخلاق اتنے بلند نہیں ہیں اور جتنی فکر اور لگن کے ساتھ دار دنیا کی تعمیر میں لگے ہوئے ہیں وہ فکر ولگن تعمیر آخرت کی نہیں ہے جو یقیناً وہاں کے باشندگان کے لئے لمحہ فکر یہ ہے، لیکن اس کے فکر کے لئے ان کے پاس کوئی لمحہ خالی نہیں ہے، اسباب تعیش کی فراوانی کی زد میں مکمل طور پر ہیں اور ان سے نکلنا بظاہر ان کے لئے ممکن نہیں نظر آتا۔

افسوس اس وقت ہوتا ہے جب دل ودماغ میں یہ بات گردش کرتی ہے کہ کسی زمانہ میں عربوں کا یہی وہ خطہ تھا جہاں سے پورے عالم میں ایمان بڑھا چڑھا، پھولا اور پھلا، لیکن آج اسی خطہ میں ایمان افسردہ ہے، بہر حال چندروز قیام کے بعد وایا دبئ ہندوستان کے لئے واپسی ہوگئی اور یکم شوال مطابق ۱۰رفروری دوشنبہ کے دن دہلی پہونچ کر گھر کے لئے روانہ ہوگیا اور ۱۳رشوال مطابق ۲۲رفروری سنیچر کے دن دارالعلوم مہذب پور پہونچکر داخلہ کی کاروائی میں مصروف ہوگیا۔

مسجد احباب کی نقشہ نویسی

دارالعلوم مہذب پور کی جب ابتداء ہوئی تو کئی سال تک مہذب پور کے باغیچے میں غیر مسقّف عیدگاہ کو ٹینا سے مسقّف کر کے پنجوقتہ نماز اور نماز جمعہ کے لئے اسکو استعمال کیا جاتا رہا اور اسی کے ساتھ حفظ اور پرائمری درجات کی درسگاہوں کا کام بھی اس سے لیا جاتا رہا، مسجد کے لائق احاطہ جامعہ میں جو جگہ تھی وہ عیدگاہ کے اتر اور صدر دروازہ کے دکھن طرف تھی، لیکن وہ جگہ مہذب پور کے عبداللہ شیخ کے لڑکوں کی تھی اور ان کے سارے لڑکے

کویت رہتے تھے، تمام تر کوشش کے باوجود مسجد کے لئے وہ زمین دینے کو تیار نہیں ہوئے، لیکن اللہ کا نام لے کر اس خادم نے اعظم گڈھ سے نقشہ نویس بلا کر ۲۷/جمادی الثانیہ مطابق ۲۰/اکتوبر کو اس جگہ کی پیمائش کروا کر مسجد کا نقشہ بننے کے لئے دے دیا، نقشہ بننے کے بعد مسجد کی کوشش تیز تر کر دیا۔ ایک مرتبہ باضابطہ مسجد کی زمین کی تحصیل کے لئے اس خادم نے کویت کا سفر کیا، وہاں پہونچ کر تمام تر کاوش کے باوجود محنت رائیگاں گئی اور عبداللہ شیخ مرحوم کے لڑکوں نے زمین دینے سے انکار کر دیا، ان کے انکار کی وجہ سے یہ راقم بہت شکستہ دل ہوا، چونکہ علاقائی بعض احباب نے ان لوگوں سے یہاں تک آفر کیا کہ تم لوگ مسجد کے لئے زمین دے دو اور اس کے بدلہ میں ہماری زمین جو سنجر پور مین روڈ پر ہے وہ لے لو لیکن اس کے باوجود انہوں نے انکار کر دیا۔ عبداللہ شیخ مرحوم کے لڑکوں میں سفیان احمد اور عمران احمد اندر سے راضی تھے، لیکن احسان احمد پوری قوت اور شدت سے اس کے مخالف تھے اور کچھ دیگر ان کے بھائی ان کے ساتھ تھے جس کی وجہ سے بات نہیں بن پائی اور ان کے گھر سے مایوسی کے ساتھ روتا ہوا اور اللہ سے یہ کہتا ہوا نکلا کہ اے اللہ تیرا گھر ہے، تو ہی مسجد اور اپنے گھر کی تعمیر کا سبیل پیدا کر سکتا ہے، مجھ سے جتنی محنت ہو سکتی تھی وہ میں نے کر ڈالی اب دارالعلوم مہذب پور کے احاطہ کی مسجد آپ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ بالآخر پوری مایوسی کے ساتھ میں کویت سے واپس آ گیا۔

تعمیر مسجد کی من جانب اللہ تدبیر

سفر سے واپسی کے بعد دعاء کے ساتھ اپنے کام میں مصروف ہو گیا، مدرسہ

کے احاطہ میں طلباء اساتذہ کے لئے جو ہینڈ پائپ تھا وہ صدر گیٹ سے قدرے فاصلہ پر تھا، مدرسہ کے گردو پیش بڑے بوڑھے استنجا یا پانی پینے کی ضرورت سے جب مدرسہ کے اندر آتے تو ان کو گیٹ سے دور جانا پڑتا تھا، بار بار یہ صورتحال دیکھنے کے بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر گیٹ کے پاس ایک ہینڈ پائپ لگا کر چھوٹا استنجاء خانہ بنا دیا جائے تو باہر سے آنے والے بڑے بوڑھوں کے پانی اور استنجاء کی ضرورت گیٹ کے قریب ہی میں پوری ہوجائے گی۔ چنانچہ ان دونوں چیزوں کے بننے کے بعد قریب سے گزرنے والے بڑے بوڑھوں کو سہولت تو مل گئی، لیکن عبداللہ شیخ مرحوم کے لڑکے جو گھر پر موجود تھے، جن کا نام فیضان احمد تھا، انکو یہ چیز برداشت نہیں ہوئی اور ایک دن پھاوَڑا کداری لیکر بھائی بھتیجوں کے ساتھ مدرسہ میں آئے اور میرے سامنے ہی استنجاء خانہ اور نل کو توڑ کر مسمار کر دیا یہ سب کچھ خادم کی نظروں کے سامنے ہوتا رہا، لیکن بجائے کسی مزاحمت کے یہ پورا معاملہ میں نے اللہ کے سپرد کر دیا، اللہ کی طرف سے اس کو صلہ یہ ملا کہ چند روز کے بعد جانوروں کے لئے بنا ہوا کبیلو کے مکان کی چھت پر وہ کسی ضرورت سے چڑھا اور کسی طرح سے اس کا پاؤں پھسلا اور وہ زمین پر گر گیا جس کی وجہ سے پاؤں کے ایڑی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

بسیار علاج کے باوجود وہ ٹھیک نہیں ہوسکا، کئی مرتبہ رات میں سنجر پور ریلوے لائن پر کٹنے کے لئے نکل گیا، لیکن اہل خانہ اس کو پکڑ کر لے آئے، دن بدن اس کی حالت خراب ہوتی گئی تا آنکہ اس کی والدہ نے ایک دن کہا یہ کچھ نہیں صرف مفتی صاحب کی بد دعاء ہے، جو اس کو لگی ہے جب تک یہ مفتی صاحب سے معافی نہیں

مانگے گا اس وقت تک یہ ٹھیک نہیں ہوگا۔

کل ہوکر ان کے دو بھائی سفیان احمد اور عمران احمد میرے پاس آئے اور دونوں نے آکر یہ کہا کہ مفتی صاحب فیضان کو آپ معاف کردیں، ہم ان کی طرف سے معافی مانگنے کے لئے آپ کے پاس آئے ہیں، میں نے ان دونوں سے کہا کہ آپ دونوں کو اپنے بارے میں کوئی بات کہنی ہوتو کہہ دیں، اس کا نام نہ لیں، اس لئے کہ اس نے میرا دل دکھایا ہے اور میں اسکو اللہ کے حوالے کرچکا ہوں۔ اسکے سلسلے میں مجھ سے کوئی بات نہ کریں ان دونوں بھائیوں کا یہ سلسلہ کئی روز تک چلتا رہا، اخیر میں مجبور ہوکر میں نے کہا کہ ٹھیک ہے جایئے اس کو بلاکر لایئے، وہ خود اپنی زبان سے معافی مانگے، ان دونوں بھائیوں نے کہا کہ وہ چلنے کے لائق نہیں ہے، میں نے کہا جیسے بھی وہ آسکتے ہوں ان کو لے کر یہاں آیئے۔ چنانچہ کل ہوکر سائیکل پر بیٹھا کر دوطرف سے دو آدمی پکڑ کر مدرسہ میں لے کر آئے، مدرسہ میں آنے کے بعد جب مجھ سے ملاقات ہوئی تو مجھ کو دیکھ کر زار وقطار وہ رونے لگے اور اپنی زبان سے فیضان نے کہا کہ مفتی صاحب! مجھ سے جو غلطی ہوگئی ہے، مجھے معاف کردیں اور مسجد کی تعمیر کے لئے جتنی جگہ آپ کو چاہئے آپ لے کر اس پر مسجد تعمیر کرلیں، میری طرف سے اور تمام بھائیوں کی طرف سے اس کی اجازت ہے۔

اسکے بعد سفیان احمد اور عمران احمد نے کہا کہ ان کے پاؤں میں چوٹ لگ گئی ہے جس کی وجہ سے یہ چلنے کے لائق نہیں ہیں جس کی خبر مجھ کو نہیں تھی، حادثہ کی تفصیلات بعد میں معلوم ہوئی۔ چنانچہ اسی وقت میں نے اس سے کڑوا تیل منگوایا اور

اس پر دم کرکے اس کو دیا اوران سے کہا کہ اس تیل کی مالش اس کی ایڑی پر کریں، اس دم کئے ہوئے تیل میں اللہ نے ایسی شفاء ڈالدی کہ مہینوں کا بیمار تین دن میں ٹھیک ہوگیا اور چوتھے دن کھاد کی ٹوکری سر پر رکھ کر کھیت میں لے گیا، اس کے چندروز کے بعد کٹھہنہ کے ماسٹر نسیم احمد صاحب میرے پاس آئے اور پورے واقعہ کی تفصیل بتائی جواوپر لکھ چکا ہوں۔

بہر حال اس طرح جس جگہ مسجد کی تعمیر کرنی تھی وہ جگہ اللہ نے دلوادی، خادم نے موقعہ کوغنیمت سمجھ کرانتہائی بے سروسامانی کی حالت میں دعوت نامہ جاری کر کے آنے والے جمعہ کوعلاقائی علماء کو بلالیا اور مسجد کی بنیاد رکھ کر بنیادی کام شروع کروادیا، اس طرح تعمیر کی رکاوٹ تو ختم ہوگئی، لیکن بے سروسامانی کی وجہ سے اس کی تکمیل میں کئی سال لگ گئے۔ لیکن الحمدللہ ایک دن وہ آیا کہ اس کی تعمیر مکمل ہوگئی اور پنجوقتہ وجمعہ کی نماز کا اس مسجد میں آغاز ہوگیا جس کی باقی تفصیلات انشاءاللہ آئندہ کے صفحات میں آپ پڑہیں گے۔

سفر بمبئی اور بھیونڈی

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا ۲۴ر تا ۲۷ر اکتوبر بمبئی کے حج ہاؤس میں سمینار طے پایا جس کا دعوت نامہ اس خادم کے پاس بھی پہونچا۔ چنانچہ ۱۸ر جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۱ر اکتوبر ۱۹۹۷ء منگل کے دن بذریعہ مہانگری ایکسپریس بنارس سے روانہ ہوکر اگلے دن کلیان اتر گیا اور کلیان سے بھیونڈی پہونچ کر دوروز وہاں پر قیام کیا اور تیسرے

دن ۲۱؍ جمادی الثانیہ مطابق ۲۴؍ اکتوبر جمعہ کے روز بمبئی حج ہاؤس پہونچنا ہوا۔

حج ہاؤس پہونچنے کے بعد سب سے پہلے حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام صاحب سے ملاقات ہوئی، ملاقات ہوتے ہی حضرت قاضی صاحب نے اس خادم کے اس مکتوب کا تذکرہ فرمایا جو کئی ماہ پہلے لکھ کر ہندوستان کے تمام بڑی تنظیموں اور اداروں کے ذمہ داروں کے نام بھیج چکا تھا، لیکن میری تحریر کا کہیں سے بھی کوئی جواب نہیں آیا۔ اے،فور A-4 سائز کے کاغذ پر تقریباً سولہ سترہ صفحات پر مشتمل میری تحریر تھی جس کا محرک ماہنامہ المآثر بنا جو حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ مرقات العلوم مئو سے نکلتا تھا اور جس کے مدیر تحریر اسی علاقہ کے ایک صاحب تھے، اتفاق سے کئی شمارے میرے نام بھی آئے اور ہر شمارہ میں حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلندشہری خلیفہ ومجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مراسلہ شائع ہوتا تھا اور ہر مراسلہ میں حضرت قاضی مجاہدالاسلام صاحب اور ان کے کام پر بے جا اور دلخراش تنقید ہوا کرتی تھی۔

اسی دوران ایک شمارہ میرے ہاتھ پہونچا اس کو جب پڑھنا شروع کیا تو اس میں بھی حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلندشہری کا ایک مکتوب نظر آیا جس میں لائف انشورنس (زندگی کا بیمہ) کے موضوع پر حضرت قاضی صاحب کو جی بھر کر لعن طعن لکھا تھا، اس بے جا تحریر کو پڑھنے کے بعد اس خادم کی طبیعت تلملا گئی اور قلم کاغذ لے کر بیٹھ گیا اور لائف انشورنس کے موضوع پر مکمل اور مدلل اور مبسوط جواب لکھا جو بعد میں چل کر مولانا عاشق الٰہی صاحب بلندشہری کے مکتوب کا عادلانہ تجزیہ کے نام

سے اس خادم کی پوری تحریر شائع ہوکر تقسیم ہوئی، یہ تحریر ہندوستان کے تمام بڑے مدارس اور بڑی تنظیموں کے ذمہ داروں کے نام میں نے بھیجا، اسی کے ساتھ المآثر کے دفتر اور اس کے مدیر تحریر کے نام بھی بھیجا، نیز مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری کے نام بھی یہ تحریر ارسال کیا۔ اس طرح یہ تحریر پورے ہندوستان میں پھیل گئی، لیکن کہیں سے بھی دو سطر کا جواب نہیں آیا، چونکہ اس تحریر میں جو حقائق اس خادم نے تحریر کئے تھے اس کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔

بہر حال یہ تحریر کسی کے ذریعہ حضرت قاضی صاحب تک بھی پہونچ چکی تھی، اس لئے بمبئی کی پہلی ہی ملاقات میں حضرت قاضی صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ مفتی صاحب جانے دیتے جواب لکھنے کی کیا ضرورت تھی، مجھ کو تو گالی سننے کی عادت ہوگئی ہے۔ بہر حال جو کچھ آپ نے لکھا سچ اور صحیح لکھا، آپ کی تحریر میں کوئی خلاف واقعہ بات نہیں تھی اسی لئے کسی کو آپ کی تحریر کے جواب میں کچھ لکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

بمبئی کے حج ہاؤس میں منعقدہ سمینار ۲۱؍ جمادی الثانیہ مطابق ۲۴؍اکتوبر جمعہ سے شروع ہوکر ۲۴؍ جمادی الثانیہ مطابق ۲۷؍اکتوبر دوشنبہ کے دن اختتام پذیر ہوا جس میں حج کے بہت سارے مسائل بالخصوص رمی جمرات کے مسائل پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔

سمینار کے اختتام کے بعد حسب پروگرام یہ خادم بھیونڈی چلا گیا اور سات روز مسلسل بھیونڈی میں حاجی نثار احمد صاحب کے مکان پر قیام رہا، اس کے بعد

یکم رجب مطابق ۳؍نومبر دوشنبہ کے دن کلیان سے روانہ ہوکر وایا بنارس دارالعلوم مہذب پور پہونچ کر اپنے علمی و تعلیمی کام میں مصروف ہوگیا۔

ندوہ کے کانفرنس میں شرکت

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ادب اسلامی کے نام پر ایک بڑی کانفرنس منعقد ہوئی جو ندوہ کے احاطہ میں منعقد ہوئی اور جس میں عبداللہ السبیل امام حرم کے ساتھ مسجد اقصی کے امام بھی تشریف لائے، اس کے علاوہ درجنوں اکابر علماء سعودیہ سے آئے پورا جہاز بھر کر سعودیہ سے سیدھے لکھنؤ پہونچا۔

یہ پروگرام ۱۰؍رجب مطابق ۱۲؍نومبر بدھ اور جمعرات کو منعقد ہوا اور جمعہ کی نماز ندوہ میں امام حرم شیخ عبداللہ السبیل نے پڑھائی جن کی اقتداء میں جمعہ پڑھنے کے لئے لکھنؤ اور اطراف سے لاکھوں لوگ آئے، نمازیوں سے پورا ندوہ اور قرب وجوار کی سڑکیں بھر گئیں، امام حرم کا تقدس اللہ نے جو مسلمانوں کے دلوں میں ڈالا ہے وہ قابل رشک اور قابل دید تھا، اور مسجد اقصی کے امام نے جمعہ کی نماز علی گڈھ مسلم یونیورسٹی مسجد میں پڑھائی۔

ندوہ کے اس اجلاس میں قبلتین کے امام کی موجودگی نے ایک عجیب سا سماں پیدا کر دیا تھا، اس اجلاس میں گرویدگی قابل دید تھیں، حرمین کے ائمہ کے علاوہ سعودیہ سے آئے ہوئے کبار علماء کے بھی بیانات ہوئے اور ہر عالم کے بیان میں ہر دومنٹ کے بعد حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ

کہتے ہوئے سنا گیا ''کما قال شیخنا واستاذنا ابوالحسن علی الندوی''کوئی کہتا ''کما کتب شیخنا فی کتاب فلان فضیلۃ الشیخ ابوالحسن علی الندوی''، کوئی کہتا ''کما سمعت من ہذا الشیخ مرشد العالم شیخنا ابوالحسن علی الندوی''۔

الغرض کسی بھی عالم کی تقریر بغیر حضرت مولانا علی میاں الندوی کے تذکرے اور نام کے مکمل نہیں ہوئی اور ہر ایک عالم نے آپ کے وجود کو پورے عالم کے لئے غنیمت باردہ قرار دیا۔

اس میں شک نہیں کہ ہندوستان کے علماء میں حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں الندوی کا جو مقام عالم عرب میں تھا وہ کسی اور عالم کا نہیں تھا اور حضرت مولانا علی میاں صاحب ندوی نے جیسی کھری کھری باتیں عربوں سے کہیں ویسی ہمت اور جرأت کوئی اور ہندوستانی عالم نہیں کرسکا۔

یہ کہاوت بہت مشہور ہے کہ ہندوستان کے ایک بڑے عالم جب عرب پہونچے اور عربوں سے گفتگو شروع ہوئی تو برجستہ ایک عالم نے بھری مجلس میں ہندوستانی عالم سے سوال کرلیا ''أی آخر تصنیف للشیخ الامام ابی الحسن علی الندوی'' کہ حضرت مولانا علی میاں ندوی کی آخری تصنیف کونسی ہے؟ بڑے مولانا صاحب اس کا جواب نہیں دے سکے جس کی وجہ سے علماء کی بھری مجلس میں ان کو سبکی اٹھانی پڑی۔

شرپسندوں کا مدرسہ کے طلباء پر حملہ

جب دارالعلوم مہذب پور کی بنیاد پڑ گئی اور تعلیمی وتعمیری کام روزافزوں ترقی

کی راہ پر گامزن ہو گیا تو بعض قریب و دور کے لوگوں کو ادارہ کی ترقی دیکھ کر مروڑ ہونے لگا اور طرح طرح کی اسکیمیں بنا کر اور غلط افواہ پھیلا کر لوگوں میں غلط سوچ پیدا کرنے کی فکر میں لگ گئے، اس کے لئے کچھ لوگوں نے ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کئے اور مختلف اوقات میں مختلف انداز کے حربے کچھ لوگ مستقل استعمال کرتے رہے تاکہ ان فتنوں سے گھبرا کر یہ خادم یہاں سے بھاگ کھڑا ہو اور اس دار العلوم کی برکت سے جو مہذب پور کا نام روشن ہو رہا تھا وہ نام حسب سابق گمنام ہو جائے۔

چنانچہ ۶؍شعبان ۱۴۱۸ھ مطابق ۷؍دسمبر ۱۹۹۷ء اتوار کے دن یہ خادم امتحان گاہ میں بیٹھا ہوا تھا اور تمام طلباء و اساتذہ تحریری و تقریری امتحان میں مصروف تھے، اسی درمیان اچانک کٹھہنہ کے تقریباً ۴۰؍افراد دار العلوم میں داخل ہو گئے اور اچانک طلباء کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا، جس میں شبیر احمد کھٹہنہ کے سارے اہل خانہ شریک تھے، اس اچانک مار پیٹ اور حملہ میں دو طلباء کو زیادہ چوٹ آئی (۱) افضل حسین گیاوی (۲) عبد الرازق پسر ابصار احمد مہذب پور۔ مقصد ان لوگوں کا خوف و ہراس پھیلا کر طلباء کو یہ تاثر دینا تھا کہ یہ جگہ تعلیم و تعلم کے لئے محفوظ جگہ نہیں ہے، تاکہ سالانہ امتحان کے بعد تمام طلباء بھاگ جائیں اور عید کے بعد کوئی یہاں نہ آئے، لیکن ان شر پسندوں کی شر پسندی فیل ہو گئی اور الحمد للہ طلباء کی آمد و رفت حسب سابق قائم و باقی رہی۔ اس سانحہ کے بعد: ۸؍شعبان مطابق ۹؍دسمبر منگل کے دن علاقائی لوگوں کی ہنگامی میٹنگ رکھی گئی جس میں باتفاق رائے تحفظ دار العلوم کے نام سے ایک کمیٹی بنائی گئی اور اس کے لئے پندرہ سولہ افراد طے کئے گئے اور اس کمیٹی کا ذمہ دار

جناب مبین احمد صاحب بکیا ضلع اعظم گڈھ کو متعین کیا گیا اور میٹنگ ہی میں یہ بھی طے پایا کہ جن دو طلباء کو کھٹہنہ کے لوگوں نے مارا ہے ان کے خلاف نظام آباد تھانہ میں مقدمہ کردیا جائے تاکہ آئندہ اس طرح کی حرکتوں کا سد باب ہو سکے اور اس کام کے لئے ذمہ دار لوگوں نے مبین احمد صاحب کو بنایا۔

چنانچہ جناب مبین احمد صاحب ان دونوں بچوں کو لے کر نظام آباد جانے کے لئے مدرسہ کے باہر نکلے، ابھی یہ حضرات چوراہہ پر ہی تھے کہ کھٹہنہ والوں کو اس کی خبر ہوگئی اور انہوں نے آکر مبین صاحب سے گفتگو کرنے کے بعد کیس اور مقدمہ کے معاملے کو رفع دفع کردیا۔

لیکن جناب مبین احمد صاحب کئی سال تحفظ دار العلوم کمیٹی کی ذمہ داریوں کو مدرسہ میں رہ کر نبھاتے رہے اور ایک طرح سے مدرسہ کا ڈھال بنے رہے۔ بالتدریج جب حالات قابو میں آگئے تو وہ اپنے گھریلو ضروریات کے تحت مستقل طور پر گھر پر مقیم ہوگئے۔

بہر حال عافیت کے ساتھ ۱۲؍شعبان مطابق ۱۳؍دسمبر سالانہ امتحان اپنے اختتام کو پہونچا اور ۱۳؍شعبان مطابق ۱۴؍دسمبر کو سالانہ امتحان کی تعطیل ہوگئی اور تمام طلبا و اساتذہ اپنے گھروں کے لئے روانہ ہوگئے، یہ خادم بھی معمول کے مطابق سفر کے لئے روانہ ہوگیا۔



۱۹۹۸ءکے اہم واقعات :

۲؍رمضان ۱۴۱۸ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۹۸ء جمعرات کے دن حسب معمول دبئی کا سفر ہوا جس میں العین، ابوظہی، اور شارجہ کے دوستوں سے ملاقات ہوئی، مختلف مقامات پر علمی مجلسیں قائم ہوئیں اور خطابات بھی ہوئے جس سے عوام وخواص نے بھرپور استفادہ کیا، دو ہفتے کے بعد پروگرام کے مطابق دہلی واپسی ہوگئی اور دہلی سے پھر وطن کے لئے روانگی ہوئی اور عید کی نماز وطن میں ادا کرنے کے بعد

ہرنیا کا آپریشن

۵؍شوال مطابق ۳؍فروری منگل کے دن موتیہاری شہر کے رحمان ہوسپٹل میں ڈاکٹر تبریز صاحب سرجن سے ہرنیا کا آپریشن کروایا جس کی تکلیف کئی سالوں سے تھی، لیکن آپریشن کے خوف سے یہ مرحلہ ٹلتا رہا لیکن نوبت بایں جارسید کہ ناف کے پاس پیٹ کی جھلی کے پھٹنے کی وجہ سے آنت باہر نکلنے لگی، بالخصوص تقریر و بیانات میں جب آواز بلند ہوتی اور آنت پر زور پڑتا تو آنت کی زیادہ مقدار ناف کے پاس باہر نکل جایا کرتی تھی۔

۱۹۹۸ء کے دبئی کے سفر میں شارجہ میں پڑوسی ملک کے ایک صاحب ملے جنہوں نے اپنے آپریشن کا تذکرہ کیا، معلوم کرنے پر انہوں نے بتایا کہ ہرنیا ہوگیا تھا،

انہوں نے اس کی پوری کیفیت جب بتلائی تو خادم نے اپنے حال کا تذکرہ ان سے کیا انہوں نے مجھ کولٹایا اور ناف پر ہاتھ رکھ کر زور سے سانس لینے کو کہا اس کے بعد وہ کہنے لگے کہ یہی تکلیف مجھ کو بھی تھی اور اسیکا نام ہرنیا ہے۔ ہندوستان واپسی کے بعد اس کا فوراً آپریشن کروالیں ورنہ کبھی زیادہ آنت کی مقدار باہر آ گئی تو سوائے آپریشن کے اور کوئی چارہ نہیں ہوگا اور تکلیف بڑھ جائے گی۔ لہٰذا اس میں تاخیر نہ کریں جتنی جلدی ہوسکے آپریشن کرالیں، اسی میں عافیت ہے۔

چنانچہ گھر واپسی کے بعد میں نے اس کا تذکرہ اپنے بھائی حاجی کلیم اللہ صاحب سے کیا وہ فوراً سارے اخراجات کے انتظام کے ساتھ مجھ کو لے کر موتیہاری رحمان ہاسپٹیل میں ڈاکٹر تبریز کے یہاں پہونچے، انہوں نے تشخیص کے بعد فوراً ایڈمیٹ کرلیا اور کل ہوکر فوراً آپریشن کر دیا اور آپریشن کے نو دن کے بعد ۱۳؍شوال مطابق ۸؍فروری بدھ کے دن ٹانکہ کاٹ دیا، آپریشن کی تکلیف کی وجہ سے کچھ دنوں گھر پر قیام کرنا پڑا، جب قدرے راحت محسوس ہوئی تو ۲۸؍شوال مطابق ۲۶؍فروری جمعرات کے دن گھر سے روانہ ہوکر اگلے دن دارالعلوم مہذب پور پہونچ کر تدریسی وانتظامی کاموں میں مصروف ہوگیا۔

بقرعید تک دارالعلوم ہی میں قیام رہا اور علاقائی اسفار ہوتے رہے، عیدالاضحیٰ کی تعطیل میں عیدین کی امامت وخطابت کے فرائض کی انجام دہی کے لئے وطن جانا پڑا، اس کے بعد ۱۸؍ذی الحجہ مطابق ۱۶؍اپریل کو وطن سے دارالعلوم مہذب پور واپسی ہوگئی۔

اینٹ کا چندہ

اعظم گڈھ ضلع میں دارالعلوم مہذب پور کے گرد و پیش اینٹ کے بہت سے بھٹے چلتے ہیں جن میں بہت سارے بھٹے مسلمانوں کے بھی ہیں اور مسلمانوں کا جس طرح سے مزاج ہے کہ اپنی کمائی سے وہ صدقہ زکوۃ نکالتے ہیں، اسی طرح کھیتی کی پیداوار سے عشر کے نام پر مدارس و مکاتب کی امداد کرتے ہیں۔ اسی طرح اس علاقہ کے بھٹے والوں کا مزاج ہے کہ مدارس مساجد اور مکاتب کو اپنے بھٹوں سے اینٹ بھی دیتے ہیں اور اس کا ایک عام مزاج بھی ہے۔

چنانچہ ۲۴؍ ذیقعدہ مطابق ۲۳؍ مارچ کو احباب کے مشورے سے جناب الحاج ڈاکٹر محمد عمران صاحب سیہی پور ضلع اعظم گڈھ کی قیادت میں بھٹوں کا گشت کیا گیا جس کے خاطر خواہ نتائج سامنے آئے اور الحمد للہ حاصل شدہ اینٹ مدرسہ میں بھی پہونچ گئی، ماضی کی طرح وہ اینٹیں ضائع نہیں ہوئیں اور ان اینٹوں سے تعمیری کام میں کافی مدد ملی۔

بھٹے والوں کی اس حوصلہ افزائی کی وجہ سے ہر سال اینٹ کے چندے کا معمول بن گیا اور الحمد للہ ہر سال دس پندرہ ہزار اینٹیں تھوڑی سی محنت پر مدرسے میں آنے لگیں اور اس طرح ہر سال کے تعمیری کام کو آگے بڑھانے میں ان اینٹوں سے بہت مدد ملی۔

سفر کمراواں ضلع اعظم گڈھ

دارالعلوم مہذب پور کی بنیاد کے بعد دھان اور گیہوں کی وصول کے لئے جب اساتذہ اور طلباء کا سفر علاقہ میں ہوا تو سب سے زیادہ گیہوں کا چندہ کئی سال تک کمراواں سے آتا رہا جستجو کے بعد معلوم ہوا کہ ابو صالح عرف گوگا نام کے ایک صاحب ہیں جو اس خادم سے بہت مانوس ہیں اور وہ اپنی کھیتی کا پورا عشر صرف گیہوں ہی نہیں بلکہ کھیت سے جو کچھ بھی پیدا ہوتا ہے ان ساری پیداوار کا عشر نکال کر دارالعلوم مہذب پور ہی میں دیتے ہیں۔

اسکے بعد خادم نے اس کی جستجو شروع کی کہ آخران کے اس لگاؤ کا سبب کیا ہے، اسی درمیان ان کا دعوت نامہ آگیا کہ ۱۱رمحرم ۱۴۱۹ھ مطابق ۸رمئی ۱۹۹۸ء جمعہ کے دن آپ کی دعوت ہے اور مغرب کے بعد میرے گھر کے قریب والی مسجد میں آپکو بیان بھی کرنا ہے۔ چنانچہ وقت مقررہ پر یہ خادم ان کے مکان پر کمراواں حاضر ہوا تو بڑا ازوردارانہوں نے استقبال کیا، پُرتکلف کھانا کھلایا اور پوری بستی والوں کو جمع کر کے بیان کروایا۔

بیان کے بعد جب تعارف کی مجلس لگی تو معلوم ہوا کہ جس زمانہ میں یہ خادم گورینی میں تھا اور کثرت سے سرائے میر آنا جانا ہوتا تھا اور جب آتا تو مینارہ مسجد میں جمعہ کی امامت و خطابت اس خادم ہی کے ذمہ رہا کرتی تھی، ان ایام میں موصوف اہتمام سے مینارہ مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لئے جایا کرتے تھے، وہاں سے میرے

بیان سے مانوس ہوکر مجھ سے تعلق رکھتے تھے،لیکن اس تعلق کا کبھی اظہار نہیں کیا، جب دارالعلوم مہذب پور کی بنیاد پڑی تب اس تعلق کا انہوں نے مظاہرہ کیا۔

سفر مختلف مقامات

۲۲ر صفر ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۸ر جون ۱۹۹۸ء جمعرات کے دن وایا بنارس بذریعہ کالکا میل کلکتہ کے احباب کی خواہش اور اصرار پر کلکتہ کا سفر ہوااور ۹ر دن کلکتہ میں قیام رہا،اس درمیان مختلف مقامات پر خطابات ہوئے اور مختلف علمی مجلسیں منعقد ہوئیں جس سے ہر طبقے کے لوگ مستفیض ہوئے،مختلف احباب کے یہاں دعوتوں کا پروگرام چلتا رہا، قیام حاجی جمیل الدین صاحب اور مقبول عالم صاحب کے مکان پر رہا۔۲۹ر صفر مطابق ۲۵ر جون جمعرات کے دن کلکتہ سے بذریعہ دانا پور ایکسپریس پٹنہ کے لئے واپسی ہوئی اور پٹنہ سے چند روز کے لئے وطن جانا ہوا، وطن سے چار ربیع الاول مطابق ۲۹ر جون دوشنبہ کے دن وایا مظفر پور بنارس پہونچا اور بنارس سے بذریعہ تاپتی گنگا ایکسپریس اسی دن برہانپور کے لئے روانگی ہوگئی اور اگلے روز برہانپور پہونچ کر دارالعلوم شیخ علی متقی میں قیام ہوا دو روز برہانپور کے پروگرام میں شرکت کے بعد ۷ر ربیع الاول مطابق ۲ر جولائی مہو کا سفر ہوا، دو روز مہو اور اندور میں مختلف پروگرام کرنے کے بعد تیسرے دن ۱۰ر ربیع الاول مطابق ۵ر جولائی اتوار کے دن برہانپور کے لئے واپسی ہوگئی، رات میں عشاء کے بعد مسجد بشارت لال باغ میں خطاب عام ہوا۔۱۱ر ربیع الاول مطابق ۶ر جولائی دوشنبہ کے دن بعد نماز عشاء برہانپور

میں عمومی خطاب ہوا۔ ۱۲؍ربیع الاول مطابق ۷؍جولائی بہادر پور جانا ہوا اور وہاں پر عشاء کے بعد عمومی خطاب ہوا۔ ۱۳؍ربیع الاول مطابق ۸؍جولائی بدھ کے دن برہانپور سے روانہ ہوکر بنارس پہونچا اور دو روز بنارس میں قیام کرنے کے بعد ۱۶؍ربیع الاول مطابق ۱۱؍جولائی سنیچر کے دن دارالعلوم مہذب پور پہونچا اور اسی دن سے ششماہی امتحان شروع ہوا۔

۲۱؍ربیع الاول مطابق ۱۶؍جولائی کو ششماہی امتحان مکمل ہوکر طلباء اساتذہ کی تعطیل ہوگئی اور یہ خادم مختلف کاموں کے لئے ۲۲؍ربیع الاول مطابق ۱۷؍جولائی جمعہ کے دن بذریعہ سوپر فاسٹ ایکسپرس دہلی کے لئے روانہ ہوگیا اور بارہ یوم دہلی میں قیام کرنے کے بعد ۴؍ربیع الثانی مطابق ۲۹؍جولائی بذریعہ شرجیوی ایکسپریس پٹنہ کے لئے روانہ ہوا، تین روز پٹنہ میں قیام کرنے کے بعد ۸؍ربیع الثانی مطابق ۲؍اگست اتوار کے دن دارالعلوم پہونچ کر تعلیمی اور انتظامی وتعمیری کاموں میں مصروف ہوگیا۔

۹؍تا ۱۱؍اکتوبر تین روزہ کانپور میں تحفظ ختم نبوت کا اجلاس تھا جس کا دعوت نامہ بھی اس خادم کے نام آچکا تھا اور وہاں کے بعض احباب اور بزرگوں کا اصرار تھا کہ یہ خادم شریک اجلاس ہو، ان حضرات کے اصرار کے احترام میں یہ خادم ۱۷؍جمادی الثانیہ مطابق ۹؍اکتوبر جمعہ کے دن بذریعہ بس کانپور پہونچا اور تین روز اجلاس میں شرکت کرکے چند روز کانپور میں قیام کرنے کے بعد بغرض ضرورت دہلی روانہ ہوا اور دہلی سے ۲۸؍جمادی الثانیہ مطابق ۲۰؍اکتوبر کو دارالعلوم مہذب پور پہونچ کر دار العلوم کے کاموں میں مصروف ہوگیا ۸؍رجب مطابق ۲۹؍اکتوبر جمعرات کے دن وایا بنارس حاجی نثار احمد صاحب بھیونڈی کی خواہش پر بذریعہ مہانگری ایکسپریس بھیونڈی

کے لئے روانہ ہوا اور چار یوم بھیونڈی میں قیام کے دوران حاجی نثار احمد صاحب کے برادر حاجی عبدالرحمٰن صاحب کے لڑکے محمد عمر کے نکاح میں ایک نومبر اتوار کے دن شرکت کی اور ۲ر نومبر کو ولیمہ میں شرکت کرنے کے بعد ۳ر نومبر منگل کے دن بذریعہ مہانگری کلیان سے روانگی ہوئی اور ۱۴ر رجب مطابق ۴ر نومبر بدھ کے دن اہل برہانپور کی خواہش اور اصرار پر برہانپور اترنا پڑا رات کا قیام حاجی اسلام الدین صاحب کے مکان پر رہا اور عشاء کے بعد اقبال چوک برہانپور شہر میں شب معراج کے موضوع پر عمومی خطاب ہوا جس کو عوام وخواص نے بہت پسند کیا، دوسرے دن ۵ر نومبر کو بھی معراج النبی ہی کے موضوع پر اقبال چوک پر دوسرا بیان ہوا، ۱۶ر رجب مطابق ۶ر نومبر جمعہ کے دن برہانپور سے دھارنی کا سفر ہوا اور عشاء کے بعد عمومی اجلاس میں خطاب عام ہوا۔ ۷ر نومبر کو دھارنی سے واپسی ہوئی اور برہانپور سے بنارس کے لئے بذریعہ تاپتی گنگا روانگی ہوگئی۔ ۸ر نومبر کو بنارس پہونچ کر دو روز بنارس میں قیام کرنے کے بعد ۲۱ر رجب مطابق ۱۱ر نومبر کو بذریعہ کسان ایکسپریس دیوبند کے لئے روانہ ہوا جہاں دو روزہ کل ہند اجتماع مدارس عربیہ میں شرکت کرنی تھی پروگرام میں شرکت کے بعد ۱۴ر نومبر کو گنگوہ جانا ہوا جہاں رات کا قیام کیا۔ ۱۵ر نومبر اتوار کے دن گنگوہ سے سہارنپور کے لئے روانگی ہوئی، بعد عشاء طلباء چمپارن کے استقبالیہ پروگرام میں شرکت کی اور رات کا قیام مدرسہ مظاہر علوم میں رہا۔ ۲۶ر رجب مطابق ۱۶ر نومبر دوشنبہ کے دن سہارنپور سے کلکتہ کے لئے روانگی ہوئی اور چار دن کلکتہ میں قیام کرنے کے بعد ۲۱ر نومبر کو کلکتہ سے بذریعہ پنجاب میل روانہ ہو کر ۲ر شعبان مطابق ۲۲ر نومبر کو دارالعلوم مہذب پور پہونچ گیا۔

۸/شعبان مطابق ۲۸/نومبر سنیچر کے دن سے سالانہ امتحان شروع ہوا اور ۱۳/شعبان مطابق ۳/دسمبر کو امتحان مکمل ہوکر تعطیل کلاں ہوگئی۔ چندروز مقامی مختلف جگہوں کے اسفار رہے، اس کے بعد ۱۷/شعبان مطابق ۷/نومبر کو موتیہاری پہونچنا ہوا، جہاں دو روزہ عازمین حج کا اجلاس ہونا تھا، رات میں ڈیڑھ بجے یہ خادم موتیہاری پہونچا اور فجر کی نماز کے بعد مدرسہ خیر العلوم بریار پور موتیہاری شہر میں ڈیڑھ گھنٹہ حج کے موضوع پر ایک اہم خطاب ہوا جس کو عوام وخواص سب نے بے حد پسند کیا، اس سے فارغ ہوکر یہ خادم غریب خانہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ چندروز گھر پر قیام کرنے کے بعد ۲۶/شعبان مطابق ۱۶/دسمبر کو سیتامڑھی شہر کے ایک اجلاس میں جانا ہوا جو ردسلفیت میں تھا، چونکہ سیتامڑھی شہر میں کچھ دنوں سے سلفیوں نے حنفیوں کے خلاف فتنہ برپا کررکھا تھا، اس کی سرکوبی کے لئے حنفی حضرات نے وسط شہر میں ایک اجلاس کا انعقاد کیا اور اس اجلاس میں کلیدی خطاب اس خادم کا رکھا۔ چنانچہ حسب دعوت یہ خادم وہاں حاضر ہوا اور ڈھائی گھنٹہ سلفیت کے خلاف اور حنفیت کی تائید میں ایسا کامل ومکمل خطاب کیا کہ کل ہوکر سلفیوں کا چراغ گل ہوگیا، اس کے بعد کل ہوکر یہ خادم اپنے وطن واپس آ گیا اور چندروز گھر پر مقیم رہا۔



۱۹۹۹ء کے اہم واقعات:

رخصتی ذاکرہ نکہت

اس خادم کی سب سے بڑی بچی عزیزہ ذاکرہ نکہت جس کا نکاح ۲۷؍ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۵؍نومبر ۱۹۹۱ء منگل کے دن بعد نماز عشاء مڑلی گاؤں میں عزیزم حافظ ظفیر الدین سلمہ کے ہمراہ ہو چکا تھا جس کی تفصیل یہ خادم حیات حبیب الامت جلد دوم میں لکھ چکا ہے۔ چونکہ اس علاقہ کا رواج یہ تھا کہ نکاح بلوغ سے پہلے کر دیا جاتا تھا اور اس کے چند سالوں کے بعد بچی رخصت ہو کر سسرال جاتی تھی، نکاح کے لئے رواج کے مطابق لڑکی والوں کو لڑکے کے گھر جانا پڑتا تھا جس میں لڑکے کے والد کے علاوہ خاندان اور دور وقریب کے رشتہ دار شامل ہوا کرتے تھے اور نکاح لڑکے کے دروازہ پر یا مسجد میں کرنے کا معمول تھا۔

لیکن نکاح کے چند سالوں کے بعد جب بچی رخصت ہوتی تھی تو بچی کو جہیز کے ساتھ دیگر رسمی ورواجی چیزوں کے ساتھ رخصت کرنا پڑتا تھا اور اسکے ساتھ بارات کے نام پر ایک بڑی بھیڑ لڑکے والے رخصتی کے موقعہ پر لڑکی والوں کے یہاں لے کر آتے تھے اور لڑکے والوں کی فرمائش کے مطابق لڑکی والوں کو ان کی ضیافت کرنی پڑتی تھی۔

چنانچہ جب عزیزہ ذاکرہ نکہت سلمہا کی رخصتی کی تاریخ ۲۶؍شوال ۱۴۱۹ھ

مطابق ۱۳رفروری ۱۹۹۹ء بروز سنیچر طے پاگئی تواب آگے مسئلہ باراتیوں کا آیااس سلسلہ میں اس خادم نے اپنے سمدھی جناب الحاج عبدالخالق صاحب سے اس کی بہت کوشش کی کہ باراتی کم سے کم لے کرآئیں تاکہ سماج ومعاشرہ میں اس خادم کا نام خراب نہ ہو، لیکن بار بار گفتگو کے باوجود وہ ڈھائی سومہمانوں سے کم پر تیار نہیں ہوئے،اس کے بعد نمبر کھانے اور ناشتے کا تھا، چنانچہ ان کی فرمائش کے مطابق اس خادم نے ناشتہ اور کھانے کا انتظام کیا، وقت مقررہ پر بارات کے ساتھ غریب خانہ پر وہ آئے، باراتیوں کی تعداد ان کے کہنے کے مطابق ڈھائی سوتھی اور پندرہ غیر مسلم مزید برآں تھے،ان کی ہدایت اور فرمائش کے مطابق آنے والے تمام لوگوں کو کھانا اور ناشتہ پیش کیا گیا اس کے بعد دستور کیمطابق جب بچی کو رخصت کرنے کا وقت آیا تو معلوم ہوا کہ بچی کے ساتھ ایک بھینس بھی لڑکے کے والد کو دینا پڑتا ہے جس کا تعلق علاقائی رسم ورواج سے ہے۔ چنانچہ اس رواج کی تکمیل کے لئے ایک بھینس کی رسی بھی سمدھی صاحب کے ہاتھ میں پکڑوانی پڑی،اس طرح بچی کی رخصتی کا مرحلہ مکمل ہوگیا۔

پاس پورٹ کی آمد

جیسا کہ یہ خادم حیات حبیب الامت جلد دوم میں تحریر کر چکا ہے کہ ۱۹۸۸ء میں بنا ہوا پاسپورٹ جب ۱۹۹۸ء میں ختم ہوگیا اور اس کی تجدید کے لئے پاسپورٹ آفس میں اس کو جمع کرایا تو خواہ مخواہ کی پیچیدگیوں میں وہ پاسپورٹ الجھ کر ایک سال

تک رہ گیا۔ بالآخر یہ خادم اس سے مایوس اور مطمئن ہوکر بیٹھ گیا۔ ۲۶؍شوال مطابق ۱۳؍فروری ۱۹۹۹ء جو دن بڑی بچی کی رخصتی کا تھا اور یہ خادم بچی کی رخصتی کی ہمہ ہمی میں مصروف تھا مکمل مایوسی کے بعد اچانک پوسٹ مین نے پاسپورٹ کا (لفافہ) لاکر دیا مکمل مایوسی کے بعد پاسپورٹ کے ملنے پر بے پناہ خوشی ہوئی اور ۲۶؍ذیقعدہ مطابق ۱۵؍مارچ دوشنبہ کے دن وایا بنارس دہلی کے لئے روانہ ہوگیا۔

سفر دبئی

چند روز دہلی میں قیام کرنے کے بعد حسب پروگرام احباب کی خواہش اور طلب پر ۲۹؍ذیقعدہ مطابق ۱۸؍مارچ جمعرات کے دن بذریعہ ایئر انڈیا دبئی کے لئے روانہ ہوا اور ۱۹؍یوم دبئی، شارجہ، العین اور ابوظبی ملاکر قیام رہا، اس سفر میں بھی حسب معمول مختلف احباب سے ملاقاتیں ہوئیں، علمی دعوتی مجلسیں ہوئیں، دینی افادہ واستفادہ کا بہتوں کو موقعہ ملا، عید الاضحیٰ کی نماز العین میں ادا کی، عربوں کے ساتھ عید الاضحیٰ کی نماز کی ادائیگی کا یہ پہلا موقعہ تھا، ہندوستان کے ماحول سے ہٹ کر وہاں کا انداز مختلف پایا، سب سے اہم اور بڑی بات یہ دیکھنے کو ملی کہ سورج نکلنے کے پندرہ بیس منٹ کے بعد نماز شروع کردی گئی، اسی کے ساتھ مساجد کے بجائے صرف عیدگاہ میں پہونچنے کا اہتمام بھی دیکھا، نیز فجر کی نماز کے بعد سے ہی عیدگاہ میں تکبیر تشریق کا بلند آواز سے مائک پر اہتمام والتزام بھی دیکھا، اس خادم کے لئے یہ پہلا موقعہ

تھاجب العین کے زاخر علاقہ کی عیدگاہ میں عیدالاضحیٰ کی نماز ادا کی، اس کے بعد کئی مرتبہ عیدالاضحیٰ وعیدالفطر کی نمازیں حرمین وغیر حرمین عرب ممالک میں ادا کرنے کی نوبت آئی۔

سفر مکمل کرنے کے بعد ۱۸/ذی الحجہ مطابق ۶/اپریل منگل کے دن بذریعہ ایئر انڈیا دہلی واپسی ہوگئی اور چندروز کے بعد دارالعلوم مہذب پور حاضری ہوگئی، چند روز مدرسہ پر قیام کرنے کے بعد وطن کے لئے جانا ہوا، چونکہ پٹنہ میں حضرت مولانا سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ایک سمینار ہونے والا تھا اس میں شرکت کرنی تھی، چنانچہ ۲۰/۲۱/اپریل کو اس پروگرام میں شرکت کرنے کے بعد۔

پٹنہ سے بنارس واپسی

۵/محرم ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۲/اپریل ۱۹۹۹ء جمعرات کے دن بذریعہ شرمجیوی ایکسپریس پٹنہ سے بنارس پہونچا، حاجی یحیٰی صاحب سے جوں ہی ملاقات ہوئی انہوں نے یہ اندوہناک خبر سنائی کہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب کئی روز سے سخت علیل ہیں اور بنارس کے ہاسپٹل میں داخل علاج ہیں جس کا تفصیلی تذکرہ اس خادم نے حیات حبیب الامت جلد دوم میں کیا ہے جو صفحہ ۳۱۷ پر موجود ہے، بہرحال ان کے تذکرہ کے بعد حضرت مولانا سے ملاقات کا پروگرام بنا اوراسی دن بعد نماز مغرب حضرت مولانا کی ملاقات کے لئے حضرت کی قیامگاہ پر پہنچے اور پہونچنے کے بعد ہم

دونوں نے حضرت مولانا سے ملاقات کی اور عیادت کیا اور حاضرین سے حضرت کی خیریت معلوم کی اس کے بعد ہم لوگ وہاں سے واپس ہو گئے جب کمرہ سے باہر نکلے تو سیڑھی پر اترتے ہوئے حاجی یحیٰی صاحب نے میرا ہاتھ پکڑا اور یہ شعر پڑھا ؎

ہم نے دل دے بھی دیا عہد وفا لے بھی لیا

آپ اب شوق سے دے لیں جو سزا دیتے ہیں

اسکے بعد رات کا قیام حاجی صاحب کے مکان پر رہا کل ہو کر دارالعلوم مہذب پور کے لئے روانگی ہوئی اور ۱۰ ربجے دارالعلوم پہونچ کر کار مفوضہ میں مصروف ہو گیا۔

حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب کا انتقال پر ملال

لیکن کسی کو کیا خبر تھی کہ حضرت مولانا کی یہ ملاقات الوداعی ملاقات ہوگی اور اس کے بعد دنیا کو ہمیشہ کے لئے الوداع کہہ دیں گے۔

چنانچہ ۱۰ رمحرم الحرام ۱۴۲۰ مطابق ۲۷ر اپریل ۱۹۹۹ء منگل کے دن یہ اندوہناک خبر معلوم ہوئی کہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری نے ہمیشہ کے لئے اس دار فانی کو خیر باد کہہ دیا اور جوار رحمت میں پہونچ گئے۔ اس خبر سے نا قابل تحمل صدمہ ہوا چونکہ یہ خادم حضرت مولانا کے پدرانہ شفقتوں سے ایک طویل عرصہ تک فیضیاب ہوا تھا اور گردش زمانہ نے انتقال کے چند سال قبل خادم کو انتقال مکانی پر مجبور کر دیا، لیکن روحانی رشتہ اور تعلق تا دم آخر بلکہ تا ہنوز باقی ہے اور انشاء اللہ باقی

رہے گا اور حضرت مولانا کی محبت وشفقت کی جو دیرپا نقوش دل و دماغ میں پیوست ہیں وہ یقیناً انمٹ ہیں اسے مٹایا نہیں جاسکتا۔

بہرحال دوستوں کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ نماز جنازہ عشاء کے بعد ادا کی جائے گی، چنانچہ رفقاء، اساتذہ اور طلباء کے ساتھ یہ خادم بھی مہذب پور سے گورینی پہونچ گیا اور عشاء کے بعد نماز جنازہ وغیرہ سے فارغ ہوکر رات ہی میں مہذب پور واپس آ گیا۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی مغفرت فرمائے، درجات کو بلند فرمائے، دینی خدمات اور کاوشوں کو قبول فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، اور حضرت نے جو علمی باغیچہ لگایا ہے اس کی آبیاری کے لئے اللہ غیب سے شکل پیدا فرمائے۔

جلسہ مدرسہ امدادیہ اشرفیہ سیتامڑھی بہار

۱۳/۱۴/ محرم ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۰/ اپریل و یکم مئی ۱۹۹۹ء جمعہ اور سنیچر کے دن دو روزہ جلسہ مدرسہ امدادیہ اشرفیہ کے ذمہ داروں نے طے کیا اور اس جلسہ میں بحیثیت مقرر اس خادم کو بھی مدعو کیا گیا اتنے بڑے جلسے میں بڑوں کی موجودگی میں اس بے بضاعت اور بے مایہ وکم علم نے پہلے تو حاضری سے معذرت کی لیکن اصرار پیہم کے بعد حاضر جلسہ ہوا، اس جلسہ میں کبار علماء نے خاص طور پر حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمی شیخ ثانی دارالعلوم دیوبند تشریف فرما تھے، چنانچہ رات میں عشاء کے بعد جلسہ

شروع ہوااور چند علماء کے بعد اس خادم کا نمبر بیان کا آیا،اس خادم نے اصلاح معاشرہ کے موضوع پر ڈیڑھ گھنٹہ بیان کیا، دوران خطاب سامعین کے ساتھ اسٹیج پر بیٹھے ہوئے بالخصوص علماء خطاب سے بہت محظوظ ہوئے،اس کے بعد آخری خطاب حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمی کا ہوااور انہی کے خطاب پر پہلے دن کا اجلاس مکمل ہوگیا۔

مدرسہ امدادیہ اشرفیہ راجو پٹی طیب نگر ضلع سیتامڑھی کا ایک مقبول ادارہ ہے، جس کے بانی حضرت مولانا عبدالمنان صاحب قاسمی ہیں، جنہوں نے فراغت کے بعد مختلف مدارس میں دینی خدمت انجام دی،اخیر میں اپنے ہی شہر سیتامڑھی میں مدرسہ امدادیہ اشرفیہ کے نام سے ایک ادارہ کی بنیاد ڈالی اوراس کی ترقی کے لئے ہمہ تن سعی کرتے رہے تاآنکہ ایک مقبول ادارہ کی شکل اس نے اختیار کرلی۔

روحانی اعتبار سے وہ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی سے منسلک رہےاور بعد میں ان سے اجازت بیعت وخلافت بھی حاصل ہوئی۔

جلسہ مدرسہ فیض الاسلام پرسا نیپال

کل ہوکر یعنی ۱۴رمحرم مطابق یکم مئی ظہر کی نماز کے بعد یہ کارواں علم وفضل مدرسہ فیض العلوم پرسا نیپال کے لئے روانہ ہوا، یہ مدرسہ اگرچہ صاحب طریقت حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب کا تھا،لیکن شیخ طریقت تک پہونچنے کے لئے جو طریق تھاوہ اپنے اندر بے پناہ نشیب وفراز اور خدوخال رکھتا تھا۔

بہرحال جیپ میں ہچکولہ کھاتے ہوئے یہ کاروان علم وفضل جس میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمی بھی تشریف فرما تھے اور یہ خادم بھی مغرب سے پہلے مدرسہ پہونچ گیا اور حسب پروگرام عشاء کے بعد وہاں کا اجلاس شروع ہوا جس میں صرف دوخطابات ہوئے: (۱) اس خادم کا (۲) حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمی کا، اس کے بعد اجلاس اختتام پذیر ہوگیا۔

حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب پرسا نیپال کے مستجاب الدعوات بزرگوں میں شمار ہوتے تھے، فیض الاسلام کے نام سے اپنے ہی گاؤں میں ایک ادارہ قائم کیا جس کی پرورش انہوں نے بہت محنت سے کی، لیکن پرسا والے ان کے لئے اہل مکہ کی طرح ثابت ہوئے جیسی قدردانی ہونی چاہئے تھی ویسی نہیں کرسکے جسکے نتیجہ میں وہ اہل قریہ بہت جلد ایک عظیم شخصیت سے محروم ہوگئے۔

حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب کا روحانی تعلق حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندوی سے تھا، حضرت قاری صاحب کے وہ خلیفہ ومجاز بھی تھے، حضرت قاری صاحب کو اکثر پرسا دعوت دے کر بلایا بھی کرتے تھے، کل ہوکر یہ خادم اپنے غریب خانہ واپس آ گیا اور دوروز گھر پر قیام رہا۔

جلسہ مدرسہ منبع العلوم مادھوپور ضلع چمپارن

۱۷ محرم مطابق ۴ مئی منگل کے دن ڈھاکہ علاقہ کے مشہور گاؤں مادھوپور میں واقع مدرسہ منبع العلوم میں ایک جلسہ رکھا گیا جس کے مدعوخصوصی جناب قاری

حبیب احمد صاحب ابن قاری صدیق احمد صاحب باندوی اور مفتی عبید اللہ صاحب اسعدی تھے۔اس ادارہ کے بانی مولانا حافظ فصیح الدین صاحب تھے جو حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندوی سے منسلک تھے اور انہی کے ایماء اور حکم پر مادھو پور میں مدرسہ کی بنیاد پڑی تھی اور ماشاء اللہ موصوف نے محنت وکاوش کے ذریعہ اس ادارہ کو علاقہ کا معیاری ادارہ بنا دیا تھا۔

ان کی خواہش اور اصرار پر یہ خادم بھی اپنے رفقاء کے ساتھ مادھو پور مدرسہ منبع العلوم کے جلسے میں حاضر ہوا، نیت صرف آنے والے مہمانوں کی ملاقات اور ان سے استفادہ کی تھی، لیکن خادم کو دیکھ کر وہاں کے منتظمین کی نیت خراب ہوگئی اور جلسہ میں خطاب عام کا اصرار شروع کر دیا، چنانچہ ان حضرات کے اصرار پر ڈیڑھ گھنٹہ ایسا بیان کیا جو بعض لوگوں کے سینے میں براہ راست تیر کی طرح لگا اور تلملا اٹھے، حالانکہ اس خادم کا خطاب عمومی تھا، اللہ نے جو بات دل ودماغ میں ڈالی وہ سامعین سے عرض کیا، لیکن بعض لوگوں نے یہ محسوس کیا کہ مجھ کو کہا جا رہا ہے، حالانکہ ایسی بات نہیں تھی، میرے خطاب کے بعد آنے والے مہمانوں کے خطابات ہوئے، اس کے بعد یہ خادم رات ہی میں اپنے غریب خانہ پر واپس آ گیا، چند روز کے بعد دار العلوم مہذب پور واپسی ہوگئی اور تدریسی وانتظامی کاموں میں مصروف ہو گیا۔

سفر بھیونڈی

بھیونڈی کے احباب کی خواہش واصرار پر ۲؍صفر ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۸؍مئی

۱۹۹۹ء منگل کے دن بذریعہ مہانگری ایکسپریس وایا بنارس بھیونڈی کے لئے روانہ ہوا اور بمبئی و بھیونڈی ملا کر بارہ روز کا قیام رہا، اس درمیان مختلف مساجد میں خطابات ہوئے اور مختلف احباب کے یہاں دعوتیں ہوئیں اور مختلف مکانات پر علمی مجلسیں منعقد ہوئیں جس سے لوگوں نے بھرپور فیض حاصل کیا۔

۶ر صفر ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۲ر مئی ۱۹۹۹ء سنیچر کے دن ڈاکٹر محمد علی سلمہ جو حاجی علی احمد صاحب کے یکلوتے لڑکے تھے اور جو حاجی نثار احمد صاحب کے بھتیجے تھے، ان کا نکاح اس خادم نے پڑھایا اور کل ہوکر ان کے ولیمہ میں شرکت کی اس شادی کی تقریب میں شرکت ہی بھیونڈی کے سفر کا سبب بنی اور حاجی علی احمد صاحب کے اصرار کی وجہ سے یہ سفر کرنا پڑا۔ بہر حال بعافیت سفر مکمل کرنے کے بعد ۱۴ر صفر مطابق ۳۰ر مئی اتوار کے دن یہ خادم بھیونڈی سے بنارس واپس آ گیا۔

دارالعلوم مہذب پور میں عمائدین بنارس کی آمد

اور بنارس سے ۱۶ر صفر ۱۴۲۰ھ مطابق یکم جون منگل کے دن عمائدین بنارس کے ساتھ دارالعلوم مہذب پور حاضری ہوئی، ان عمائدین میں جو حضرات شریک قافلہ تھے (۱) حاجی یحیٰ صاحب اشفاق نگر بنارس (۲) حاجی عبدالمقیت صاحب اشفاق نگر بنارس (۳) حاجی محمد طاہر صاحب اشفاق نگر بنارس۔

بنارس کے عمائدین کا یہ پہلا کارواں تھا جس نے اس خادم کی دعوت قبول کی

اور دارالعلوم مہذب پور میں اس کارواں کا نزول ہوا، کئی گھنٹہ ان حضرات نے قیام کیا مدرسہ کا معائنہ کیا، طلباء اساتذہ سے ملاقاتیں کیں، طلباء اساتذہ میں خطاب بھی کیا رجسٹر تاثرات پر اپنے تاثرات بھی ثبت کئے، مدرسہ اور اس کی کارکردگی دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور بہت کچھ وعدوں کے ساتھ شام کے وقت یہ کارواں اپنی ذاتی کار کے ذریعہ بنارس کے لئے روانہ ہوگیا۔ اس کے بعد اگرچہ بنارس شہر کے بہت سے اکابر و اصاغر علماء اور نوجوان تجار مختلف مواقع پر آتے جاتے رہے اور جی بھر کر یہاں کی کارکردگی دیکھ کر مطمئن ہوکر جاتے رہے۔

دارالعلوم ندوہ لکھنو میں تبلیغی اجتماع

۲۷/۲۸/۲۹/ صفر مطابق ۱۲/۱۳/۱۴/ جون بروز سنیچر اتوار، پیر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں عالمی اجتماع طے پایا جس میں اس خادم نے بھی شرکت کی، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب بھی اس اجتماع میں موجود رہے۔ آخری دن دعاء کے بعد جب حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب دعا سے فارغ ہوکر اسٹیج سے اترے اور منزل پر جانے کے لئے گاڑی میں سوار ہوئے تو مصافحہ کرنے کے لئے اتنا بڑا ہجوم جمع ہوگیا کہ اس ہجوم سے حضرت جی کو نکال کر منزل تک پہونچانا مشکل ہوگیا، کتنے لوگ تو گاڑی کی چھت پر چڑھ گئے، تھوڑی دیر کے لئے ایسا لگا کہ گاڑی کی چھت ٹوٹ جائے گی، بہرحال کافی مشقت کے بعد مجمع کو ہٹایا گیا، تب حضرت جی منزل کے

ہم کنار ہوئے۔

یہ اجتماع ہر اعتبار سے کامیاب رہا، بیانات سے لے کر تشکیل تک بہت اچھی کارکردگی رہی، سیکڑوں جماعتیں ملک و بیرون ملک کے لئے وہاں سے تیار ہوکر روانہ ہوئیں۔اس طرح تین روز میں بعافیت تمام وہ اجتماع مکمل ہوگیا اور یہ خادم اجتماع ختم ہونے کے بعد دارالعلوم کے لئے واپس آ گیا۔

سفر کھنڈوا ایم پی

اہل برہانپور وکھنڈوا کی خواہش واصرار پر یکم ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۵ر جولائی جمعرات کے دن وایابنارس بذریعہ تاپتی گنگا ایکسپریس کھنڈوا کے لئے روانگی ہوئی۔

لیکن بنارس سے گاڑی کی روانگی سے پہلے ٹرین میں ایک حادثہ اس خادم کے ساتھ پیش آیا وہ یہ کہ پلیٹ فارم پر پہونچنے کے بعد گاڑی میں سوار ہوا اور اپنی سیٹ کے نیچے اپنے کپڑوں کی اٹیچی اور تھیلا رکھ دیا، تھوڑی دیر کے بعد بغل والی سیٹ پر ایک صاحب آ کر بیٹھ گئے جن کو میں نے اس ٹرین کا مسافر سمجھا، ٹرین کے چلنے میں چونکہ ابھی کافی وقت تھا اور سامنے والے صاحب بھی آرام واطمینان سے دس پندرہ منٹ تک بیٹھے رہے، ان کو مسافر سمجھ کر ان سے یہ کہہ کر میں بوگی سے نیچے پلیٹ فارم پر اترا کہ بھائی صاحب میرا یہ سامان ہے دیکھتے رہئے گا، میں پلیٹ فارم سے کچھ ضرورت کی چیز لے کر آتا ہوں، تھوڑی دیر میں سامان ضرورت لے کر جب میں اپنی سیٹ پر پہونچا تو دیکھا کہ وہ پڑوسی غائب ہے اور اسی کے ساتھ سیٹ کے نیچے رکھا ہوا

میرا وہ سامان بھی غائب ہے، بسیار جستجو کے بعد نہ وہ آدمی ملا اور نہ سامان، بالآخر صبر کر کے سیٹ پر بیٹھنا پڑا اور اسی ایک کرتہ اور پائجامہ میں جو بدن پر تھا سفر مکمل کرنا پڑا، اگر چہ کھنڈوا پہونچنے کے بعد جب مہو پہونچنا ہوا تو وہاں کے دوست حاجی عبدالعزیز صاحب نے ارجنٹ میں درزی کو بلوا کر کئی کرتا اور پائجامہ تیار کروایا۔

بہر حال اس حادثہ کے بعد ٹرین بنارس اسٹیشن سے روانہ ہوئی اور کل ہوکر ۱۶؍جولائی کو اسی سفری لباس میں جمعہ میں مدینہ مسجد کھنڈوا میں خطاب ہوا اور رات کو بذریعہ ٹرین کھنڈوا سے روانہ ہوکر ۱۷؍جولائی سنیچر کے دن صبح سات بجے مہو پہونچنا ہوا، دن بھر حاجی عبدالعزیز صاحب کے مکان پر قیام رہا اور دوسرے دن ۱۸؍جولائی اتوار کو اندور کے لئے روانگی ہوئی اور گیارہ بجے اندور پہونچنا ہوا اور اس دن اندور میں چار پروگرام ہوئے (۱) ظہر کے بعد (۲) عصر کے بعد (۳) مغرب کے بعد (۴) عشاء کے بعد، چھاؤنی مسجد میں عمومی خطاب ہوا اور جناب مشتاق صاحب کے مکان پر رات کا قیام رہا، ۱۹؍جولائی پیر کے دن بھی اندور میں قیام رہا اور مختلف پروگرام ہوتے رہے، آخری پروگرام عشاء کے بعد محمدی مسجد چندن نگر میں ہوا اور اس کے بعد رات ہی میں مہو کے لئے واپسی ہوگئی، رات کا قیام حاجی عبدالعزیز صاحب کے یہاں رہا، اس طرح کھنڈوا اندور اور مہو کے مختلف پروگراموں سے فارغ ہونے کے بعد ۹؍ربیع الثانی مطابق ۲۳؍جولائی جمعہ کے دن اندور سے دہلی کے لئے روانگی ہوئی اور دہلی میں تین روز قیام کرنے کے بعد وایا بنارس دارالعلوم مہذب پور واپسی ہوگئی۔

سفر سنگاپور

چند سال قبل سنگاپور و بورنائی کا سفر یہ خادم کر چکا تھا، لیکن وہاں کے احباب کے اصرار و خواہش پر دوبارہ سنگاپور کا سفر کرنا پڑا۔ چنانچہ ۱۷ر جمادی الاولی ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۹ر اگست اتوار کے دن وایا بنارس بذریعہ کاشی ایکسپریس دہلی کے لئے روانہ ہوا اور چند روز دہلی میں قیام کرنے کے بعد ویزا اور ٹکٹ وغیرہ کی کاروائی مکمل کر کے ۲۴ر جمادی الاولیٰ مطابق ۵ر ستمبر اتوار کے دن بذریعہ ایئر انڈیا سنگاپور کے لئے روانہ ہوا اور وایا مدراس رات میں نو بجے سنگاپور پہونچا اور سات روز سنگاپور میں قیام کرنے کے بعد ۲ر جمادی الثانیہ مطابق ۱۳ر ستمبر دوشنبہ کے دن بورنائی کے لئے روانہ ہوا اور پندرہ روز بورنائی میں قیام کرنے کے بعد ۱۸ر جمادی الثانیہ مطابق ۲۹ر ستمبر بدھ کے دن سنگاپور واپسی ہوگئی اور حسب پروگرام ۲۲ر جمادی الثانیہ مطابق ۳ر اکتوبر اتوار کے دن سنگاپور سے دہلی واپسی ہوگئی اور ۲۴ر جمادی الثانیہ مطابق ۵ر اکتوبر منگل کے دن دہلی سے دارالعلوم مہذب پور واپس آ کر تدریسی و انتظامی کاموں میں مصروف ہوگیا۔

سنگاپور کے مشاہدات

سنگاپور جزیرہ نما چاروں طرف سے سمندر اور پانی میں گھرا ہوا مختصر سی آبادی پر مشتمل ایک چھوٹا سا تجارتی شہر ہے، وہاں کا ایئرپورٹ بھی سمندر کے بالکل کنارے

واقع ہے اور پوری دنیا کے لئے وہاں سے فلائٹیں آتی جاتی ہیں، ہر ملک کے لوگ اپنے مذہبی تشخصات کے ساتھ بغیر کسی تعصب کے آزادی کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں، جگہ کی کمی کی وجہ سے عام طور پر فلک بوس عمارتیں وہاں نظر آتی ہیں، مساجد ومعابد کی بھی کوئی کمی نہیں، ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے انداز کی عبادت کے لئے آزاد ہیں، سڑکیں کشادہ اور صاف ستھری ہیں، کہیں بھی گندگی روڈ پر نظر نہیں آتی، زیادہ تر بلکہ ساری ہی بلڈنگیں بالخصوص روڈ کے کنارہ کی صاف ستھری اور رنگ و روغن سے آراستہ نظر آتی ہیں، پوری دنیا سے لوگ کاروبار کے لئے آتے جاتے رہتے ہیں اور کاروبار کے مواقع بھی وہاں بہت ہیں، قوت خرید بھی ماشاء اللہ بہت بہتر ہے، ہر رنگ ونسل کے انسانوں کی آمد ورفت سڑکوں پر اور مارکیٹ میں بلاخوف وخطر نظر آتی ہے، ہر قسم کے لڑائی جھگڑے اور فتنہ فساد سے اور مذہبی، علاقائی اور لسانی تعصب سے یہ ملک خالی ہے، وہاں کی کرنسی بھی ماشاء اللہ وزنی ہے، وہاں کا ایک روپیہ اب تو ہندوستان کے ساٹھ ستر روپے کے برابر ہے۔

جونپور، اعظم گڈھ کے جو احباب وہاں رہتے ہیں ان میں دعاء تعویذ کا چلن بہت ہے اور سحر آسیب کی شکایت عام طور پر لوگوں کو وہاں رہتی ہے جس کی وجہ سے شروع میں یوپی کے اضلاع مغربیہ کے بہت سے علماء جو اس فن سے تھوڑی بہت واقفیت رکھتے تھے وہ بہت کامیاب ہوئے اور ان حضرات نے قاعدہ سے انکا عطر نکالا، بہت سے علماء تو صرف دعاء اور سحر و آسیب کے علاج کے لئے وہاں بلائے جاتے تھے اور بہتوں کی دکانداری خوب چلی اور خوب خوب فیض یاب ہوکر وہاں سے واپس ہوئے، لیکن نیا ویزانہ ملنے کی وجہ سے دھیرے دھیرے جونپور اعظم گڈھ کے احباب وہاں کم ہوگئے۔

ایک معمہ کا حل

۱۹۸۰ء میں جب پہلی مرتبہ جونپور میں آنا ہوا تو بیان کے سلسلہ میں جونپور اوراعظم گڈھ کے اکثر دیہاتوں میں آمد ورفت ہوتی تھی اوراکثر جگہوں پر یہ تذکرہ سننے میں آتا تھا کہ اس گاؤں کے فلاں صاحب سنگاپور یا ملیشیا میں بیس سال سے رہتے ہیں، فلاں صاحب پندرہ سال سے گھر نہیں آئے، فلاں صاحب کو گھر آئے ہوئے پچیس سال ہوگئے یہ باتیں بکثرت سنتا رہا، اور تذکرے میں یہ باتیں آتی رہیں، لیکن اس کے اسباب وعلل کی جستجو میں پڑنے کی کبھی کوشش نہیں کی، البتہ ایک معمہ کی حیثیت سے دل ودماغ میں یہ باتیں بیٹھی رہیں کہ جب یہ خادم سنگاپور ملیشیا، بورنائی پہونچا تب یہ معمہ حل ہوا کہ جتنے حضرات لمبے وقفہ سے وہاں قیام پذیر ہیں انہوں نے وہاں ملیشین عورتوں سے شادی کررکھی ہے، اور وہ اپنے کاروبار میں اس طرح مصروف ہیں کہ ان کو ہندوستان آنے کی فرصت نہیں ملتی۔

لیکن ان میں ایک اچھی بات یہ ضرور نظر آئی کہ ہندوستان لمبے وقفے سے نہ آنے کے باوجود ہندوستان میں موجود بیوی بال بچوں کو وہ بھولے نہیں بلکہ اہتمام کے ساتھ وہ خرچ واخراجات بھیجتے رہے، بلکہ اکثر حضرات تو اپنی کمائی کا غالب حصہ ہندوستان بھیجتے رہے جن پیسوں سے بہتوں نے بہت کچھ بنایا بھی اور بعضوں نے لٹا پٹا کر ختم کردیا۔

جونپور اوراعظم گڈھ کے جو حضرات سنگاپور ملیشیا اور بورنائی میں مقیم تھے جن

کواس خادم نے وہاں بھی دیکھا اور ہندوستان میں بھی ان میں ایک خوبی ضرور دیکھی کہ ان کی طبیعتوں میں بے پناہ مسکنت اور تواضع تھی، کھانے پینے سے لے کر پہننے اوڑھنے تک میں بے پناہ سادگی دیکھی گئی، گفتگو اور لب ولہجہ بھی بہت نرم ان کا تھا، کہیں سے بھی کثرت مال کا غرور اور نشہ نہیں دکھائی دیتا تھا، بخلاف ان نوجوانوں کے جو سعودیہ، دبئ وغیرہ گئے، ان کی ہر چیز میں وہاں کا شاہانہ انداز نظر آیا اور دولت کا نشہ اور کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے میں فراوانی بھی ان میں نظر آئی۔

ایک نوجوان فاضل کا واقعہ

سنگاپور کے جس فلیٹ میں اس خادم کا قیام تھا اس کے مالک حاجی انتظار احمد خاں صاحب ساکن منڈیار ضلع اعظم گڈھ تھے، وہ پورا فلیٹ ان کے ہوٹل کے چند ملازمین کے ساتھ ہندوستان سے جانے والے علماء کے لئے وقف تھا جس کا کوئی کرایہ نہیں دینا پڑتا تھا، میرے پہونچنے کے چندروز کے بعد بیس بائیس سال کے ایک ندوی عالم پہونچے جن کا قیام میرے ہی کمرے میں طے پایا، ایک دوروز کے بعد دوران گفتگو خیر خیریت کے بعد میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ انہوں نے بتلایا گنگوہ سے، چونکہ یہ خادم سات آٹھ سال گنگوہ میں رہ چکا تھا اور اس کے گلی کوچوں سے واقف تھا اس لئے میں نے ان سے ان کے مدرسے کے سلسلہ میں کچھ دریافت کرنا چاہا تو بجائے اس کے کہ وہ صحیح جواب دے کر اس خادم کو مطمئن کر دے اول فول بک کر مجھ کو خاموش کرنے کی انہوں نے کوشش شروع کی،

نوبت بایں جارسید کہ ان کی گفتگو سے میں یہ سمجھا کہ یہ لڑکا کسی مدرسہ سے وابستہ نہیں ہے، بلکہ یہ چیٹنگ باز ہے، چنانچہ اس کی اطلاع میں نے کل ہوکر حاجی انتظار احمد خاں صاحب کو دی، انہوں نے اس کے جواب میں کہا کہ وہ میرا مہمان نہیں ہے، بلکہ حاجی ظہیر صاحب کا مہمان ہے جو حاجی انتظار احمد خاں صاحب کے سمدھی بھی تھے ان کے یہاں قیام کی تنگی تھی، اس لئے میرے یہاں فلیٹ میں بھیج دیا، میں نے حاجی انتظار صاحب سے کہا کہ آپ اس بات کی اطلاع حاجی صاحب کو کردیں، لیکن یہ بات حاجی ظہیر صاحب کی سمجھ میں نہیں آئی اور ان کی حمایت میں لگ گئے اور اپنے لوگوں کے ذریعہ سنگاپور کے لوگوں سے ملاقات کروائی اور اپنے ہی توسط سے بورنائی بھی بھیجا اور وہاں کے لوگوں نے بھی ان کا خوب تعاون کیا، ہندوستان واپسی کے بعد میں دہلی سے گنگوہ گیا اور اس کے بارے میں جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اس لڑکے کے پاس ایک کمرہ کا بھی مدرسہ نہیں ہے اور وہ اسی طرح فرضی باتیں کرکے پوری دنیا کا چکر لگاتا رہتا ہے، میں نے اپنی تحقیق سے اپنے قریبی دوستوں کو باخبر کردیا، اس کے باوجود وہ لڑکا اگلے سال بھی دھڑلے کے ساتھ وہاں پہونچا اور بلا انکار ونکیر ہر ایک سے ملاقات کی اور ہر ایک نے اس کا تعاون کیا، اس صورت حال کو دیکھ کر یہ خادم خاموش ہوگیا کیونکہ اپنا جو فرض تھا وہ پورا کرچکا تھا۔

سنگاپور میں لندن کا تذکرہ

سنگاپور کے سفر میں کئی جگہ کی مجلسوں میں یوپی کے مغربی اضلاع کے کچھ علماء

ملے جولندن سے واپس سنگاپور آئے تھےاور کئی مجلسوں میں لندن کا تذکرہ سننےکوملا، یہ خادم خاموشی کے ساتھ ہرمجلس میں اس تذکرہ کوسنتا رہا،لیکن کسی تبصرہ سے ہرجگہ گریز کیا تا آنکہ بورنائی آ گیااور وہاں بھی کئی مجلسوں میں لندن کا تذکرہ سننے کو ملا لیکن وہاں بھی خاموشی کے ساتھ تذکرہ سنتا رہا۔

بورنائی کے مناظر

بورنائی بھی سنگاپور کی طرح چاروں طرف پانی سے گھرا ہواایک چھوٹا سا ملک ہے،لیکن ڈیزل و پٹرول کا ذخیرہ بہت زیادہ ہے،اس لئے یہ ملک امیر کبیر مما لک میں شمار ہوتا ہے، اس ملک کا زمام کارحسن بلقیہ نامی ایک سلطان کے ہاتھ میں ہے جس کی وجہ سے اسلام اور مسلمان وہاں پرخوشحال ہیں، بورنائی کی آبادی سنگاپور کی طرح بہت گھنی نہیں ہے اور کاروبار کے ذرائع بھی سنگاپور کی طرح رواں دواں نہیں ہیں، صفائی ستھرائی اور سڑکیں بھی بہت زیادہ صاف ستھری اور کشادہ نہیں ہیں، البتہ مساجد کی کثرت ضرور ہے، اور مساجد کی تعمیر خوشنما وخوش منظر ہےاور نمازیوں سے مساجد آباد بھی ہیں، وہاں کے مقامی باشندوں میں وہاں کے سلطان کا احترام بھی بہت ہے، احترام کے ساتھ بہت سی چیزوں میں ''الناس علی دین ملوکہم'' کا منظر بھی دیکھنے کوملتا ہے۔ ڈیزل اور پٹرول کی فراوانی کی وجہ سے ملک کی معیشت مضبوط ہے اور وہاں کی کرنسی بھی ماشاءاللہ مضبوط ہے،سنگاپور کی کرنسی کے ہم وزن ہے، وہاں کے مقامی باشندوں میں بھی نماز کا اہتمام دیکھا جا تا ہے، وسط شہر میں ایک ندی موجود ہے

جس پر لکڑی کے پائے نصب کر کے اس پر پٹرا بچھا کر ہزاروں رہائشی مکانات پانی پر بنے ہوئے ہیں اور بلا تکلف ہزاروں خاندان پانی کے اوپر رہائش پذیر ہیں جس کا اپنا ایک الگ منظر ہے، جو کمیاب ہی نہیں بلکہ کمیا فت ہے۔

جونپور اعظم گڈھ کے بہت سے احباب ذریعہ معاش کی جستجو میں وہاں گئے اور وہ لمبے وقفہ سے وہاں آباد ہیں، کاروبار کا لائسنس حاصل کرنے کے لئے بہت سے افراد نے وہاں کے مقامی عورتوں سے شادی کی جس کی وجہ سے وہ لائسنس ہولڈر بن گئے اور کاروبار کے جواز کے ساتھ کاروبار میں وسعت بھی پیدا ہوگئی اور وہاں کی عورتوں سے بچے بھی پیدا ہو گئے، لیکن جب بچے بڑے ہوئے اور ان کی شادی کا موقعہ آیا تو ان کو مشکل ترین مراحل سے گزرنا پڑا جس کا تصور ہندوستان میں نہیں کیا جا سکتا۔

بورنائی میں شادی کا طریقہ

بورنائی میں مقیم بعض دوستوں نے یہ بتلا کر اس خادم کو حیرت زدہ کر دیا کہ یہاں شادی کا طریقہ یہ ہے کہ لڑکا اور لڑکی دونوں کالج میں پڑھنے کے دوران ایک دوسرے سے آشنائی پیدا کرتے ہیں، اس کے بعد لڑکا ماں باپ کی موجودگی میں لڑکی کے گھر آمدورفت شروع کرتا ہے، کبھی تو کئی کئی لڑکوں کی آمدورفت ہوتی ہے اور وہ لڑکا بلا تکلف لڑکی کے کمرے میں رات گزارتا ہے پھر لڑکی جس لڑکے کو پسند کرتی ہے اور اس سے حمل قرار پا جاتا ہے تب وہ دونوں قاضی کے یہاں اوقاف میں پہونچ کر نکاح کی درخواست پیش کرتے ہیں اس کے بعد قاضی نکاح پڑھا کر ان کو سند سے سرفراز

کردیتاہےاس کے بعد والدین شادی کی رسم کومکمل کرتے ہیں۔

تذکرہ ملیشیا

سنگاپوراور بورنائی کے سفر سے فارغ ہونے کے بعد حاجی انتظار احمد خاں صاحب نے ملیشیا کے سفر کی سبیل پیدا کی، چنانچہ انہوں نے حاجی طفیل احمد صاحب جو سرائے میر حلقہ کے رہنے والے تھےاور ملیشیا میں ایک عرصہ سے قیام پذیر تھےان سے انہوں نے بات کی اور حاجی صاحب موصوف نے ایک صاحب کے ذریعہ بذریعہ بس سنگاپور سے جہر بارو کے قریب ان کی قیامگاہ پر پہونچا کران سے ملاقات کرادیا، اس کے بعد حاجی طفیل احمد صاحب نے پوری محبت اوراپنائیت کا ثبوت دیا وہ اپنی گاڑی سے اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوئے اور مختلف مقامات پر مختلف احباب سے ملاقات کراتے ہوئے تھائی لینڈ کے بارڈر تک پہونچے۔

ملیشیا کا ایک واقعہ

حاجی طفیل احمد صاحب بہت ملنسار متواضع اوراچھی طبیعت کے مالک تھے، ہرایک کواسکی عمر کے اعتبار سے بابو، بھیا، چچا، کہہ کر پکارتے تھےاور ہرایک ان کوعزت دیتا تھادوران سفر بارہ بجے دن میں ایک صاحب کے مکان پر پہونچے وہ صاحب بھی سرائے میر ہی کے علاقہ کے رہنے والے تھے، حاجی طفیل احمد صاحب سے اچھی

شناسائی تھی، مکان کے اندر پہونچ کر خیر خیریت شروع ہوئی، حاجی طفیل احمد صاحب کی خیریت پوچھنے کے بعد صاحب خانہ نے بہت ہی بے تکلفی کے ساتھ کہا کہ بھیا خیریت کیا پوچھتے ہو، چالیس سال پہلے جو خیریت تھی وہی آج بھی ہے، حاجی طفیل احمد صاحب ابتداء نہیں سمجھ سکے بعد میں صاحب خانہ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے بتلایا کہ چالیس سال پہلے جب ہم آئے تھے تو دو پرانی یعنی میاں بیوی تھے اس بیچ میں اللہ نے آنگن میں بہت سے پھول کھلائے، سب پر شباب آیا اور سب اپنی اپنی زندگی جینے کے لئے مختلف شہروں میں پرواز کر گئے، نتیجہ یہ نکلا کہ اس گھر میں چالیس سال پہلے جس طرح صرف دو پرانی تھے، آج بھی وہی دو بچ گئے، سال دو سال میں کبھی کبھار عید بقرعید کے موقعہ پر بچے اور بچیوں کی آمد ہوتی ہے، چند گھنٹے رہ کر ہیلو ہیلو کر کے پھر اپنے گھروں کو واپس ہو جاتے ہیں۔

زندگی میں پہلی مرتبہ ملیشیا میں فور لائن دیکھنے کو ملا جو جہر بارو سے لے کر تھائی لینڈ کے بارڈر تک بنا ہوا تھا، لیکن لوگ اس کا استعمال کم کرتے تھے، پرانے راستوں ہی سے چلنے کو ترجیح دیتے تھے اس لئے کہ اس کا ٹیکس اتنا زیادہ تھا کہ جتنے کا تیل جلتا تھا اتنا ہی ٹیکس لگتا تھا۔

ملیشیا شہر بھی صاف ستھرا اور کثیر آبادی والا ملک ہے، سڑکیں بھی وہاں صاف ستھری اور کشادہ ہیں، پام آئل کے درختوں کی کھیتی وہاں بکثرت ہوتی ہے اور اس کا آئل دنیا کے مختلف ممالک میں جاتا ہے، ملیشیا کے مچھر بہت بڑے بڑے ہیں اور بہت خطرناک ہیں، اس لئے غیر شہری آبادیوں میں مکانوں کے جنگلے اور

دروازوں میں دیگر تدابیر کے ساتھ باریک جالی کا استعمال ضرور کرتے ہیں تاکہ مچھروں سے حفاظت رہے۔

ملیشیا شہر کے قلب میں بڑے ٹاور کے پاس جونپور اعظم گڈھ کے لوگوں نے ایک فلیٹ خرید کر وقف کر رکھا ہے، جو مقامی مہمانوں کے ساتھ باہر سے آنے والے مہمانوں کی قیامگاہ کے کام آتا ہے اور ضروری سہولت کا انتظام کمیٹی نے وہاں کر رکھا ہے، ہندوستان سے جانے والے علماء کا بھی قیام اکثر اسی فلیٹ میں ہوتا ہے۔

جونپور اعظم گڈھ کے وہ احباب جو ایک زمانے سے وہیں مقیم ہیں اور انہوں نے اپنی شادی وہیں کر لی ان میں سے اکثر کے بچے ہندوستان نہیں آئے جس کی وجہ سے وہ بچے وہیں کے ہو کر رہ گئے، ان کی ہر چیز حتی کہ زبان بھی وہیں کی بن گئی وہ اردو سے بھی ناآشنا ہو گئے، جس کا افسوس وہاں رہنے والے بعض افراد کی زبان سے سننے کو ملا۔ لیکن معاشی اعتبار سے معاش کے ذرائع مستحکم نظر آئے اور لوگ کاروبار اور روزی روٹی سے وابستہ دکھائی دیئے، فالحمدللہ علی ذالک۔

سفر لندن کی پیش رفت

امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے متصل قاضی نگر میں ایک معتد بہ مقدار میں زمین حاصل کر کے حضرت قاضی صاحب نے اپنے ذرائع اور وسائل کو استعمال کر کے ایک شاندار کئی منزلہ المعہد کے نام سے ایک عمارت بنا کر اہل بہار کو ایک

انمول تحفہ دیا یہ عالی شان عمارت جب پایہ تکمیل کو پہونچ گئی تو حضرت قاضی صاحب نے المعہد کے افتتاح کے لئے اسلامک فقہ اکیڈمی کے ایک سمینار کا فیصلہ کیا، چنانچہ پوری شان وشوکت کے ساتھ المعہد کی عمارت میں سمینار کا انعقاد ہوا اور اس میں ہند وبیرون ہند کے اکابر علماء ومفتیان کرام نے شرکت کی۔

چنانچہ حسب دعوت یہ خادم بھی شریک پروگرام ہوا جیسا کہ اس سے پہلے حیات حبیب الامت جلد دوم کے صفحات میں اس کا تذکرہ آچکا ہے کہ یہ خادم صوفیانہ کچھ فارسی کے کلام کے پڑھنے کا عادی تھا، جس میں حضرت عثمان ہارونی شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی اور امیر خسرو کے کلام کے علاوہ دیگر صوفیاء کرام کے کلام بھی ہوا کرتے تھے جس کا اظہار سب سے پہلے شرکاء سمینار میں اس وقت ہوا جب دارالسلام عمرآباد کے سمینار میں حضرات علماء کا کارواں بذریعہ بس مدراس سے روانہ ہوا اور دوران سفر بعض حضرات کی بے جا نکتہ چینی نے ماحول کو اتنا مسموم کردیا کہ اس کے ازالہ کے لئے اس خادم کو حضرات صوفیاء کا یہ کلام مخصوص انداز میں پڑھنا پڑا جس کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ حیات حبیب الامت جلد دوم میں آچکا ہے۔

اس کے بعد ہر سمینار میں بالعموم احباب ورفقاء اس خادم کے پیچھے پڑجاتے اور اس کلام کو سنانے پر مجبور کرتے اکثر صورتحال کچھ اس انداز کی بنتی کہ خواہی نہ خواہی سماع کی مجلس منعقد ہو ہی جاتی۔

کچھ ایسا ہی حادثہ پٹنہ کے سمینار میں بھی پیش آیا، پروگرام ختم ہونے کے بعد کھانے سے فارغ ہوکر روڈ پر ٹہلنے کے لئے نکلے کہ کچھ احباب مجلس سماع کے لئے

پیچھے پڑ گئے جن میں مفتی عبید اللہ صاحب اسعدی باندہ اور مولانا عتیق احمد صاحب بستوی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں، بالآخر پکڑ کر وہ حضرات مجھ کو ایک ایسے کمرے میں لے آئے جس کمرہ میں حضرت مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی استاذ ندوۃ العلماء لکھنو اور حضرت مولانا یعقوب صاحب قاسمی مقیم حال ڈیوزبری (یوکے) اور دیگر اہم اکابر علماء اس کمرے میں موجود تھے، ان حضرات کی موجودگی میں ان دوستوں نے حضرات صوفیاء کے کلام کو سنانے کا اصرار شروع کیا، تھوڑی دیر بعد وہاں موجود اکابر علماء نے بھی ان کا ساتھ دینا شروع کر دیا۔

نوبت بایں جا رسید کہ اس خادم کو مجبوراً اپنے بزرگوں کا وہ فارسی کلام سنانا پڑا جو ملفوظات حبیب الامت جلد دوم میں ۹۶ سے ۹۹ تک موجود ہے، جب سماع کی مجلس مکمل ہوگئی اور میں نے آنکھ کھولا تو دیکھا کہ تمام اکابر علماء پر حال اور گریہ طاری ہے۔

اسکے بعد حضرت مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی نے فرمایا کہ مفتی صاحب! آج تک میں نے اپنے اسلاف اور بزرگوں کے کلام اور کتابوں میں سماع اور وجد و تواجد کا تذکرہ دیکھا اور پڑھا تھا، لیکن آج کی مجلس سماع نے اس سماعی چیز کو یقین سے تبدیل کر دیا کہ وجد اور تواجد ایک حقیقت ہے کوئی فسانہ نہیں، اس کے بعد حضرت مولانا یعقوب صاحب قاسمی نے فرمایا کہ مفتی صاحب آپ کے پاس پاسپورٹ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہے اور اتفاق سے اس وقت پاسپورٹ میری صدری کے جیب میں رکھا ہوا تھا، انہوں نے فرمایا اپنے پاسپورٹ کی کاپی مجھ کو دے دیجئے، لیکن اس وقت میں ان کی بات کو ٹال گیا۔

لیکن اس کے بعد جب جب ملاقات ہوتی رہی اس کی کاپی مانگتے رہے، لیکن میں کاپی دینے سے اعراض کرتا رہا تا آنکہ مولانا عتیق احمد صاحب بستوی اور مفتی عبید اللہ صاحب اسعدی نے اصرار کرکے یہ کہا کہ حضرت مولانا یعقوب صاحب قاسمی برادری کے بزرگ علماء میں ہیں وہ اگر پاسپورٹ مانگ رہے ہیں تو کیوں نہیں دے دیتے، ان حضرات کے دباؤ اور اصرار کے بعد اس خادم نے پاسپورٹ کی کاپی حضرت مولانا یعقوب صاحب قاسمی کے سپرد کردی۔

چند مہینے کے بعد حضرت مولانا کا مرسلہ ایک لفافہ مجھ کو دارالعلوم مہذب پور کے پتہ پر ملا جس میں انگلش میں کچھ لکھا ہوا تھا، اس کے ساتھ اردو میں ایک خط میرے نام تھا کہ یہ خط پہونچتے ہی اس میں انگلش کا جو خط ہے اس کو لے کر آپ دہلی چلے جائیں اور یو کے ایمبیسی میں اس کو جمع کرادیں اور اس کے بعد جو صورتحال بنے اس سے مجھ کو آگاہ کریں۔

لیکن چونکہ انگلینڈ کے سفر کے لئے طبیعت آمادہ نہیں تھی جس کے دو وجوہات تھے، (۱) وہ انگریزوں یعنی اسلام دشمنوں کا ملک ہے، وہاں جاکر کیا کروں گا۔ (۲) یہ انگلینڈ والے ہندوستان آئے اور پورے ہندوستان کو انہوں نے برباد کیا اور لوٹ لیا اور ہمارے آباء واجداد پر بے پناہ ظلم کیا ایسے لوگوں کے ملک میں جانے سے کیا فائدہ۔

اسی لئے اس خط کا تذکرہ میں نے کسی سے نہیں کیا اور نہ ہی خط کے وصولیابی کی اطلاع مولانا یعقوب صاحب کو کی، بلکہ اس خط کو اپنی صدری کے جیب میں رکھ کر خاموشی کے ساتھ اپنا کام کرتا رہا بعد میں حضرت مولانا نے فون سے رابطہ کرکے جب

معلوم کیا کہ خط ملا کہ نہیں؟ تو خادم نے توریہ کر کے ان کو جواب دے دیا۔

اسی درمیان ستمبر ۱۹۹۹ء میں سنگاپور کا سفر ہوا اور حسن اتفاق سنگاپور اور بورنائی دونوں جگہ لندن کے تذکرے آئے اور ان تذکروں کو یہ خادم خاموشی کے ساتھ ہر جگہ سنتا رہا، جب سنگاپور کے سفر سے دہلی واپسی ہوئی تو میں نے اپنے مخلص دوست حاجی شفاعت علی صاحب شفاعت گیسٹ ہاؤس کے مالک سے اس کا تذکرہ کیا کہ حاجی صاحب کیا لندن بھی کوئی جانے کی جگہ ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ مفتی صاحب لندن کا ویزا ملنا ایسا ہی ہے گویا کہ جنت مل جانا، وہاں کا ویزا بہت مشکل سے ملتا ہے اور بہت لوگ وہاں جانے کے مشتاق ہوتے ہیں لیکن جس کی قسمت میں ہوتا ہے وہی پہونچ پاتا ہے، اس کے بعد صدری میں میں نے ہاتھ ڈالا اور وہ دعوت نامہ جو صدری کے جیب میں کئی مہینوں سے سفر کر رہا تھا حاجی شفاعت علی صاحب کے حوالہ کیا اور یہ کہا کہ اگر انگلینڈ واقعۃً جانے کی کوئی جگہ ہے تو یہ دعوت نامہ لیجئے اور ویزا لگوا دیجئے۔ اس طرح حضرت مولانا یعقوب صاحب قاسمی کا مرسلہ دعوت نامہ بادل ناخواستہ حاجی شفاعت علی صاحب کے سپرد کر کے میں دارالعلوم مہذب پور واپس آ گیا اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا، کچھ عرصہ کے بعد حاجی صاحب کا فون آیا کہ لندن کا ویزا دوسرے کو نہیں ملتا ہے اس کے لئے خود آپ کو آنا ہوگا اور امبیسی جانا پڑے گا۔

ادھر اتفاق سے ۳۱ر اکتوبر کو لکھنؤ حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب اور حضرت مولانا رابع صاحب سے توصیہ لینے کے لئے سفر کرنا پڑا، یکم نومبر کو توصیہ کے کام سے جب فارغ ہوا تو حاجی شفاعت علی صاحب کا فون آیا کہ جب آپ لکھنؤ

آئے ہوئے ہیں تو ایک دن کے لئے دہلی بھی آ جائیں۔ چنانچہ ۲۳؍رجب ۱۴۲۰ھ مطابق ۲؍نومبر ۱۹۹۹ء دوپہر کے وقت یہ خادم دہلی پہونچا، شفاعت گیسٹ ہاؤس میں پہونچتے ہی حاجی صاحب نے فوراً پاسپورٹ اور ایک فارم دیا اور سرائے میر کے عامر نامی ایک ملازم کو ساتھ لگایا اور یہ کہا ان کو فوراً لے کر یو کے امبیسی چلے جاؤ امبیسی پہونچتے ہی فوراً عامر نے مجھ کو لائن میں لگا دیا، میرے آگے صرف دو آدمی تھے اور بارہ بجے تک اندر جانے کی اجازت تھی اور بارہ بجنے میں ابھی پندرہ منٹ باقی تھے، چنانچہ وقت کے اندر یہ خادم امبیسی کے اندر والے گراؤنڈ میں پہونچ گیا، مجھے نہیں معلوم کہ فارم میں کیا لکھا ہوا ہے اور دعوت نامہ میں کیا ہے، اندر جانے کے بعد جب نمبر آیا تو کاؤنٹر پر پاسپورٹ فارم اور دعوت نامہ دیا، ایک انگریز اور اس کے ساتھ ایک اردو داں عورت کھڑی ہوئی تھی جو اس کے سوال کا اردو میں جواب مجھ سے پوچھ کر اس کو انگلش میں بتلا رہی تھی، کاؤنٹر پر کھڑے ہوئے انگریز نے پوچھا کہ کیا کرنے جا رہے ہیں؟ میں نے جواب میں کہا کہ میرے ایک بزرگ دوست ہیں، انہوں نے دعوت نامہ بھیجا ہے، وہ بلا رہے ہیں، اس لئے جا رہا ہوں، اس کے بعد مجھ سے سوال کیا کہ کتنے دنوں آپ وہاں رہیں گے؟ میں نے کہا کہ ایک دو ہفتہ اور اگر دل لگ گیا تو زیادہ سے زیادہ ایک مہینہ اس کے بعد اس اردو داں عورت نے کہا کہ بغل میں کاؤنٹر نمبر فلاں پر چلے جائیں، وہاں ویزا فیس جمع کر دیں، اگر ویزا مل گیا تو ٹھیک ہے اور اگر نہیں ملا تو ویزے کی فیس واپس نہیں ہوگی، اس نے کہا منظور ہے؟ میں نے کہا ہاں، اس کے بعد جس کاؤنٹر کا پتہ اس نے بتایا تھا اس پر پہونچ کر پاسپورٹ، دعوت نامہ اور فارم اور پچیس سو روپے ویزا فیس جمع کر دیا، فیس جمع کرنے کے بعد اس نے

کہا کہ کرسی پر بیٹھ جائیں، ابھی آپ کو انٹرویو کے لئے بلایا جائے گا، چنانچہ تھوڑی ہی دیر کے بعد میرے نام کی آواز آئی جب اوپر گیا تو دو رویا کمروں میں سے آخری کمرے سے مجھ کو بلایا گیا، میں اندر پہونچا، وہاں پہونچ کر بہت محبت کے ساتھ بٹھایا پانی وغیرہ کو پوچھا اس کے بعد اردو داں عورت نے کہا کہ آپ کا بیان لیا جائے گا، آپ بیان دینے کو تیار ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں تیار ہوں۔

اس نے کہا کہ ہمارے آفیسر پوچھ رہے ہیں کہ آپ وہاں کیوں جارہے ہیں؟ میں نے کہا کہ ہمارے ایک دوست نے دعوت نامہ بھیجا ہے، انہوں نے بلایا ہے اس لئے جارہا ہوں، اس کے بعد اس نے سوال کیا کہ وہاں جاکر آپ کیا کریں گے؟ میں نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ کیا کرنا ہوگا، لیکن اتنا اندازہ ہے کہ وہ مجھ سے تقریر کروائیں گے، اس نے آگے سوال کیا کہ کیا آپ تقریر کرنا جانتے ہیں؟ میں نے جواب میں عرض کیا کہ جی جانتا ہوں، اس لئے کہ میں دارالعلوم دیوبند کا فاضل و مفتی ہوں اور حدیث کا استاذ ہوں اور میری صدری کے جیب میں ویزیٹنگ کارڈ جو رکھا ہوا تھا اس کو نکال کر دکھایا اس کے بعد اس نے کہا کہ کتنے دنوں آپ وہاں رہیں گے، میں نے کہا ایک دو ہفتہ اور اگر دل لگ گیا تو زیادہ سے زیادہ ایک مہینہ اسکے بعد اس عورت نے کہا کہ ہمارے آفیسر آپ کے جواب سے مطمئن ہیں، ابھی ایک گھنٹہ میں آپ کو نیچے سے ویزا مل جائے گا، لہٰذا آپ تھوڑی دیر نیچے بیٹھ کر انتظار کرلیں۔ چنانچہ دو تین گھنٹے میں یہ پوری کاروائی مکمل کر کے پاسپورٹ پر یوکے کا ویزا لگوا کر جب میں شفاعت گیسٹ ہاؤس پہونچا اور حاجی شفاعت صاحب کو کارگزاری سنائی تو یہ خبر پاکر وہ اتنا خوش ہوئے جیسے جنت کا ٹکٹ مل گیا ہو۔

اس کے کل ہوکر حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب کی ملاقات کے لئے ذاکر باغ گیا جوایک طویل علالت کی وجہ سے دلی کے اپولو میں زیر علاج تھے اور قیام ذاکر باغ میں تھا، حضرت قاضی صاحب سے ملاقات کے بعد جب لندن کے ویزہ کی حصولیابی کی اطلاع ان کو دی تو وہ بے پناہ مسرور ہوئے اور مزاحاً فرمایا کہ مفتی صاحب کونسا جادو آپنے کردیا تھا کہ آپ کو اتنی جلدی ان لوگوں نے ویزا دے دیا، میرا ویزا بھی آپ لندن کا لگوادیجئے، اس کے بعد وہاں کے سفر کے سلسلہ میں بہت سی ضروری ہدایات دیں، ان ہدایات میں ایک اہم ہدایت یہ بھی تھی کہ اکتوبر سے لے کر فروری تک کے مہینوں میں وہاں کا سفر ہرگز مت کیجئے گا، اس لئے کہ وہاں سردی نا قابل تحمل ہوتی ہے، وہاں کے لوگ تو اس کو برداشت کر لیتے ہیں لیکن ہمارے اور آپ کے لئے برداشت کرنا مشکل ہے، اس لئے جب بھی سفر کرنا ہو مارچ سے ستمبر کے درمیان کریں، اسکے بعد بہت سے اپنے اہم دوستوں کے نام و پتے اور ٹیلیفون نمبر بھی مجھ کو لکھ کر دیئے، لیکن بدقسمتی سے وہاں پہونچنے کے بعد ان میں سے کسی سے ملاقات نہیں ہوسکی، اس کے بعد ویزا لگا ہوا پاسپورٹ جیب میں رکھ کر دار العلوم مہذب پور واپس آ گیا اور یہاں کے مشاغل میں مشغول ہوگیا۔

مشتاق نیپالی کا حادثہ

نیپال کا ایک طالب علم مشتاق نامی درجہ حفظ میں زیر تعلیم تھا، طبعی اعتبار سے

بہت شریف اور روزہ نماز کا پابند بھی تھا اور اس کے ساتھ جس دن یہ حادثہ پیش آیا کئی روز سے وہ بیمار بخار میں مبتلا بھی تھا، ان ایام میں تعلیم عیدگاہ کے مسقّف حصہ میں ہوا کرتی تھی اور جگہ کی تنگی کی وجہ سے بچوں اور بچیوں کی تعلیم مخلوط ہوا کرتی تھی، عیدگاہ میں عموماً زائد قرآن پاک موجود رہتے تھے، حفظ اور پرائمری کے طلباء قرآن پاک کی گھنٹیوں میں انہی موجودہ قرآن کریم میں سے کوئی قرآن لیکر سبق سنا دیا کرتے تھے، کیونکہ عام طور پر بچیاں اپنے اپنے گھروں سے قرآن پاک لے کر نہیں آتی تھیں، مہذب پور کے ہمارے دوست ذوالفقار خاں صاحب کی بھتیجی نے پانچویں گھنٹی میں الماری پر رکھے قرآن پاک میں سے ایک قرآن کریم اٹھایا جب اس نے پڑھنے کے لئے کھولا تو اتفاق سے اس میں ایک کاغذ نکلا جس پر تکیہ کا ایک شعر لکھا ہوا تھا اور اس شعر میں فارسی کا ایک لفظ تھا اتفاق سے اس بچی کا وہی نام تھا اس بچی نے دائیں بائیں بیٹھی ہوئی بچیوں کو وہ کاغذ دکھایا اس کاغذ پر اس گھنٹی کے استاذ کی نظر پڑ گئی جس کا نام ہاشم تھا اور پڑوس کے گاؤں کجیاری کے وہ رہنے والے تھے، انہوں نے بات کا بتنگڑ بنا کر مدرسہ کے لئے پیٹ بھر کر مسئلہ کھڑا کر دیا، پہلے تو اس بچے کو بلا کر جو بخار زدہ کمرے میں پڑا ہوا تھا دھمکی دی اور یہ کہا کہ تم فوراً مدرسہ سے نکل جاؤ ورنہ تم کو گولی مار دوں گا، حالانکہ وہ لڑکا یہ کہتا رہا کہ یہ کاغذ میں نے نہیں رکھا ہے، میں تو کئی روز سے بیمار کمرے میں پڑا ہوا ہوں اور اس بچی کو میں جانتا بھی نہیں ہوں، جس کا نام اس شعر میں ہے۔ البتہ یہ قرآن شریف میرا ضرور ہے، میں اسی میں پڑھا کرتا ہوں، لیکن استاد محترم کو تو بات کا بتنگڑ بنانا تھا اور مدرسہ کو بدنام کرنا تھا، اس لئے عصر کے بعد چورا ہے

پر اپنی دوکان پر بیٹھ کر مہذب پور کے کچھ نوجوانوں کو بلا کر جی بھر کر ورغلایا تا کہ وہ مدرسہ میں آ کر فتنہ پیدا کرسکیں۔ چنانچہ مغرب کے بعد درجنوں نوجوانوں کو لے کر مہذب پور کے انصار صاحب کے لڑکے مسٹر میرے پاس آئے اوران لوگوں نے اول فول بکنا شروع کیا اور مشتاق نامی طالب علم کو بلانے کا مطالبہ شروع کیا، ان لوگوں کے رخ سے انداز لگا کہ مارنے پیٹنے کی نیت سے اس کو بلا رہے تھے اس وقت تک یہ خادم واقعہ سے نابلد تھا، کسی نے بھی اس کا تذکرہ مجھ سے نہیں کیا۔ مہذب پور سے آئے ہوئے نوجوانوں کی زبانی پورے واقعہ کی اطلاع ملی اس کے بعد اس خادم نے مہذب پور سے ذوالفقار احمد خاں صاحب کو بلوایا اوران کے سامنے پوری صورتحال رکھی اس کے بعد وہ مسئلہ کی صحیح صورتحال کو سمجھ گئے اور مہذب پور سے آئے ہوئے نوجوانوں کو یہ کہہ کر ڈانٹ کر بھگا دیا کہ تم لوگ بھاگ جاؤ تم لوگوں کا اس مسئلہ سے کیا مطلب ہے، بچی میری ہے، میں اس مسئلہ کو سمجھوں گا۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ذوالفقار احمد خاں صاحب کو کہ انہوں نے سمجھداری سے کام لیا اور وہ معاملہ کو سمجھ گئے اور انہوں نے اپنے قوت فیصلہ کے ذریعہ معاملہ کو رفع دفع کر کے مدرسہ میں آگ لگانے کی پلاننگ کو خاکستر کر دیا۔ ویسے دارالعلوم میں بہت سے مواقع ایسے آئے جس میں ذوالفقار بھائی نے ہمیشہ ادارہ سے اپنائیت ومحبت کا ثبوت دیا اور کبھی بھی کسی کے بہکانے اور ورغلانے میں نہیں آئے اور ہمیشہ دارالعلوم اوراس کے اساتذہ وطلباء سے محبت رکھتے رہے، اسکا بہترین صلہ اللہ پاک ان کو دارین میں عطا فرمائے اور اجر عظیم سے نوازے۔

مختلف مقامات کا سفر

دہلی سے واپسی کے بعد ۲۶/رجب مطابق ۵/نومبر جمعہ کے دن جمعہ سے پہلے دارالعلوم سے پہلے دارالعلوم مہذب پور سے روانہ ہوکر بارہ بجے عین العلوم نوادہ مبارکپور پہونچا، اس ادارہ کے روح رواں مفتی جمیل احمد صاحب نذیری تھے، جو ایک طویل عرصہ تک جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور میں ناظم اعلیٰ کے عہدہ پر فائز تھے، کچھ عرصہ کے بعد وہ نوادہ ہجرت کر گئے جہاں کے وہ رہنے والے تھے، اورایک مکتب جو پہلے سے قائم تھا اس کوادارہ کی شکل دے کر بحیثیت مہتمم کام کرنا شروع کردیا، خادم سے بہت قریب اور مانوس ہونے کی وجہ سے اکثر مبارکپور اور نوادہ کے جلسوں میں بلایا کرتے تھے اور وہاں کے لوگ اس خادم کے خطاب سے بہت مانوس تھے، اس لئے ایک طویل عرصہ تک یہ سلسلہ چلتا رہا، مفتی جمیل احمد صاحب نذیری نے بہت محنت کرکے جامعہ عربیہ عین العلوم کواس علاقہ کے مستند ومعتبر مدارس میں شامل کردیا، لیکن کچھ عرصہ کے بعد نوادہ ہی کے لوگوں کی نظر بد کی زد میں وہ ادارہ آ گیا جس کی وجہ سے مفتی صاحب موصوف کو اس ادارہ سے علاحدگی اختیار کرنی پڑی اور نتیجۃً وہ جامعہ پرانے حال پر واپس ہوگیا۔

جمعہ کے بعد عمومی اجلاس میں اس خادم کا خطاب ہوا اورعصر کے بعد مسجد ارقم کی بنیاد رکھی اور مغرب سے پہلے وہاں سے روانہ ہوکر عشاء سے پہلے دارالعلوم مہذب پور پہنچ گیا۔

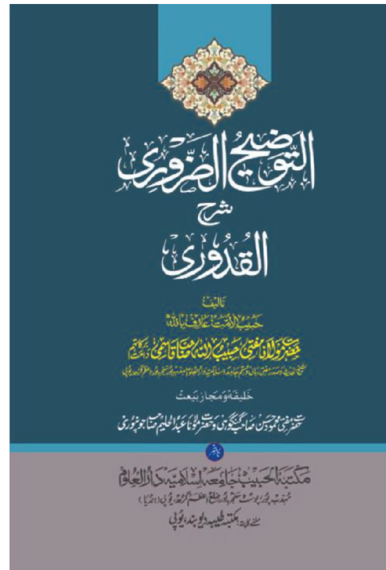
یکم شعبان مطابق ۱۰؍نومبر بدھ کے دن سے دار العلوم کا سالانہ امتحان شروع ہوااور ۸؍شعبان مطابق ۱۷؍نومبر بدھ کے دن امتحان ختم ہونے کے بعد اگلے دن سے تعطیل کلاں ہوگئی۔اس کے بعد یہ خادم بھی گھر کے لئے روانہ ہوگیا۔۲۱؍شعبان مطابق ۳۰؍نومبر منگل کے دن وایا بیرگنج دو رفقاء کے ساتھ جس میں ایک شمیم احمد صاحب مڑلی بھی تھے بذریعہ بس روانہ ہوکر اگلے دن یکم دسمبر بدھ کے دن صبح کاٹھمنڈو پہونچا اور تین روز کاٹھمنڈو میں قیام کرنے کے بعد وہاں کی قابل زیارت چیزوں کی سیاحت سے فارغ ہوکر ۲۵؍شعبان مطابق ۴؍دسمبر سنیچر کے دن کاٹھمنڈو سے روانہ ہوکر اگلے دن غریب خانہ پر پہونچ گیا۔

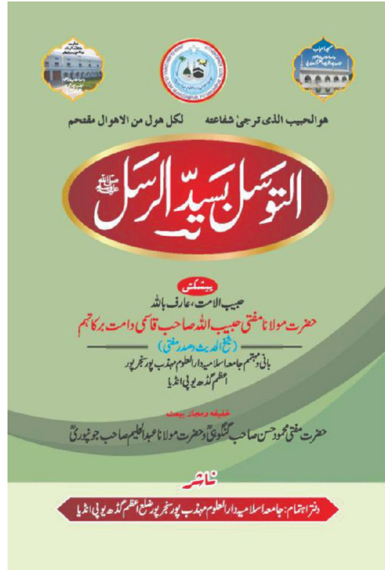
۲۸؍شعبان مطابق ۷؍دسمبر منگل کے دن مشترکہ آبائی مکان کے بٹوارے کی تحریک جو برادر اوسط نے کافی دنوں سے چلا رکھی تھی اس کی پنچایت مدرسہ مجیدیہ میں ہوئی جس میں بہت ساری غیر ضروری باتیں بھی نہ چاہنے کے باوجود آئیں، بالآخر اگلے دن ۲۹؍شعبان مطابق ۸؍دسمبر بدھ کے دن پنچوں نے سب کا بیان سننے کے بعد آپس میں مشورہ کرکے برادر اوسط کا حصہ نکال کر الگ کردیا اور اس پر نشان لگاکر متعین کردیا، نیز ایک پنچنامہ بناکر سب فریقوں کے دستخط کرواکر ہر ایک کے حوالے کردیا گیا تاکہ بوقت نزاع کام آئے۔اس کے بعد یکم رمضان مطابق ۱۰؍دسمبر جمعہ کے دن وایا مظفر پور بذریعہ لچھوی ایکسپریس دہلی کے لئے روانہ ہوا اور تین روز دہلی میں قیام کرنے کے بعد ۵؍رمضان مطابق ۱۴؍دسمبر منگل کے دن دبئی کے لئے روانہ ہوگیا اور سولہ یوم دبئی میں قیام کرنے کے بعد ۲۱؍رمضان مطابق ۳۰؍دسمبر

جمعرات کے دن بذریعہ گلف وایا مسقط دہلی کے لئے واپسی ہوگئی۔

اور ۲۵ ر رمضان مطابق ۳ ر جنوری دوشنبہ کے دن بذریعہ مگدھ ایکسپریس دہلی سے وطن کے لئے روانہ ہوا اور عید کی امامت وخطابت حسب معمول گاؤں کی عیدگاہ میں کی اور ۹ ر شوال مطابق ۱۷ ر جنوری دوشنبہ کے دن وایا مئو دارالعلوم مہذب پور پہونچ گیا، چونکہ ۱۰ ر شوال سے داخلے کا آغاز ہونا تھا، آنے کے بعد داخلہ کی کاروائی اور تعمیری کام میں مصروف ہوگیا۔







۲۰۰۰ء کے اہم واقعات:

سفر کلکتہ

جناب مقبول عالم صاحب عالم ٹینری والے کی بچی کی شادی ۶ / فروری ۲۰۰۰ء اتوار کے دن طے پائی تھی، اس میں شرکت کی منظوری انہوں نے کئی ماہ قبل لے لی تھی اور خادم نے حاضری کا وعدہ بھی کرلیا تھا، اس لئے حسب وعدہ بچی کی شادی کی شرکت کے لئے ۲۶ / شوال ۱۴۲۰ھ مطابق ۳ / فروری ۲۰۰۰ء جمعرات کے دن یہاں سے روانہ ہوکر اگلے دن کلکتہ پہونچ گیا جہاں دوسرے اعزا واقارب پہلے سے آئے ہوئے تھے اور طے شدہ پروگرام کے مطابق ۲۹ / شوال مطابق ۶ / فروری اتوار کے دن رات میں نکاح کی تقریب مکمل ہوئی اس کے بعد چندروز کلکتہ میں قیام رہا۔

سفر بستی برائے شرکت سمینار

۳ / ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۰ / فروری ۲۰۰۰ء جمعرات کے دن بذریعہ کاٹھ گودام ایکسپریس کلکتہ سے بستی کے لئے روانگی ہوئی اور چار روزہ دارالعلوم الاسلامیہ شہر بستی میں منعقد ہونے والے اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے زیر اہتمام فقہی سمینار میں

شرکت رہی۔

اس سمینار میں دیگر مسائل کے ساتھ طلاق سکران کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا جس میں شرکاء کی دورائے قائم ہوئی، دونوں آراء کا اظہار نام کے ساتھ تجویز میں کیا گیا۔

یہ مسئلہ بھی کثیر الوقوع مسائل میں سے تھا، اس لئے حضرت قاضی مجاہدالاسلام صاحب قاسمی نے اس مسئلہ کو بھی سوالنامہ میں شریک کر کے موضوع گفتگو بنایا، لیکن بعض حاسدین اور معاندین نے لائف انشورنس کے مسئلہ کی طرح اس مسئلہ کو بھی بہت اچھالا اور حضرت قاضی صاحب کے صاف وشفاف دامن پر ایک داغ اس کو قرار دے کر ان کے خلاف امت میں غلط تصویر پیش کرنے کی ناتمام کوشش کی اور ایک عرصہ تک اس مسئلہ کی گونج فضاء میں سنائی دیتی رہی۔

تذکرہ دارالعلوم الاسلامیہ بستی

دار العلوم الاسلامیہ بستی، بستی ضلع کے مقبول و معتبر اداروں میں شمار ہوتا ہے، حضرت مولانا باقر صاحب جو بستی کے رہنے والے تھے اور ایک طویل عرصہ تک مدرسہ امدادیہ مرادآباد کے منصب اہتمام پر بھی فائز رہے اور شروع ہی سے جمعیۃ علماء سے گہرا تعلق تھا اور اسی کی برکت سے رابطہ عالم اسلامی سے بھی خوشگوار تعلقات ہو گئے، مرادآباد رہتے ہوئے آپ نے بستی کو پستی سے نکالنے کی فکر کی اور اسکے لئے آپ نے ذاتی روابط کو استعمال کرتے ہوئے بستی شہر کے قلب میں ایک کشادہ زمین حاصل کی اور اپنی کاوشوں سے طویل وعریض تین منزلہ عمارت قائم کر کے بہت کم

وقت میں تعلیم وتربیت کا ایک گلشن آباد کردیا۔

پوری زندگی کے بہترین تجربات اور اکابر علماء کے فیض یافتہ ہونے کے باوجود زندگی کے آخری لمحات میں دانستہ یا نادانستہ یہ چوک ہوگئی کہ مدرسہ کے جملہ اختیارات اپنے برخورداروں کے سپرد کردیا جس کا نتیجہ وہ نکلا جس کو عوام وخواص سب نے دیکھا۔ بہرحال اس خادم کی دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور ان کو اس کا بہترین اجر اور صلہ عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔

حضرت قاضی صاحب کی اس خادم کو ایک نصیحت

حضرت قاضی صاحب کے اندر جہاں بہت ساری خوبیاں تھیں ان میں ایک خوبی یہ بھی تھی کہ وہ خوردنواز کے ساتھ مردم ساز اور مردم شناش بھی تھے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت جلدی کم وقفہ میں آپ کے گرد وپیش کام کرنے والا وہ عملہ تیار ہوگیا جس کی تیاری میں زندگی بیت جاتی ہے۔

حضرت قاضی صاحب کی مشفقانہ نظر ہمیشہ اس خادم پر رہی اور اپنے عملہ میں شریک کرنے کی آپ نے کوشش بھی کی جس کا تذکرہ یہ خادم حیات حبیب الامت جلد دوم میں کرچکا ہے۔ قاضی صاحب کی زندگی میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے ایک درجن سے زیادہ سمینار ہوئے اور ہر سمینار میں آخری دن عمومی اجلاس کا بھی معمول تھا جس میں کثیر تعداد میں عوام وخواص کی شرکت ہوتی تھی اور اسلامک فقہ اکیڈمی کی خدمات وتجاویز سے وہ متعارف ہوتے تھے، اسی کے ساتھ اکابر علماء وفقہاء

کے ملفوظات وارشادات سے مستفید ہوتے تھے،اس اجلاس عام کے خطباء ومقررین کاانتخاب خودحضرت قاضی صاحب کیا کرتے تھے۔

اور بلا ناغہ ہراجلاس میں اس بے مایہ خادم کا بیان بھی رکھواتے تھے،اس خادم کے بیانات خودحضرت قاضی صاحب بنفس نفیس سنا کرتے تھےاور پسند بھی فرمایا کرتے تھے،اس کے ساتھ دوسرے سامعین سے بھی اس کا تبصرہ معلوم کرتے رہتے تھے۔

جیسا کہ اس سے پہلے اس کا تذکرہ آچکا ہے کہ پھلواری شریف پٹنہ میں جب المعہد کی تعمیر مکمل ہوگئی جوامت کے لئے حضرت قاضی صاحب کاایک قیمتی تحفہ تھا تواس کی تکمیل کے بعد بطور افتتاح کے حضرت قاضی صاحب نے اسلامک فقہ اکیڈمی کا سمینار منعقد کیا وہاں بھی سمینار کے آخری دن حسب معمول المعہد کے ہال میں عمومی اجلاس رکھا گیا، اس میں بھی مقررین کی فہرست میں اس خادم کا بھی نام حضرت قاضی صاحب نے شامل کیا۔حسب توفیق الٰہی اس خادم نے بھی تھوڑی دیر بیان کیا،کل ہوکر صبح کوفجر کی نماز کے بعدحضرت قاضی صاحب کی قیامگاہ پر جوالمعہد کے متصل تھا حاضر ہوا، تووہاں درجنوں علماءتشریف فرما تھے،تھوڑی دیر میں ایک انجینئر صاحب آئے جومغربی چمپارن کے رہنے والے تھےاورامارت شرعیہ میں بہت فعال اورمتحرک تھے اوراسی کے ساتھ امارت کے اہم مناصب پر فائز بھی تھے۔حضرت قاضی صاحب نے انجینئر صاحب کومخاطب کرکے فرمایا کہ انجینئر صاحب رات کے اختتامی اجلاس میں آپ شریک تھے یانہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ جی حضرت میں شروع سے اخیرتک شریک تھا،حضرت قاضی صاحب نے اسکے بعدان سے پوچھا کہ رات جن علماء نے

بیان کیا ان میں کس کا بیان سب سے اچھا تھا؟ انجینئر صاحب نے برجستہ جواب دیا کہ حضرت اعظم گڈھ سے ایک مفتی صاحب آئے ہوئے تھے جو کالی پگڑی باندھے ہوئے تھے ان کا بیان سب سے اچھا تھا، سارے لوگوں کو ان کا بیان بہت پسند آیا۔ حضرت قاضی صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ان کو آپ پہچانتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ نہیں اس کے بعد حضرت قاضی صاحب نے میری طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ وہ مفتی صاحب جن کو آپ اعظم گڈھ کا بتلا رہے ہیں وہ یہی ہیں اور یہ مشرقی چمپارن ڈھاکہ علاقہ کے رہنے والے ہیں، افسوس کہ آپ اپنے گھر کے ہیروں کو بھی نہیں پہچانتے، یہ جواب سن کر انجینئر صاحب پر سکتہ طاری ہوگیا اور وہ خاموش ہوگئے۔

دارالعلوم الاسلامیہ بستی کے سمینار میں اس علاقہ کے ایک بڑے بزرگ کے نبیرہ سے ملاقات ہوئی وہ بھی شریک سمینار تھے، اسی دوران دارالعلوم مہذب پور میں ان کی پختہ تقرری ہوگئی چونکہ وہ حضرت قاضی صاحب سے بھی مانوس تھے، اس لئے انہوں نے اس خادم کی موجودگی میں حضرت قاضی صاحب کو اس کی اطلاع دی کہ حضرت میری تقرری دارالعلوم مہذب پور میں ہوگئی ہے میں انشاء اللہ یہاں سے جانے کے بعد وہیں کام کروں گا، حضرت قاضی صاحب نے ان کی زبان سے یہ بات سن لی اور خاموش ہوگئے، ان کے جانے کے بعد حضرت قاضی صاحب میری طرف مخاطب ہوئے کہ مفتی صاحب آپ نے ان کی تقرری تو اپنے یہاں کرلی ہے لیکن ان کی باتوں پر اس وقت تک بھروسہ نہ کیجئے گا جب تک اپنے اعتبار سے اس کی تحقیق کرکے مطمئن نہ ہوجائیں۔

چنانچہ حضرت قاضی صاحب کی یہ نصیحت اسوقت کام آئی جب یہ خادم ایک طویل سفر سے واپس آیا اور واپسی کے بعد مدرسہ میں ایک مسئلہ سامنے آیا جس کے سلسلے میں نبیرہ محترم نے اپنے بیان کے ذریعہ جس کو مجرم ثابت کیا تھا تین روز کی تحقیق کے بعدان کی تحقیق کے برعکس بات نکلی، اس وقت حضرت قاضی صاحب کی نصیحت یاد آئی اور وہ نصیحت بروقت کام آ گئی ورنہ غلط فیصلہ صادر ہو جاتا۔

جب نبیرہ محترم کو یہ معلوم ہو گیا کہ میری کذب بیانی کھل گئی اور صحیح بات پکڑ میں آ گئی تو انہوں نے ازخود بلالیت ولعل اپنا بوریا بستر اباندھ لیا اسطرح اللہ نے ادارہ کے ساتھ اس خادم کی بھی حفاظت فرمائی۔

سفر آسنسول

عزیزم قاری ومفتی اظہار الحق صاحب جو مدرسہ ریاض العلوم گورینی کے از اول تا آخر فیض یافتہ تھے اور حضرت مولانا قاری اسماعیل صاحب کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے بہت کم سخن اور تنہائی پسند طلباء میں ان کا شمار ہوتا تھا، فراغت کے بعد انہوں نے ڈہری اون سون میں تجوید القرآن کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا اور اس سے وابستہ ہوکر کئی سال تک قرآن پاک کی تحفیظ وتجوید کی خدمت انجام دیتے رہے، لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہاں سے دل برداشتہ ہوکر آسنسول ہجرت کر گئے اور ایک بڑی مسجد کی امامت وخطابت کے ساتھ ریاض العلوم کے نام سے ایک مدرسہ بھی قائم کیا۔

جب ڈھری اون سون میں وہ قیام پذیر تھے تو سالانہ جلسہ کا ان کا ہر سال معمول تھا اور ہر سال دیگر مقررین کے ساتھ اس خادم کو بھی ضرور بلاتے تھے، جب آسنسول ہجرت کر گئے تو انہوں نے وہاں بھی ایک جلسہ کیا اور جلسہ کے لئے اس خادم کو یاد کیا۔ چنانچہ ۱۰؍ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۷؍فروری ۲۰۰۰ء جمعرات کے دن دہرہ دون ایکسپریس کے ذریعہ روانہ ہوکر آسنسول پہونچا اور کل ہوکر جمعہ کے دن ان کے جلسہ سے فارغ ہوکر ۱۲؍ذیقعدہ مطابق ۱۹؍فروری سنیچر کے دن دارالعلوم مہذب پور پہونچ گیا۔

سفر دہلی وکویت

۱۴؍ذیقعدہ مطابق ۲۱؍فروری دوشنبہ کے دن بذریعہ بس لکھنؤ کے لئے روانہ ہوا، لکھنؤ پہونچ کر چند گھنٹہ قیام کرکے اکابرین ندوہ سے ملاقات کی، اس کے بعد رات ہی میں بذریعہ ویشالی ایکسپریس دہلی کے لئے روانہ ہوگیا، دہلی پہونچ کر چار دن قیام رہا اور دہلی کے اکابرین سے ملاقات کی، جمعیۃ علماء ہند مسجد عبدالنبی مرکز نظام الدین، اسلامک فقہ اکیڈمی کے اکابرین سے ملاقات ہوئی۔

۱۹؍ذیقعدہ مطابق ۲۶؍فروری کویت ایئر ویز کے ذریعہ صبح ۶؍بجے کویت کے لئے روانگی ہوئی، پندرہ روز کویت میں قیام رہا جس میں کویت کے مختلف مناظر، تعمیرات، اوقاف، مساجد کو دیکھنے کا موقعہ ملا، نیز جونپور اعظم گڈھ کے جو احباب وہاں رہتے ہیں ان سے بھی ملاقات ہوئی، بہت سی جگہوں پر علمی مجلسیں بھی قائم ہوئیں اور اس خادم کے علوم سے بہت سے عوام وخواص مستفید ہوئے۔

کویت عرب ممالک میں سے ایک اہم ملک ہے جہاں سلطنت قائم ہے، وہاں کے سلطان بھی صاحب ثروت اور صاحب دولت ہیں، وہاں کی کرنسی بھی بہت بڑی ہے، وہاں کا ایک دینار ہندوستان کے ڈھائی سو روپے کے برابر ہے، اسی لئے ہندوستان کے ملازمین کی تنخواہ بھی وہاں سو دینار کے اندر ہے، کسب معاش کے لئے مختلف ممالک کے لوگ وہاں مقیم ہیں، لیکن کرنسی کے بڑی ہونے کے باوجود قوت خرید میں بہت زیادہ اضافہ دیکھنے کو نہیں ملتا، محدود علاقوں کے علاوہ سڑکیں بھی بہت صاف ستھری اور مستحکم نہیں ہیں جیسے وہاں کے سلاطین کی نظر ان چیزوں پر بہت کم ہے۔ الحمدللہ مساجد کی کثرت ہے اور مسجدیں عربوں سے زیادہ خارجیوں سے آباد نظر آتی ہیں، لجنات کی کثرت ہے اور ہر لجنہ کی اپنی اپنی ترجیحات ہیں، انہیں ترجیحات کے زیر اثر ان کے کام کا محور ہے۔

۵/ذی الحجہ مطابق ۱۲/ مارچ اتوار کے دن رات میں دس بجے بذریعہ کویت ایئرویز دہلی کے لئے روانگی ہوئی اور کل ہوکر صبح ۶/ بجے دہلی پہونچ گیا اور دہلی سے وایا پٹنہ غریب خانہ کے لئے روانہ ہوا اور چندروز گھر پر قیام کرنے کے بعد ۲۰/ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۷/ مارچ ۲۰۰۰ء دوشنبہ کے دن دارالعلوم مہذب پور پہونچ گیا۔

آمد حضرت مولانا محمد حنیف صاحب سابق شیخ الحدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی

حضرت مولانا محمد حنیف صاحب جولپری ضلع جونپور کے رہنے والے تھے

اور ایک طویل عرصہ تک حضرت شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادی کی خدمت میں رہے، حضرت شاہ صاحب کی خدمت کے ساتھ خانقاہ کی اہم ذمہ داریوں پر بھی فائز رہے، میزان سے لے کر بخاری شریف تک کی تعلیم بھی حضرت شاہ صاحب ہی سے حاصل کی، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری کے سمدھی بھی تھے، ہم مسلک و ہم مشرب ہونے کے ساتھ اس قرابت نے قربت اور بے تکلفی میں مزید اضافہ کر دیا تھا، ایک خانقاہ کی نظامت سے وابستہ ہونے کی وجہ سے دونوں ایک دوسرے کو قریب سے جانتے اور پہچانتے تھے۔

اس لئے جب مدرسہ ریاض العلوم گورینی میں صدر مدرس کی ضرورت پڑی تو حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری الہ آباد سے ان کو بلا کر لائے اور مدرسہ ریاض العلوم گورینی میں آنے کے بعد دوسروں کی طرح معرب نہیں رہے بلکہ مبنی ہو گئے اور حرکات ثلثہ کو انہوں نے مدرسہ کے لئے وقف کر دیا، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ساری حرکتوں کو ختم کر کے جزم اختیار کر لیا اور مدرسہ ہی کے وہ ساکن بن گئے تو غلط نہیں ہوگا اہل و عیال لپری گاؤں میں ذاتی مکان میں رہتے تھے، لیکن خود بارہ مہینے مدرسہ میں متمکن رہتے۔ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب سے بے حد قریب اور مانوس تھے اور حضرت کو آپ پر بے پناہ اعتماد تھا۔

لیکن افسوس اس وقت ہوا جب خوردوں نے بزرگوں کی اس قدر و منزلت کو یکلخت درکنار کر کے اور قربت و قرابت کو فراموش کر کے ان کو بھی باہر کا راستہ دکھلا دیا، یہ انتقال ان کے لئے اگرچہ صرف مکانی تھا، لیکن روحانی انتقال سے اس کا درد شدید تر تھا، حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی نے اس درد کو محسوس کیا اور مدرسہ بیت

العلوم سرائے میر کے شیخ الحدیث کے منصب پر ان کو فائز کر کے اس زخم کو کم کرنے کی کوشش کی، چنانچہ موصوف بحیثیت شیخ الحدیث مدرسہ بیت العلوم سرائے میر میں تشریف لے آئے اور درس بخاری کے شغل میں مشغول ہو گئے۔

چونکہ موصوف حدحرم سے باہر آ چکے تھے جہاں کی حاضری اس خادم کے لئے ممنوع نہیں تھی، اس لئے تعزیتی ملاقات کے بعد بھی بار بار ملاقات ہوتی رہی اور ہر مرتبہ دارالعلوم مہذب پور دیکھنے کی خواہش کا اظہار کرتے رہے۔

چنانچہ اس خادم کی دعوت پر ۲۶/ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ مطابق ۲/اپریل ۲۰۰۰ء اتوار کے دن بعد نماز مغرب رفقاء کے ساتھ گاڑی کے ذریعہ دارالعلوم مہذب پور میں تشریف لائے، تھوڑی دیر دفتر استقبالیہ میں قیام فرمایا اور چائے ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد اس خادم کی خواہش اور درخواست پر دفتر سے مدرسہ کے احاطہ کی طرف دعاء اور مشاہدہ کے لئے نکلے دو تہائی مدرسہ دیکھنے کے بعد دفتر استقبالیہ میں واپس آ گئے اور از خود رجسٹر تاثرات کو طلب فرمایا اور اس کے بعد اپنے قلم سے رجسٹر پر یہ تاثرات لکھے جو آج بھی رجسٹر تاثرات پر ثبت ہیں، برکۃً ان کی تحریر یہاں نقل کی جاتی ہے:

’’یہ ناکارہ مدعو محمد حنیف غفرلہ سابق صدر مدرس وصدر المفتیین وشیخ الحدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی حال مقیم مدرسہ بیت العلوم سرائے میر مخدومی مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی زادمجدہ کا خواجہ تاش ہے عرصہ تک تقریباً پندرہ سال تک مدرسہ ریاض العلوم گورینی میں معیت ومصاحبت رہی ہے۔ الحمدللہ تعلقات خوشگوار رہے، مگر گردش

زمانہ کہ ہم دونوں دوطرف ہوگئے، زمانہ تک ملاقات نہ ہوسکی، بس یہ سنتا رہا کہ مفتی صاحب موصوف نے مہذب پور میں مدرسہ اور مسجد کی بنیاد رکھی ہے۔ نکتہ چیں حضرات سے یہ سنتا رہا کہ اتنے زمانہ میں کچھ مفتی حبیب اللہ صاحب نے بنایا نہیں، بس وصولی کرتے رہتے ہیں، مقدر سے آج ۲/اپریل ۲۰۰۰ء مطابق ۲۶/ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ کو مدرسہ مذکور یعنی جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور میں بانی موصوف کی محبت اور اصرار نے حاضری کی صورت پیدا کی، ماشاء اللہ چشم بددور، دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی، اس قلیل مدت میں بیرون از قیاس کام ہوا ہے، جس کے بارے میں کان یہ سنا کرتے تھے کہ کچھ بنایا نہیں ہے، آنکھ نے دیکھا تو خیرہ ہوگئی، موٹے اندازہ کے مطابق ساٹھ سے ستر لاکھ کی کارکردگی رویا العین ہے، باقی مدرسہ کے اخراجات ماہانہ وسالانہ الگ ہیں، جن کا موٹا تخمینہ دس لاکھ سے ہرگز کم نہ ہوگا۔ الحمد للہ مسرت ہوئی اور بہت ہوئی، بارگاہ ایزدی میں دست بدعاء ہوں کہ اس ادارہ کو نظر بد سے بچائے اور شریروں کے شر سے مامون اور محفوظ فرمائے، نیز غیب سے مالک العرش حفاظت اور کفالت فرماتے رہیں ایں دعاء از من واز جملہ جہاں آمین باد۔ آمین یارب العالمین۔

بعد ازاں سبب اور ذریعہ کے مرتبہ میں اہل خیر سے

گزارش اور درخواست ہے کہ افواہوں پر بھروسہ کرکے بدظن ہونے کے بجائے بچشم خویش مشاہدہ فرما کر فیصلہ فرمائیں، باقی اتنا ضرور عرض کروں گا کہ آپ کا کوئی حبہ رائیگاں نہ ہوگا، اس لئے توجہ فرمائیں، ضرور حصہ لیں اور دل کھول کر حصہ لیں، امید کہ کوئی حبہ ضائع نہ ہوگا۔

محمد حنیف

شیخ الحدیث مدرسہ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڈھ (یوپی)

یہ تحریر لکھنے کے بعد رجسٹر تاثرات اس خادم کے سپرد یہ کہتے ہوئے فرمایا کہ اس کو چھپوا کر ضرور شائع کروائیے اور پورب کے ساتھ پچھّم بھی ضرور بھیجئے گا۔ چنانچہ ان کے حکم کے مطابق اس خادم نے ان کی تحریر چھپوا کر پورب پچھّم اتر دکھن ہر طرف بھیج دیا، اس کے بعد ما حضر تناول فرمایا اور مدرسہ بیت العلوم واپس تشریف لے گئے۔

سفر دیوبند و لندن

جیسا کہ اس سے پہلے یہ بات آچکی ہے کہ ۲؍نومبر ۱۹۹۹ء کو لندن کا ویزا حاصل ہوگیا تھا اس کی تفصیلات بھی اس سے قبل آچکی ہیں لیکن اندر سے طبیعت کی آمادگی نہ ہونے کی وجہ سے ویزا ملنے کے باوجود سفر میں ٹال مٹول کرتا رہا، ادھر سفر کے داعی حضرت مولانا یعقوب صاحب قاسمی مسلسل اصرار کرتے رہے، بالآخر بادل

ناخواستہ ۴؍محرم ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۰؍اپریل ۲۰۰۰ء دوشنبہ کے دن دہلی کے لئے روانہ ہوکر اگلے روز دہلی پہونچ گیا۔ اور ۶؍محرم مطابق ۱۲؍اپریل بدھ کے دن حضرت قاضی مجاہدالاسلام صاحب کی رفاقت میں دیوبند کے لئے روانگی ہوئی، ساڑھے آٹھ بجے دیوبند پہونچ کر دارالعلوم وقف میں ہونے والے فقہی سمینار میں شرکت کی۔

بعد نماز مغرب حضرت قاضی صاحب کے حکم پر آدھا گھنٹہ اس خادم نے بھی دیوبند کی سرزمین پر دارالعلوم دیوبند کے طلبا اور اساتذہ کی موجودگی میں خطاب کیا جس کو سب نے بالخصوص حضرت قاضی صاحب نے بہت پسند فرمایا۔

اس پروگرام میں شرکت کے لئے اکیڈمی کے ذمہ داروں نے بہت اصرار کیا، لیکن حضرت قاضی صاحب کسی قیمت پر تیار نہیں ہوئے۔ ۵؍محرم مطابق ۱۱؍اپریل منگل کے دن اچانک یہ خادم اسلامک فقہ اکیڈمی کے دفتر میں پہونچ گیا، اکیڈمی کے ذمہ دار جناب امین عثمانی صاحب نے دوران گفتگو یہ بات اس خادم سے کہی کہ دارالعلوم وقف دیوبند میں اکیڈمی کا تین روزہ پروگرام ہے، ہم لوگوں نے تمامتر کوشش کرلی، لیکن حضرت قاضی صاحب اس پروگرام میں شرکت کے لئے تیار نہیں ہیں، مجھے یقین ہے کہ آپ ان کو تیار کردیں گے۔

چنانچہ وہاں سے حضرت قاضی صاحب کی ملاقات کے لئے روانہ ہوگیا، قیامگاہ تک پہونچنے سے پہلے مفتی عبید اللہ صاحب اسعدی سے ملاقات ہوگئی، ہم دونوں جب قیامگاہ پر پہونچے، خادم نے فوراً آمد کی اطلاع حضرت قاضی صاحب کو دے دی، حضرت قاضی صاحب نے فوراً ہم دونوں کو اندر بلالیا، جب ہم دونوں اندر

پہنچے تو وہاں پر قاضی صاحب کے ساتھ تین حضرات اور بیٹھے ہوئے تھے، (۱) مولانا اسرارالحق صاحب قاسمی (۲) مولانا خلیل الرحمٰن صاحب سجاد نعمانی (۳) جناب کمال صاحب اور چاروں حضرات کے چہرے پر اداسی تھی، ایسا لگ رہا تھا کہ امت کے کسی اہم مسئلہ میں غلطاں و پیچاں ہیں جس کی عکاسی وغمازی ان کے چہرے کر رہے تھے، ہم دونوں کے پہونچنے کے بعد پہلی گفتگو موقوف کر کے حضرت قاضی صاحب نے اس خادم سے اصرار شروع کیا کہ مفتی صاحب سنا ہے کہ آپ بہت اچھا کلام پڑھتے ہیں، لہٰذا آج ہمیں بھی سنا دیجئے شروع شروع میں تو اس خادم نے معذرت کی، لیکن حالات کو دیکھ کر مجبوراً وہ کلام سنانا پڑا جس کو اکثر میں پڑھا کرتا تھا، اس خادم نے اپنے مخصوص انداز میں آنکھ بند کر کے کلام سنانا شروع کیا، ابھی چاروں کلام مکمل نہیں ہو پائے تھے کہ حضرت قاضی صاحب پُرنم آنکھ اور لرزتی ہوئی زبان سے یہ فرمانے لگے کہ مفتی صاحب بس کریں ورنہ دل پھٹ جائے گا، جب خادم نے آنکھ کھولی تو دیکھا کہ چاروں حضرات پر گریہ طاری تھا اور چاروں کا بدن کانپ رہا تھا۔

یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ ملفوظات حبیب الامت جلد دوم کے صفحہ ۹۴ سے ۹۹ تک میں بھی موجود ہے، پڑھا جانے والا چاروں کلام بھی وہاں لکھا ہوا ہے، وہاں اس کو دیکھا جا سکتا ہے۔

اس کے بعد خادم نے دیکھا کہ توا گرم ہو چکا ہے، لہٰذا فوراً روٹی سیک لینی چاہئے۔ چنانچہ فوراً میں نے عرض کیا کہ حضرت کل دیوبند میں ہونے والے پروگرام میں چلنا ہے، حضرت قاضی صاحب نے فوراً ہاں کرتے ہوئے خادم سے فرمایا کہ امین

عثمانی کو بولو کہ کوئی گاڑی میری قیام گاہ پر صبح چار بجے بھیج دے اور مجھ سے اور مفتی عبید اللہ اسعدی سے فرمایا کہ آپ دونوں حضرات رات میں یہیں قیام کریں اور صبح میرے ساتھ دیو بند چلیں۔

چنانچہ رات میں حضرت قاضی صاحب کی قیام گاہ پر ہم دونوں نے قیام کیا، فجر کی نماز اول وقت میں پڑھ کر گاڑی سے چار نفری قافلہ دیو بند کے لئے روانہ ہو گیا، پیچھے والی سیٹ پر مفتی عبید اللہ اسعدی اور دوسرے کونے میں خادم اور بیچ میں حضرت قاضی صاحب لیٹ گئے، اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے بغل میں حضرت قاضی صاحب نے حکماً اس خادم کو بٹھا دیا۔ آدھا پون گھنٹہ تو اپنے معمول کے مطابق ذکر جہری میں مصروف رہا اس سے جب فارغ ہوا تو حضرت قاضی صاحب نے فرمایا کہ مفتی صاحب کچھ سنائیے۔ چنانچہ فارسی کا وہ کلام جو کل سنا چکا تھا اس کو پھر دوبارہ سنایا، حضرت قاضی صاحب محظوظ ہوتے رہے اور پوری بشاشت کے ساتھ سفر گزرتا رہا۔

مظفر نگر سے آگے نکلنے کے بعد حضرت قاضی صاحب نے فرمایا کہ مفتی صاحب اب بھوک لگ گئی ہے، کہیں ناشتہ کرا دیجئے، چنانچہ تھوڑے ہی فاصلہ پر بائیں ہاتھ پر ایک ہوٹل نظر آیا جہاں گاڑی روک کر پہلے ہوٹل کا جائزہ لیا اس کے بعد ناشتہ کا آڈر کیا، ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد ہوٹل کے مالک کا میں نے نام پوچھا وہ مسلمان نکلا میں نے وہاں کے مزاج کا لحاظ کرتے ہوئے ہوٹل کے مالک سے کہا کہ ہمارے ساتھ گاڑی میں بیٹھے ہوئے ایک بزرگ ہیں، آئیے ان سے آپ کو دعاء دلوا دیتے ہیں، ہوٹل کے مالک نے فوراً رومال لے کر سر پر باندھا اور میرے ساتھ وہ

گاڑی پر آئے، میں نے حضرت قاضی صاحب سے ہوٹل کے مالک کا تعارف کرایا اوران کے لئے دعاء کی درخواست کی، حضرت قاضی صاحب نے دعاؤں سے اس کو نوازااوراس کے سر پر دست شفقت پھیرا، اس کے بعداس کے ساتھ میں کاؤنٹر پر پہونچا اور پانچ آدمی کے ناشتے کا حساب پوچھا تو اس نے یہ کہہ کر پیسہ لینے سے معذرت کر دیا کہ اللہ والوں سے تو دعاء لی جاتی ہے پیسہ نہیں، اصرار کے باوجوداس نے پیسے قبول نہیں کیے، اس پورے واقعہ میں مفتی عبیداللہ صاحب شریک حال رہے، جب ہم دونوں کی ہوٹل سے واپسی ہوئی اور گاڑی میں بیٹھے تو مفتی عبیداللہ صاحب قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے، حضرت قاضی صاحب نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس کے جواب میں انہوں نے پورا واقعہ بتلا دیا اور یہ جملہ بھی کہا کہ حضرت! مفتی صاحب نے تو ہوٹل کے مالک کو بغیر چھری کے ذبح کر دیا، اس کے جواب میں حضرت قاضی صاحب نے ایک تاریخ ساز جملہ فرمایا۔ حضرت قاضی صاحب نے فرمایا کہ مفتی عبیداللہ صاحب پیر بننا تو آسان ہے لیکن پیری چلانا بہت مشکل کام ہے، اگر کسی کو پیری چلانا سیکھنا ہو تو ہمارے مفتی حبیب اللہ صاحب سے آکر سیکھے۔

بہرحال دیوبند کا یہ سفر عافیت کے ساتھ پورا ہوگیا، رات میں دیوبند قیام کرنے کے بعد ۷/محرم ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۳/اپریل ۲۰۰۰ء جمعرات کے دن صبح کے وقت دیوبند سے نکل کر دو بجے حضرت قاضی صاحب کی قیامگاہ پر گاڑی پہونچ گئی، اس کے بعد حضرت قاضی صاحب سے الوداعی سلام کر کے یہ خادم شفاعت گیسٹ ہاؤس چلا گیا، تین روز دہلی میں قیام کرنے کے بعد ۱۰/محرم ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۶/اپریل

۲۰۰۰ء اتوار کے دن بذریعہ راجدھانی ایکسپرس دہلی سے کلکتہ کے لئے روانہ ہوا اور کلکتہ پہونچ کر جمیل بھائی کے یہاں دوروز قیام کیا، نیز ان کو اپنا پاسپورٹ میں نے دے کر یہ بتلا دیا کہ اس میں لندن کا ویزا لگا ہوا ہے، جس کو دس روز کم چھ مہینہ گزر چکا ہے، اگر یہاں سے کوئی فلائٹ لندن جانے والی ہوتو اس کا ٹکٹ بنوا دیں۔

پتہ لگانے کے بعد معلوم ہوا کہ رائل بورنائی کی فلائٹ بورنائی سے وایا سنگا پور کلکتہ آتی ہے اور کلکتہ سے وایا دبئی لندن جاتی ہے۔ چنانچہ جمیل بھائی نے اسی فلائٹ کا ٹکٹ بنوا کر میرے سپرد کر دیا اور یہ خادم بذریعہ رائل بورنائی ۱۳ر محرم ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۹ر اپریل ۲۰۰۰ء بدھ کے دن کلکتہ سے روانہ ہوکر اگلے دن صبح سوا نو بجے لندن ٹائم سے ۱۴ر محرم ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۰ر اپریل ۲۰۰۰ء جمعرات کے دن لندن ہیتھرو ایئر پورٹ پہونچ گیا۔

جب ایئر پورٹ سے باہر نکلا تو ایئر پورٹ پر عزیزم مولانا عبداللہ سلمہ پسر حضرت مولانا طلحہ صاحب ساکن کوٹلہ ضلع اعظم گڈھ سابق متعلم مدرسہ ریاض العلوم گورینی مقیم حال لندن موجود تھے، ان کے ہمراہ ان کے گھر پر جانا ہوا جہاں ان کے والد محترم اور دیگر اہل خانہ سے ملاقات ہوئی اور رات کا قیام بھی انہی کے مکان پر کیا۔

۱۵ر محرم ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۱ر اپریل ۲۰۰۰ء جمعہ کے دن بذریعہ بس ڈیوز بری کے لئے لے کر نکلے جہاں میرے اصل داعی مقیم تھے۔

لیکن وہاں کے موسم کا اندازہ نہ ہونے کی وجہ سے گرم کپڑا ساتھ نہیں لے جاسکا جس کی وجہ سے لندن ہی میں نہانے کے بعد باہر نکلنے پر ٹھنڈک لگی اور بس میں

بیٹھنے کے بعد بخار تیز ہوگیا اور ڈیوز بری پہونچ کر چھ روز مسلسل داعی کے یہاں قیام رہا اور مسلم سے بخاری بنا رہا، بخار میں کوئی کمی نہیں آئی، لیکن اسی کے ساتھ حضرت مولانا یعقوب صاحب قاسمی نے عصر کی نماز کے بعد روزانہ بیان طے کردیا جس کو بحسن وخوبی انجام دیتا رہا۔

۶/روز کے قیام کے بعد ۲۱/محرم ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۷/اپریل ۲۰۰۰ء جمعرات کے دن پرانے دوست مولانا مبارک علی صاحب مظاہری ساکن سدھور ضلع بارہ بنکی مقیم حال یوکے ٹورڈ مارڈن سے آئے اور اپنے ساتھ اپنے شہر لے گئے۔

تذکرہ مولانا مبارک علی صاحب

مولانا مبارک علی صاحب مدرسہ ریاض العلوم گورینی کے اساتذہ میں سے تھے جو ضلع بارہ بنکی کے سدھور کے رہنے والے تھے اس خادم کے ریاض العلوم گورینی پہونچنے سے پہلے دہلی مرکز نظام الدین میں بھی اس وقت لمبی ملاقات ہوچکی تھی، جب تبلیغ کا وہ سال لگا رہے تھے اور حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی کی خدمت میں بھی طویل عرصہ تک رہے، مدرسہ ریاض العلوم گورینی آنے کے بعد پرانی شناسائی کی بنا پر ان کی قربت میں اضافہ ہوا اور دھیرے دھیرے رفاقت مضبوط ہوتی چلی گئی، چند سالوں کے بعد ایک دن وہ آیا کہ بتقدیر الٰہی ان کا یوکے کا سفر طے پا گیا اور ٹورڈ مارڈن مسجد حمزہ کے امام کی حیثیت سے یہاں سے وہ ہجرت کرکے وہاں مقیم ہوگئے،

ان کا تفصیلی تذکرہ حیات حبیب الامت جلد اول میں ۲۴۷ سے ۲۵۳ تک موجود ہے۔
دو تین سال میں ان کا جب کبھی وطن آنا ہوتا تو بارہ بنکی اپنے وطن سے مدرسہ ریاض العلوم بھی تشریف لاتے تھے اور چند روز قیام کر کے پرانی یادیں تازہ کر کے جاتے، دھیرے دھیرے انہوں نے اپنے اہل وعیال کو بھی وہیں بلا لیا اور وہیں کے مقیم ہو کر رہ گئے، لیکن وہاں رہتے ہوئے ہندوستان کے دور وقریب کے اعزا واقارب اور احباب کو نہیں بھولے، اپنی محبت وعنایت میں ہر ایک کا حصہ ہمیشہ رکھا۔

جب اس خادم کے داعی حضرت مولانا یعقوب صاحب قاسمی نے لندن کے سفر سے پہلے دریافت کیا کہ وہاں پر آپ کے جاننے والوں میں سے کوئی ہے تو میں نے دو آدمیوں کا نام بتایا (۱) مولانا مبارک علی صاحب (۲) مولانا عبداللہ صاحب اعظمی، اتفاق سے حضرت مولانا دونوں سے آشنا اور واقف تھے۔

روانگی سے قبل دلی سے جب میں نے مولانا مبارک علی صاحب کو فون کر کے اپنی آمد کی اطلاع دی تو ان کو تھوڑی دیر تک یقین نہیں آیا، بلکہ وہ اس خبر کو مذاق پر محمول کرتے رہے، پھر جب ان کو یقین آ گیا تو لندن ایئر پورٹ سے لینے سے لے کر ڈیوز بری تک پہونچانے کا انتظام انہوں نے اپنے ذمہ لے لیا اور اپنی نیابت میں انہوں نے اس کام کو مولانا عبداللہ صاحب اعظمی کے سپرد کر دیا، ڈیوز بری پہونچنے کے بعد ملاقات کے لئے بھی تشریف لائے اور ٹورڈ مارڈن جانا طے پایا تو گاڑی لے کر خود ہی لینے کے لئے آئے۔

ٹورڈ مارڈن جاتے ہوئے حضرت مولانا یعقوب صاحب قاسمی نے یہ

نصیحت کی کہ یہاں جو علماء آتے ہیں وہ اپنا علمی فیض مساجد کے ممبر ومحراب کے ذریعہ لوگوں تک پہونچاتے ہیں، آپ بھی جب آ گئے ہیں تو ہماری مسجد زکریا میں تو الحمدللہ ایک ہفتہ لوگ آپ سے مستفیض ہوئے، اب میری رائے اور خواہش یہ ہے کہ ٹورڈ مارڈن جانے کے بعد بھی لنکا شائر اور یوک شائر کے مختلف شہروں کی مسجدوں میں آپ کا فیض پہونچنا چاہئے۔

یہ خادم جب ٹورڈ مارڈن پہونچ گیا تو ایسا محسوس ہوا جیسے میں اپنے گھر میں آ گیا ہوں، جب تک رہا مولانا مبارک علی صاحب نے کھانا پینا ناشتہ قیام طعام کے ساتھ دیگر تمام ضروریات کا اتنا اہتمام اور التزام کیا کہ جس کو کبھی میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور جس محبت اور اپنائیت کا انہوں نے ثبوت دیا اس کا تو تصور بھی نہیں کر سکتا تھا ۲۷؍اپریل سے لے کر ۲؍جون تک تقریباً چالیس دن کسی مہمان کو اپنے گھر پر ٹھہرانا اور اس کے جملہ لوازمات کا انتظام کرنا، سفر سے لے کر حضر تک ہر جگہ خورد ونوش اور پوری راحت کا پوری خندہ پیشانی کے ساتھ خیال ودھیان رکھنا اور ہر قدم پر دلجوئی کا سامان فراہم کرنا، یہ مولانا کے وہ احسانات ہیں جن کو یہ خادم تا زندگی بلکہ جنت تک فراموش نہیں کر سکتا، اس کے صلہ میں مولانا کو جتنی بھی دعائیں دی جائیں وہ کم ہیں، یقیناً وہ خادم کی دعاؤں سے مستفید ہوئے اور ہوتے رہیں گے، چونکہ ان کی خدمت اور محبت اور عنایت ایسی تھی اور رہی کہ اس زمانہ کی اولاد سے بھی وہ خدمت ومحبت تصور نہیں کی جا سکتی۔

جب اس خادم کی اپنے گھر میں پہونچ کر گھر جیسا ماحول پا کر اور مولانا مبارک علی صاحب جیسے رفیق وشفیق کو پا کر سفر کی پوری تکان دور ہوگئی، تب حضرت

مولانا یعقوب صاحب قاسمی کی نصیحت پر عمل کی ہم دونوں نے فکر کی، اس خادم کا چونکہ یہ پہلا سفر تھا اس لئے اس ملک کے نشیب وفراز اور خدوخال اور انداز ومزاج سے مکمل ناآشنا تھا، ادھر مولانا مبارک علی صاحب بھی چونکہ اپنی مسجد اور اپنے کتب خانہ کی کتابوں سے زائد کسی چیز سے دلچسپی نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی بہت زیادہ کہیں آمد ورفت تھی، اس لئے وہ بھی اس مسئلہ میں فکرمند ہو گئے۔

بالآخران کے ذہن میں ایک نام آیا، مولانا ثمیر الدین صاحب قاسمی مقیم حال مانچسٹر کا اور معاً یہ خیال بھی آیا کہ شاید ان کی ملاقات مثمر اور بارآور ہوسکے۔ چنانچہ ان سے جب رابطہ کیا گیا تو انہوں نے بھرپور رہبری کی اور تعاون کیا اور چند روز ہی میں بولٹن، بلیک برن، پرسٹن، مانچسٹر، ڈیوز بری، باٹلی ہاڈرس فیلڈ کی مختلف مساجد کے پروگرام طے پا گئے۔

لیکن مختلف شہروں کی مختلف مساجد میں جانا اور وہاں سے پھر رات میں آنا یہ مستقل ایک اہم مسئلہ تھا جس کو مولانا مبارک علی صاحب نے بحسن وخوبی اپنی حکمت عملی اور تدبیر کے ذریعہ پابندی کے ساتھ انجام دیا جس مسجد میں پروگرام ہوتا ظہر سے پہلے کسی گاڑی والے کو بلا کر خود لے جا کر اس مسجد میں پہونچا کر واپس آ کر اپنی مسجد میں ظہر کی نماز پڑھاتے اور عشاء کی نماز میں اپنا کسی کو نائب بنا کر عشاء کی نماز سے پہلے اس مسجد میں گاڑی لے کر پہونچ جاتے اور عشاء کے بعد اپنے ساتھ لے کر اپنے گھر آتے اور آنے کے بعد شام کا کھانا ساتھ میں کھاتے، چاہے رات کے بارہ ایک بج جاتے، گھر والے کھانا پکا کر انتظار کرتے، ہم لوگوں کے کھانے سے فارغ ہونے

کے بعد ہی بچے اور مستورات کھانا کھاتے، یہ سلسلہ چالیس دن تک چلتا رہا، بالآخر ۲۸؍صفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۲؍جون ۲۰۰۰ء جمعہ کے دن یہ سفر مکمل ہوگیا اور مولانا اپنے ساتھ لے کر لندن کے لئے روانہ ہوئے اور دو بجے دن میں لندن ہیتھرو ایئر پورٹ سے اس خادم کو الوداع کہہ کر نم آنکھوں سے روانہ کردیا۔

لندن سے شارجہ کا سفر

۲۹؍صفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۳؍جون ۲۰۰۰ء سنیچر کے دن دو بجے لندن ٹائم سے روانہ ہوکر بارہ بجے رات میں دبئی کے وقت کے اعتبار سے دبئی پہونچا اور وہاں سے اپنے ایک عزیز حافظ ارشاد احمد فیضی کے ساتھ الفلی ان کی قیامگاہ پر پہونچا اور تیرہ روز ان کی خواہش اور اصرار پر انہی کے یہاں قیام رہا، بیچ میں ایک دو روز کے لئے العین اور شارجہ بعض احباب کی ملاقات کے لئے بھی جانا ہوا۔

تذکرہ حافظ ارشاد احمد صاحب فیض آبادی

حافظ ارشاد احمد و حافظ اعجاز احمد یہ دونوں سگے بھائی تھے جس وقت یہ خادم مدرسہ ریاض العلوم گورینی میں تدریسی خدمت پر مامور تھا اسی زمانہ میں یہ دونوں بچے بھی مدرسہ ریاض العلوم میں زیر تعلیم تھے اور کاتب نور الہدیٰ صاحب کی سرپرستی میں یہ دونوں بچے تعلیم حاصل کررہے تھے، ضلع فیض آباد کے اکبر پور اور گوسائیں گنج کے

بیچ میں واقع کٹھری گاؤں کے یہ دونوں رہنے والے تھے، حافظ ارشاد سلمہٗ نے کچھ کتابیں اس خادم سے بھی پڑھی تھیں اور دیگر اساتذہ کے مقابلہ میں اس خادم سے زیادہ مانوس اور قریب تھے۔

بتقدیر الٰہی تعلیم مکمل کرنے سے پہلے دونوں بھائی شارجہ چلے گئے، بڑے بھائی حافظ ارشاد احمد کو مسقط کی پہاڑی کے دامن میں الفلی نام کے ایک گاؤں میں ایک مسجد کی خدمت کا موقعہ مل گیا اور وہ وہیں اہل وعیال کے ساتھ ایک طویل عرصہ تک مسجد کی خدمت کرتے رہے اور چھوٹے بھائی حافظ اعجاز احمد کو مدام کے بازار میں ایک مسجد کے قریب شرطہ خانہ کی ڈیوٹی ملی، دونوں بھائی چونکہ طبیعۃً بہت نیک تھے، اس لئے وہاں کے مقامی عرب ان دونوں سے مانوس اور قریب تھے، اور دونوں بھائی بہت سکون کے ساتھ وہاں رہتے تھے، ان کی جگہ شارجہ سے تقریباً سو کیلومیٹر کی دوری پر تھی، اس لئے کسی اہم ضرورت پر ہی شارجہ اور دبئی آیا جایا کرتے تھے۔

جب اس خادم کا سفر دبئی کا شروع ہوا تو ہر سفر میں کہیں نہ کہیں ان سے ملاقات ہوجایا کرتی تھی، لیکن لندن کے سفر کی واپسی پر حافظ ارشاد احمد سلمہ کا اصرار ہوا کہ واپسی میں ہمارے یہاں رک کر جائیں، چنانچہ انہوں نے ویزے کا انتظام کیا اور لندن سے واپسی پر دبئی سے اپنے یہاں لے کر گئے اور بہت ہی محبت کے ساتھ بارہ تیرہ دن اپنے یہاں رکھا اور جی بھر کر خدمت کی اور اس کے صلہ میں دعائیں لیتے رہے، بالآخر ویزہ کا وقت پورا ہوگیا۔ اور ۱۴/ربیع الاول ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۷/جون ۲۰۰۰ء صبح ۶/بجے دبئی سے روانہ ہوکر ۱۸/جون اتوار کے دن کلکتہ پہونچا اور چند روز کلکتہ میں قیام کرنے

کے بعد ۱۸؍ربیع الاول مطابق ۲۱؍جون کو کلکتہ سے بذریعہ متھلا ایکسپریس موتیہاری کے لئے روانہ ہوا اور گیارہ روز وطن میں قیام کرنے کے بعد ۳۰؍ربیع الاول مطابق ۳؍جولائی دوشنبہ کے دن صبح نو بجے دارالعلوم مہذب پور پہونچ گیا۔

۲۷؍جون منگل سے دارالعلوم کا ششماہی امتحان شروع ہوا تھا جو اس خادم کے آنے کے بعد ۴؍جولائی منگل کو ختم ہو گیا اور نتائج امتحان سنانے کے بعد ۶؍جولائی جمعرات کے دن سے ششماہی امتحان کی تعطیل ہوگئی، اس کے بعد یہ خادم دارالعلوم مہذب پور کی دیگر ذمہ داریوں میں مصروف ہو گیا۔

جلسۂ دستار بندی

کئی سال سے طلباء اور اساتذہ دارالعلوم جلسہ دستار بندی کا تقاضہ کر رہے تھے، اس لئے ۱۳؍رجب ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۲؍اکتوبر ۲۰۰۰ء جمعرات کے دن جلسہ دستار بندی کی تاریخ طے پائی اور اس کے بعد اس کی تیاری اور لوازمات کی فراہمی مقررین کی جستجو اور دیگر کاموں میں یہ خادم مصروف ہو گیا۔ دارالعلوم کے اساتذہ کی خواہش کے مطابق جلسہ میں مسابقہ کا بھی پروگرام رکھا گیا جس میں مختلف اضلاع کے درجنوں مدارس کے طلباء نے مسابقہ خطابت میں شرکت کی اور اچھے نمبرات سے کامیاب ہونے والے طلباء نے انعامات حاصل کئے، اس جلسہ کے اہم مقرر حضرت مولانا شاہین جمالی صاحب تھے جو ظہر کے بعد ہی تشریف لے آئے اور مسابقہ خطابت میں

بحیثیت حکم وہ موجود رہے۔

اس جلسہ میں تین باتیں عجیب رہیں (۱) مجمع اتنا آیا کہ عموماً اتنا کثیر مجمع اس علاقہ کے کسی جلسہ میں نہیں ہوتا ہے، جبکہ سنجر پور سے لے کر مہذب پور تک سڑک بھی کچی تھی اوراس کے ساتھ ناہموار بھی تھی، جس کو ہموار اور برابر کرنے کے لئے تین روز تک مسلسل پانچ چھ ٹریکٹر چلوا کر سنجر پور سے مہذب پور مدرسہ تک راستہ کو ہموار کیا تاکہ گاڑیوں کی آمد و رفت میں کوئی دقت نہ ہو، اس خادم کی اس محنت کو دیکھ کر سنجر پور کے بعض دوستوں نے بطور نقد کے یہ کہا کہ راستہ کو ٹھیک کرنے پر خواہ مخواہ مفتی صاحب اتنا پیسہ برباد کررہے ہیں، حالانکہ لوگ جلسہ میں آئیں گے نہیں، لیکن جب جمعرات کے دن ۱۲ر بجے سے رات تک آنے والوں کی انہوں نے بھیڑ دیکھی تو وہ بھی حیران ہو گئے اور کہنے لگے کہ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ اتنا مجمع آئے گا بلکہ جمعہ سے پہلے خود جلسہ میں آنے کا انہوں نے پروگرام بنایا تو لوگوں نے بتایا کہ جلسہ تو رات میں ہی ختم ہو چکا ہے۔ (۲) عشاء کی نماز کے بعد مجمع کو بلانے اور بیٹھانے کی ضرورت نہیں پڑی بلکہ ازخود مجمع جلسہ گاہ میں اس انداز سے سکون کے ساتھ بیٹھ گیا کہ قبل از وقت جلسہ شروع کرنا پڑا، کئی دوستوں نے آکر اس خادم سے کہا کہ مجمع جمع ہو چکا ہے، پروگرام فوراً شروع کیا جائے، چنانچہ فوراً پروگرام کا آغاز کردیا گیا۔ (۳) اس علاقہ کے مدارس کے جلسے عموماً بارہ ایک بجے رات تک ختم ہوجاتے ہیں، لیکن ان سے ہٹ کر یہاں کا جلسہ پوری رات چلا، فجر کی اذان پر دعاء ہوئی اور فجر کی نماز پڑھ کر لوگ روانہ ہوئے اور یہ سب سامعین کے اصرار اور خواہش پر ہوا۔

دستار بندی کا پروگرام ایک بجے کے قریب مکمل کرادیا گیا تھا سیکڑوں طلباء کی دستار بندی اس میں ہوئی۔

جلسہ کی صدارت دارالعلوم دیوبند کے مفتی حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب نے کی اور خطابات حضرت مولانا شاہین جمالی میرٹھ، حضرت مولانا احمد الحسینی غازی پوری، حضرت مولانا فیاض احمد صاحب پھولپور الہ آباد، حضرت مولانا لیاقت علی صاحب کوپا گنج، حضرت مولانا جمیل احمد صاحب نذیری وغیرہم کے ہوئے جن میں تفصیلی خطابات حضرت مولانا شاہین جمالی اور حضرت مولانا احمد الحسینی غازی پوری کے ہوئے، باقی حضرات کے خطابات مختصر ہوئے۔

اس طرح الحمد للہ عافیت کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوگیا اور جمعہ کے دن سارے مہمان بعافیت تمام رخصت ہوگئے اور اس طرح اس ادارہ نے نوعمری کے باوجود مثالی جلسہ کر کے علاقہ میں ایک ریکارڈ قائم کردیا، فللہ الحمد ولہ الشکر۔

جلسوں کا تذکرہ

۲۳؍رجب ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۲؍اکتوبر ۲۰۰۰ء اتوار کے دن رسول پور نوادہ مبارکپور ضلع اعظم گڈھ میں ایک بڑا اجلاس ہوا جس میں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی ایک طویل عرصہ تک یہ خادم مبارکپور نوادہ، رسولپور، ابراہیم پور وغیرہ کے جلسوں میں خصوصی مقرر کی حیثیت سے مدعو کیا جاتا تھا اور حاضرین وشرکاء اجلاس عوام وخواص بلکہ علماء حضرات بھی اس خادم کے بیانات کو پسند کرتے تھے اور جب کبھی کسی

پروگرام میں مقررین کی فہرست تیار ہوتی تھی تو حاضرین پہلا نام اس خادم کا پیش کرتے تھے، چنانچہ ایک طویل عرصہ تک اس علاقہ کے اسٹیج کی زینت یہ خادم بنتا رہا۔

ایک مرتبہ مبارکپور کے پورہ دلہن کے احاطہ میں ایک جلسہ ہوا جس میں کثیر تعداد میں سامعین شریک ہوئے، احاطہ تنگ پڑ گیا، لیکن لوگ اخیر تک جمے رہے، جامعہ عربیہ احیاء العلوم جو مبارکپور کا مستند و قدیم ادارہ ہے، اس کے تمام ذمہ دار نوجوان واساتذہ بھی شریک جلسہ تھے، اس جلسہ میں صرف اس خادم ہی کا بیان تھا، بیان سے فارغ ہونے کے بعد جب اسٹیج سے اترا تو مصافحہ کرنے کے لئے لوگ اس طرح لپکے کہ قیام گاہ تک پہونچنا مشکل ہوگیا، دوستوں نے بہت مشکل سے قیامگاہ تک پہونچایا، قیام وطعام کا نظم حاجی عبدالغنی صاحب سلک ہاؤس کے مکان پر تھا، دس منٹ کے بعد جس کمرے میں یہ خادم بیٹھا ہوا تھا، علماء مبارکپور کی ایک بھیڑ پہونچی جس کو دیکھ کر یہ خادم خائف ہوگیا کہ کہیں بیان میں کوئی ایسی بات تو میں نے نہیں کہہ دی جس کے ری ایکشن میں یہ بھیڑ نظر آ رہی ہے، لیکن جب بات ان حضرات نے شروع کی تو بات کچھ اور نکلی، آنے والے حضرات علماء نے کہا کہ ہم سب جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور کے خدام ہیں، ہم سب آپ کا شکریہ ادا کرنے آئے ہیں کہ آج جو تقریر آپ نے کی ہے، آپ نے ہم سب کے دلوں کی بھڑاس نکال دی، ہم لوگ مقامی ہونے کی وجہ سے ان تجار اور سیٹھوں سے وہ بات نہیں کہہ سکتے جو بات آپ نے کہہ دی، اس کے بعد خادم کو ان سب نے بہت دعائیں دیں اور واپس ہوگئے، تب جان میں جان آئی اور سکون کے ساتھ کھانا کھایا اور عافیت کے ساتھ رات گزاری۔

اسی طرح ایک مرتبہ پورہ صوفی میں پروگرام ہوا، اس پروگرام کا بھی مقرر خصوصی یہ خادم ہی تھا، جب تقریر کے لئے اسٹیج پر پہونچا تو اسٹیج مبارکپور کے اکابر علماء سے بھرا ہوا تھا، جس میں قاضی اطہر صاحب مبارکپوری جیسے حضرات بھی تھے، دوران تقریر اللہ نے کچھ ایسی باتیں کہلوائیں جس سے عوام کے ساتھ خواص بھی بہت محظوظ ہوئے اور بیان کے بہت فراخدلی کے ساتھ سبھی حضرات نے شکریہ ادا کیا۔

بہرحال مقررہ وقت اور تاریخ پر یہ خادم رسول پور، نوادہ مبارکپور کے جلسے میں حاضر ہوا، یہ جلسہ قلب رسول پور کے ایک بڑے گراؤنڈ میں تھا، مجمع سے پورا گراؤنڈ بھرا ہوا تھا، دو گھنٹہ اس خادم نے بیان کیا، یہاں بھی علماء وخواص بہت محظوظ ہوئے، اس کے بعد رات ہی میں واپسی ہوگئی۔

جلسہ مدرسہ مظہر العلوم بنارس

۲۵/رجب ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۴/اکتوبر ۲۰۰۰ء منگل کے دن شہر بنارس کے معروف ادارہ جو کمن گڈھا کے علاقہ میں واقع ہے، یعنی مدرسہ مظہر العلوم کا جلسہ طے پایا، وہاں کے احباب وعلماء کی خواہش پر اس خادم کو مدعو کیا گیا، چنانچہ حسب دعوت یہ خادم حاضر ہوا اور جلسہ کو خطاب کیا، الحمدللہ وہاں کے اجلاس میں بھی اس علاقہ کے کبار علماء موجود تھے، عوام کے ساتھ خواص نے بھی خطاب کو بے حد پسند کیا، ان علماء میں بعض وہ حضرات بھی تھے جو بڑے بزرگوں کی صحبت یافتہ تھے، وہ بھی مدح سرائی اور پذیرائی سے اپنی زبان نہیں روک پائے، ماشاءاللہ یہ جلسہ بھی ہر اعتبار سے کامیاب رہا۔

جلسہ برہانپور ایم پی

۲۷؍رجب ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۶؍اکتوبر ۲۰۰۰ء جمعرات کے دن بذریعہ تاپتی گنگا برہانپور ضلع کھنڈوا ایم پی کا سفر ہوا اور تین دن وہاں قیام رہا، اور مختلف مقامات پر حاجی نذیر اطہر صاحب برہانپوری اور مفتی رحمت اللہ صاحب قاسمی کی قیادت میں کئی کامیاب پروگرام ہوئے، چونکہ برہانپور کا سفر اس سے پہلے کئی مرتبہ ہو چکا تھا اور اس خادم کے متعدد بیانات وہاں کے لوگ سن چکے تھے، اس لئے وہاں کے لوگوں کو بڑا اشتیاق تھا والہانہ انداز میں پوری گرویدگی کے ساتھ ہر پروگرام میں عوام وخواص کی شرکت رہی اور بیانات کی جی بھر کر لوگوں نے پذیرائی کی، سہ روزہ پروگرام مکمل کرنے کے بعد یکم شعبان مطابق ۲۹؍اکتوبر اتوار کے دن تاپتی گنگا کے ذریعہ روانہ ہو کر اگلے دن ۳۰؍اکتوبر کو بنارس پہونچا۔

جلسہ ڈھری اون سون

۲؍شعبان ۱۴۲۱ھ مطابق ۳۰؍اکتوبر ۲۰۰۰ء دوشنبہ کے دن رات میں ڈھری اون سون میں مدرسہ تجوید القرآن کا سالانہ جلسہ تھا، یہاں کے جلسوں میں بھی کئی بار اس سے پہلے حاضری ہو چکی تھی، لیکن اس وقت اس کے ذمہ دار قاری اظہار الحق صاحب ہوا کرتے تھے اور وہی جلسہ کے داعی بھی ہوتے تھے، لیکن اس سال کا سفر

مولانا مسلم صاحب بھاگلپوری کی دعوت پر ہوا، چونکہ قاری اظہار الحق صاحب وہاں سے رخصت ہو چکے تھے اوران کی جگہ پر علاقائی ذمہ داروں نے مولانا مسلم صاحب کو ذمہ دار بنادیا تھا، اس لئے اس جلسہ کے داعی وہی تھے، چنانچہ بنارس سے ڈھری اون سون کے لئے روانہ ہوکر جلسہ کے وقت سے پہلے یہ خادم وہاں پہونچ گیا اور رات میں اپنی تقریر مکمل کرنے کے بعد رات ہی کی ٹرین سے بنارس کے لئے واپسی ہوگئی اورکل ہوکروایا بنارس دارالعلوم مہذب پور پہونچ گیا، چونکہ دارالعلوم مہذب پور میں بھی سالانہ امتحان کی تیاری چل رہی تھی اس لئے اسکی بھی دیکھ بھال اورنظر ڈالنا ضروری تھا، دوروز مدرسہ میں قیام کرکے امتحان کے کاموں کی نگرانی کے بعد۔

جلسہ دارالعلوم عثمانیہ مہراج گنج

۵رشعبان ۱۴۲۱ھ مطابق ۲رنومبر جمعرات کے دن بائی روڈ مہراج گنج کے جلسہ کے لئے روانگی ہوئی، دارالعلوم عثمانیہ جونٹواں نامی گاؤں میں واقع تھا، ضلع مہراج گنج کا یہ گاؤں تھااوراسی میں دارالعلوم عثمانیہ نام سے ایک مدرسہ تھا، جس کے جلسے میں وہاں کے احباب کی خواہش اوراصرار پراس خادم کی حاضری ہوئی، اس جلسہ میں حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندوی بھی تشریف لائے اور حضرت کا بھی خطاب ہوا اور خطاب کے بعد رات میں ہی حضرت مصر ہوگئے کے چلوتمہارے مدرسے میں چلتا ہوں، دارالعلوم مہذب پور مجھ کو لے چلو، حضرت کو بہت مشکل سے میں نے منایا کہ حضرت یہاں سے بہت دور ہے اوررات میں وہاں کا سفر بائی روڈ

مناسب نہیں ہے، اگر کل دن میں تشریف لے چلیں تو بہتر ہے، لیکن حضرت قاری صاحب دن کے ساتھ رات کے بھی سفر کے عادی تھے اور بلا جھجک ہر جگہ وہ رات میں بھی سفر کیا کرتے تھے، لیکن جن راستوں سے یہ خادم گزر کر گیا دن ہی میں احساس ہوا کہ وہ راستے پُرخطر ہیں، رات میں چلنے کے لائق نہیں ہیں، بہت مشکل سے حضرت قاری صاحب مانے، لیکن رات میں وہاں قیام نہیں فرمایا بلکہ رات ہی میں کسی ٹرین کے ذریعہ لکھنؤ کے لئے روانہ ہوگئے، اس خادم نے رات میں پروگرام مکمل کرنے کے بعد رات کا قیام وہیں کیا اور کل ہوکر ۶رشعبان مطابق ۳رنومبر جمعہ کے دن مدرسہ انصار العلوم قصبہ پی پی گنج ضلع گورکھپور کے احباب کے اصرار پر مدرسہ انصار العلوم جانا ہوا اور وہاں کا پروگرام مکمل کرکے وایا گورکھپور ۷رشعبان مطابق ۴رنومبر سنیچر کے دن دارالعلوم مہذب پور واپسی ہوگئی۔

جلسہ محمد آباد ضلع مئو

حضرت مولانا لیاقت علی صاحب جو مدرسہ مصباح العلوم کوپاگنج کے شیخ الحدیث بھی تھے، ان کی سرپرستی میں ایک مدرسہ ضیاء العلوم کے نام سے محمد آباد گوہنہ میں چلتا تھا، محمد آباد کے احباب کی خواہش پر ۸رشعبان ۱۴۲۱ھ مطابق ۵رنومبر ۲۰۰۰ء اتوار کے دن بعد نماز عشاء ایک جلسہ کا پروگرام طے پایا، چونکہ اس خادم کی حضرت مولانا لیاقت علی صاحب سے پرانی شناسائی تھی اور کئی جلسوں میں ہم دونوں شریک اسٹیج بھی رہ چکے تھے، نیز ۲۰۰۰ء میں دستار بندی کا جو جلسہ دارالعلوم مہذب پور میں ہوا

تھا اس میں بھی وہ بحیثیت مقرر تشریف لا چکے تھے، اس لئے از راہ محبت مدرسہ ضیاء العلوم محمد آباد کے ہونے والے جلسے میں اس خادم کو بھی مدعو کیا، اس کے ساتھ مبارکپور کے اکابر علماء بھی شریک جلسہ ہوئے، اس خادم نے اپنا بیان مکمل کرلیا، باقی علماء کے بیانات ابھی باقی تھے کہ مبارکپور سے فون آیا کہ مبارکپور میں بم پھٹ گیا ہے جس کی وجہ سے حالات کشیدہ ہوگئے ہیں، چونکہ ان ایام میں مبارکپور میں شیعہ، سنی فساد برپا تھا اور شیعہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر کچھ زیادہ ہی بدمعاشی پر آمادہ تھے اور یہ غلیظ حرکت بھی غالباً حالات کو مزید ابتر کرنے کے لئے شیعوں کی طرف سے کی گئی تھی، اس خبر کے آنے کے بعد جلسہ موقوف کر کے بیچ ہی میں مبارکپور کے علماء کو واپس جانا پڑا۔ بہرحال جلسہ موجودہ علماء کے خطابات کے ذریعہ اختتام پذیر ہوا اور یہ خادم بھی رات ہی میں دارالعلوم مہذب پور آ گیا۔

جلسہ جمشید پور ٹاٹا

جمشید پور ٹاٹا نگر کا ایک محلّہ ہے ذاکر نگر اس میں تعلیم القرآن کے نام سے ایک مدرسہ چلتا ہے جس میں حفظ اور ناظرہ کی تعلیم ہوتی تھی، اس مدرسہ کے ذمہ دار قاری معین الدین صاحب تھے، انہوں نے اپنے مدرسہ میں ۱۳؍ شعبان ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۰؍ نومبر جمعہ کے دن جلسہ کی تاریخ طے کی اور اس خادم کو اس میں مدعو کیا، وعدے کے مطابق یہ خادم دارالعلوم مہذب پور کا سالانہ امتحان ختم ہونے کے بعد بذریعہ کار بائی روڈ روانہ ہوا، مغل سرائے کے آگے کچھ دور پہونچنے کے بعد معلوم ہوا

کہ رات میں اس راستہ پر سفر ممکن نہیں ہے، جان اور مال دونوں غیر محفوظ ہیں، اس لئے گاڑی وہیں ایک ہوٹل پر کھڑی کر کے اور رفقاء سفر کو ہوٹل میں ٹھہرا کر یہ خادم بذریعہ ٹرین جمشید پور کے لئے روانہ ہوا اور جمعہ کے دن وقت سے پہلے الحمدللہ وہاں پہونچ گیا اور کل ہوکر گاڑی حسب ہدایت ڈرائیور رفقاء کو لے کر پٹنہ پھلواری شریف امارت شرعیہ پہونچ گیا، رات کے جلسے سے فارغ ہونے کے بعد یہ خادم وہاں سے روانہ ہوکر پٹنہ آیا اور پٹنہ سے بذریعہ کار مظفر پور پہونچا اور رات کا قیام مظفر پور میں حاجی منظور احمد صاحب کے مکان پر کیا۔

جلسہ سیتامڑھی بہار

کل ہوکر ۱۵ر شعبان مطابق ۱۲ر نومبر اتوار اور پیر دو روزہ جلسہ سیتامڑھی شہر میں واقع مدرسہ امدادیہ اشرفیہ راجوپٹی طیب نگر میں شرکت کرنی تھی، اس لئے کل ہوکر اتوار کے دن مظفر پور سے روانہ ہوکر سیتامڑھی پہونچا اور وہاں کے پروگرام میں شرکت کرنے کے بعد بائی روڈ کار کے ذریعہ وطن چمپارن کے لئے روانہ ہوگیا، چند روز غریب خانہ پر قیام کرنے کے بعد۔

سفر کاٹھمنڈو نیپال

۲۵ر شعبان ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۲ر نومبر بدھ کے دن بذریعہ فلائٹ چند رفقاء کے

ساتھ کاٹھمنڈو ایک پروگرام کے لئے روانگی ہوئی اور تین روز وہاں قیام رہا، مختلف احباب سے ملاقاتیں ہوئیں، مختلف مجلسوں میں علمی افادہ واستفادہ کا موقعہ ملا، تین روز قیام کے بعد ۲۸/شعبان مطابق ۲۵/نومبر کاٹھمنڈو سے بذریعہ فلائٹ واپسی ہوئی۔

سفر دہلی

اور ۲۹/ شعبان ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۶/ نومبر ۲۰۰۰ء وایا پٹنہ بذریعہ مگدھ ایکسپریس دہلی کے لئے روانگی ہوئی اور دہلی پہونچ کر یکم رمضان ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۸/ نومبر ۲۰۰۰ء منگل کے دن نو بجے رات میں حسب پروگرام دبئی کے لئے روانگی ہوگئی اور سولہ دن وہاں قیام کرنے کے بعد مختلف احباب سے ملاقات کر کے ۱۸/رمضان مطابق ۱۵/دسمبر جمعہ کے دن دہلی واپسی ہوئی اور چندروز دہلی میں قیام کرنے کے بعد ۲۲/رمضان مطابق ۱۹/دسمبر منگل کے دن پٹنہ کے لئے روانگی ہوئی اور وہاں سے بعافیت تمام وطن عزیز پہونچ گیا اور باقی ایام گھر پر گزار کر عید کی امامت وخطابت معمول کے مطابق گاؤں کی عیدگاہ میں کی اور عید کے بعد چندروز گھر پر قیام کرنے کے بعد دارالعلوم مہذب پور کے لئے واپسی ہوگئی اور آنے کے بعد داخلہ اور دیگر کاموں میں مصروف ہوگیا۔



۲۰۰۱ء کے اہم واقعات :

جیسا کہ اس سے پہلے یہ خادم لکھ چکا ہے کہ دارالعلوم کے احاطہ میں تعمیر مسجد کے لئے جو جگہ تھی وہ جگہ عبداللہ شیخ مرحوم ساکن مہذب پور کی تھی اوران کے تمام لڑکے کویت میں رہتے تھے، مسجد کے لئے زمین کی حصولیابی کی خاطر اس خادم نے باضابطہ کویت کا سفر بھی کیا، لیکن وہاں جانے کے بعد بھی مایوسی ہی ہاتھ لگی، واپس آنے کے کچھ عرصہ کے بعد اللہ نے اپنے گھر کی تعمیر کے لئے کچھ ایسی غیبی شکل پیدا کردی جس کا تفصیلی تذکرہ اس سے پہلے کر چکا ہوں کہ مسجد کی منتخب جگہ پر مسجد کی تعمیر کی اجازت حاصل ہوگئی۔

چنانچہ ۲۶ / جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۸ / ستمبر ۱۹۹۸ء جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد علاقائی علماء کی موجودگی میں توکلاً علی اللہ مسجد کی بنیاد رکھ دی گئی، لیکن وسائل کی کمی اور بے سروسامانی کی وجہ سے باوجود کوشش اور خواہش کے مسجد کا کام آگے نہیں بڑھ سکا، دوسال کی مدت میں بڑی بڑی مشکل سے اس کا کام صرف کرسی تک پہونچ پایا اوراس میں مٹی کی بھرائی کا کام ہوسکا۔

دوسال کے بعد اکتوبر ۲۰۰۰ء میں جب دستار بندی کا جلسہ ہوا اور دور وقریب کے احباب جلسہ میں آئے اورانہوں نے مسجد کی ضرورت کو دیکھا اور سمجھا تو سب سے پہلے جنہوں نے بغیر بتائے اس کے لئے پہل کی وہ جناب شعیب صاحب تھے جو چتارہ ضلع اعظم گڈھ کے رہنے والے تھے اورسعودیہ کے ایک علاقہ دواسر میں

مقیم تھے، انہوں نے اس کا تذکرہ اپنے کفیل سے کیا جونہایت صالح متقی صوم وصلوۃ کے پابند تبلیغی جماعت سے لگے ہوئے اور مرکز نظام الدین آنے جانے والوں میں سے تھے، اس کے بعد شعیب صاحب نے اس خادم سے بھی ان سے بات کروائی، خادم ان دنوں دبئی میں تھا، جب اس کی اطلاع ملی تو اس وقت العین میں قیام تھا۔ چنانچہ میں نے آدھ گھنٹہ فون پر ان سے تفصیلی بات کی اور مسجد سے متعلق ان کو پوری بات بتائی، عید کے بعد پچاس پچاس ہزار روپے کا چار چک موصول ہوا جو بذریعہ بینک کیش ہوکر دارالعلوم کے اکاؤنٹ میں جمع ہوگیا۔

اس رقم کے ملنے کے بعد ہمت وحوصلہ میں اضافہ ہوا اور دارالعلوم کی مسجد کی تعمیر کا کام شروع کردیا، اسی درمیان سیہی پور ضلع اعظم گڈھ کے حاجی ایوب صاحب مرحوم کے صاحبزادے خورشید احمد صاحب جن کی کپڑے کی دکان سرائے میر سبزی منڈی میں تھی اور ہے ان کی دکان پر ان سے ملاقات ہوئی، دوران گفتگو انہوں نے سوال کیا کہ مفتی صاحب آپ کے مدرسہ کی مسجد کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ ابھی تک تو بے سروسامانی کی وجہ سے کرسی تک کام پہونچ کر اٹکا ہوا ہے، لیکن ایک صاحب نے اس کی تعمیر کے لئے کچھ تعاون کیا ہے، اس لئے کام شروع کروادیا ہے، کجیاری کے مستری کام کررہے ہیں، میری پوری بات سننے کے بعد انہوں نے کہا کہ حاجی جاوید احمد صاحب جوکھنڈواری کے رہنے والے ہیں اور میری ہی گلی میں آ گے ان کی کپڑے کی دکان ہے، میرے ان کے اچھے تعلقات ہیں، ان کے والد صاحب کا جلدی ہی انتقال ہوا ہے، ان کا ارادہ ان کے ایصال ثواب کے لئے کسی جگہ مسجد کی تعمیر کا ہے، میں نے کہا کہ اس سے اچھی کیا بات ہوگی اگر آپ کے توسط سے وہ تیار

ہوجائیں تو انشاءاللہ دارالعلوم کی مسجد مکمل ہوجائے گی، اس لئے کہ مسجد کی تعمیر کے لئے ابھی جو پیسہ ہے اس سے اس کی دیوار بھی مکمل نہیں ہوسکتی، چونکہ مسجد بہت لمبی چوڑی ہے اس لئے اس میں خطیر رقم کی ضرورت ہے۔

اس گفتگو کے بعد ہم دونوں آدمی اٹھے اور حاجی جاوید صاحب کی دکان پر گئے، خورشید صاحب نے پوری بات ان کو بتائی، انہوں نے سن کر فوراً کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ یہ کہا کہ پہلے میں جگہ دیکھ لوں اس کے بعد بتاؤں گا۔

چنانچہ چندروز کے بعد ناہموار راستہ سے گزر کر بمشکل تمام اپنی گاڑی سے دار العلوم آئے اور مسجد کے ساتھ مدرسہ کو دیکھا اس کے بعد واپس ہوگئے۔

اس کے چندروز کے بعد خورشید صاحب کو ساتھ لے کر پھر یہ خادم ان کے پاس پہونچا تو انہوں نے یہ کہا کہ مفتی صاحب مسجد کی دیوار تو آپ کھڑی کردیں اس کی چھت میں لگادوں گا، میں نے اس کے جواب میں کہا کہ میرے پاس اتنی وسعت نہیں ہے کہ میں مسجد کی دیوار چھت تک جس کی اونچائی ۲۱ر اکیس فٹ ہوگی اس کو مکمل کراسکوں، اگر پوری چھت کا خرچ آپ اپنے ذمہ لے رہے ہیں تو دیوار کی تکمیل میں بھی آپ کو مدد کرنی ہوگی، اس کے بعد انہوں نے یہ وعدہ کیا کہ ٹھیک ہے، انشاءاللہ دیوار کی تکمیل میں بھی میں مدد کروں گا۔ چنانچہ ان سے جتنا ہوسکا انہوں نے دیوار کی تکمیل میں مدد کی اور اپنے قریبی دوستوں سے بھی کچھ تعاون کروایا۔

جب یہ بات مکمل ہوگئی تو اس کے بعد اس خادم نے اس کی تعمیر میں جناب خورشید احمد صاحب کو اپنے ساتھ خصوصی معاون اور مشیر کی حیثیت سے رکھ لیا۔ چنانچہ انہوں نے مسجد کی تعمیر میں بھرپور تعاون کیا اور روزانہ آتے جاتے کام کی نگرانی کرتے

رہے اور مستری کو مشورہ دیتے رہے، انہی کے مشورہ سے کجیاری کے مستری جو کام کر رہے تھے ان کو ہٹا کر ماسٹر علیم صاحب کے مشورے سے یسین مستری جو دیوگاؤں علاقہ کے تھے اور مسجد کے کام میں اچھی مہارت رکھتے بلا کر مسجد کی تعمیر کی نگرانی ان کے سپرد کر دی گئی۔ چنانچہ انہوں نے کام کی بھرپور نگرانی رکھی اور جس انداز کی مسجد چاہئے تھی الحمدللہ انہوں نے بحسن وخوبی اس کو انجام دیا۔ شوال ۱۴۲۱ھ مطابق جنوری ۲۰۰۱ء سے مسجد کی تعمیر کا کام باضابطہ شروع ہوا اور تسلسل کے ساتھ چلتا رہا، تعمیر کے دوران گاہ بگاہ حاجی جاوید صاحب کھنڈواری بھی مسجد کے معائنہ کے لئے آتے رہے، مسجد کی دیوار کو چھت تک پہونچانے میں کئی مہینے لگے اور اس درمیان کئی فتنوں نے جنم لیا اور سر اٹھایا لیکن بفضلہ تعالیٰ ہر فتنے کی بروقت سرکوبی ہوتی رہی اور کام بالتدریج مسجد کا بڑھتا گیا تا آنکہ چند مہینے میں مسجد کی دیوار چھت تک پہونچ گئی۔

دوران تعمیر ایک فتنہ یہ پیدا ہوا کہ جب سرائے میر کے لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ حاجی جاوید صاحب کھنڈواری دارالعلوم مہذب پور کی مسجد میں دلچسپی لے رہے ہیں تو ان کے پیٹ میں مروڑ شروع ہوا اور کام کو آدھے ادھورے پر رکوانے کی فکر میں لگ گئے۔ چنانچہ ۱۱ر ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ مطابق ۶ر فروری ۲۰۰۱ء منگل کے دن حاجی جاوید صاحب کے حکم پر مفتی اشفاق احمد صاحب اعظمی اعظم گڈھ شہر کے مشہور انجینئر کو لے کر آئے اور انہوں نے مسجد کا معائنہ کیا، اس وقت تقریباً ایک تہائی دیوار مکمل ہو چکی تھی اور معائنہ کے بعد یہ حکم صادر فرمایا کہ یہ مسجد مکمل نہیں ہو پائے گی، اس پر چھت ڈالنے کے بعد اس کی چھت گر جائے گی، چونکہ کرسی کی بیم کے ساتھ ایک دوسرے پائے کو بیم سے زمین پر جوڑا نہیں گیا ہے جس کو ٹائی بیم کہا جاتا ہے اس کا نتیجہ

یہ نکلے گا کہ چھت لگنے کے بعد اس کی دیوار منہدم ہوجائے گی اور چھت زمین پر بیٹھ جائے گی۔ چنانچہ یہ رپورٹ انہوں نے حاجی جاوید صاحب کو بھی جا کر دے دی، حاجی جاوید صاحب نے ان کی رپورٹ پر یقین کر کے یہ حکم صادر کر دیا کہ مسجد کی جتنی دیوار جوڑی جا چکی ہے اس کو ہٹائی جائے اور ایک پیلر کو دوسرے پیلر سے جوڑ کر ٹائی بیم بنائی جائے، تب اس کے بعد دوبارہ کام شروع کیا جائے، اس کے بعد پریشانی میں اضافہ ہوگیا، چونکہ نہ اتنا بجٹ تھا اور نہ جو پیسے خرچ ہو چکے تھے اس کی تلافی کی کوئی شکل تھی۔

اسی پریشانی کے دوران اعظم گڈھ کے ہمارے ایک پرانے دوست نسیم بھائی ہنڈا ایجنسی والے ان سے بات ہوئی تو انہوں نے بتلایا کہ شہر میں ایک بلڈر ہیں اشتیاق احمد صاحب جو تبلیغی جماعت سے بھی جڑے ہوئے ہیں اور آپ سے بھی واقف ہیں، جب آپ ان کو دیکھیں گے تو پہچان جائیں گے، ان کو بلا کر مسجد دکھا دیں اور ان سے مشورہ کر لیں انشاء اللہ وہ بہتر مشورہ دیں گے۔

چنانچہ اس خادم نے اشتیاق بھائی سے رابطہ کیا، ان کو بلایا وہ آئے، انہوں نے پوری مسجد کا معائنہ کیا، اس کے بعد وہ گورکھپور کے ایک بہت بڑے انجینئر کو چند روز کے بعد لے کر آئے، انہوں نے بھی دیکھا، دیکھنے کے بعد یہ طے پایا کہ اس میں ٹائی بیم کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اس پر لگنے والی چھت انشاء اللہ کہیں نہیں جائے گی، آپ کام کو آگے بڑھائیں۔ چنانچہ ان حضرات کی رائے سے حاجی جاوید صاحب کو واقف کرایا گیا اور کام جو موقوف ہوگیا تھا وہ پھر سے شروع ہوگیا۔ اس طرح یہ فتنہ دفع ہوگیا اور کام آگے بڑھ گیا۔

اس کے بعد دوسرا فتنہ بعض لوگوں نے یہ پیدا کیا کہ جس جگہ مسجد کی تعمیر ہورہی ہے، مسجد سے پچھّم والی دیوار چکروڈ میں پڑ رہی ہے جو چکروڈ کسی زمانہ میں اسی راستہ سے گزر کر آگے جاکر ختم ہوگیا ہے، ان سے یہ کہا گیا کہ چکروڈ سے پہلے عیدگاہ بنی ہے اور عیدگاہ کا غربی حصہ مکمل چکروڈ میں ہے، آپ لوگ عیدگاہ کو توڑ کر پہلے چکروڈ کی زمین خالی کریں اس کے بعد مسجد کے بارے میں بھی سوچا جائے گا، نیز دوسری بات یہ ہے کہ اس کی بنیاد ۱۹۹۸ء میں رکھی گئی، دوسال کے بعد ۲۰۰۱ء میں جب اس کی دیوار مکمل ہوگئی تب آپ لوگوں کو ہوش آیا کہ مسجد کا محراب اور غربی دیوار کا کچھ حصہ چکروڈ میں جارہا ہے، دوسال پہلے آپ نے کیوں نہیں بتایا، اسی وقت اس کی بنیاد چکروڈ چھوڑ کر رکھی گئی ہوتی، یہ فتنہ پیدا کرنے والوں کا بھی حاصل یہی تھا کہ مسجد مکمل نہ ہونے پائے بلکہ ادھوری رہ جائے، اس جواب کے بعد یہ فتنہ پیدا کرنے والے بھی خاموش ہوگئے اور کام آگے بڑھ گیا۔

تیسرا فتنہ یہ پیدا کیا گیا کہ مسجد کی دکھن والی دیوار کے جنگلے کے جھانپے میں عیدگاہ کی گنبد کا کچھ حصہ چھپ گیا، اس کے بارے میں بعض شرپسندوں نے سرائے میر کے مفتی اعظم کے فتوے کے سہارے اس پر بھی خوب فتنہ پیدا کیا اور چاہا کہ مسجد کا کام رک جائے اور باضابطہ حاجی جاوید صاحب کو بھی اس کے لئے ورغلایا گیا، اس کے جواب میں اس خادم نے اس علاقہ کے مدارس کے مفتیان کرام کی ایک ٹیم بلائی جس میں مدرسۃ الاصلاح سے مفتی محمد شعیب صاحب قاسمی بیت العلوم سرائے میر سے مفتی عبدالقدوس صاحب، جامعہ شرعیہ فیض العلوم شیرواں سے مفتی لئیق احمد صاحب مدرسہ دینیہ اشاعت العلوم کوٹلہ سے مفتی محمد طاہر صاحب تشریف لائے اور اپنی

آنکھوں سے مسجد کی دیوار اور اس کا جنگلہ اور عیدگاہ کی گنبد کا اوپر والا گول حصہ جو جنگلہ کے سائباں میں چھپ گیا تھا اس کا معائنہ کیا اور معائنہ کرنے کے بعد ان سارے حضرات نے مشترکہ ایک تحریر لکھی جس میں یہ لکھا کہ مسجد کی تعمیر جائز اور درست ہے اور عیدگاہ کے مینار کے بالائی حصہ کے مسجد کے سائباں میں چھپنے سے کوئی قباحت وحرج نہیں ہے، مسجد کی تعمیر جاری رکھی جائے اور جس نے بھی اس کے نادرست ہونے کا فتوی دیا ہے وہ غلط ہے، اس فتوے کو اس خادم نے عام کیا تب اس فتنے کی سرکوبی ہوئی اور اس طرح یہ تیسرا فتنہ دفع ہوا اور حاجی جاوید احمد صاحب کھنڈواری والے کو بھی اطمینان ہوگیا۔

بہرحال ان سارے فتنوں اور شرانگیزیوں کے باوجود مسجد کی دیوار اپریل کے اخیر میں مکمل ہوگئی اور ۹؍صفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۴؍مئی ۲۰۰۱ء جمعہ کے دن یہ خادم وایا دہلی حسب پروگرام کویت کے لئے روانہ ہوگیا اور مسجد کے باقی کام کی نگرانی جناب خورشید احمد صاحب کے سپرد مکمل طور پر کردیا۔

کویت سے مسلسل جناب خورشید صاحب کے رابطہ میں رہا اور جب دیوار کا کام مکمل ہوگیا تو میں نے فون پر ان سے کہا کہ اب تو دیوار چھت تک مکمل ہوچکی ہے، حاجی جاوید صاحب نے چھت ڈلوانے کا وعدہ کیا تھا، لہٰذا چھت کے سلاپ کا کام شروع کروادیں، اس کے جواب میں خورشید صاحب ہمیشہ یہ کہتے رہے کہ ارے گھبرایئے مت انہوں نے چھت کا وعدہ کیا ہے تو وہ پورا کریں گے، کویت سے اس خادم کا سفر لندن کا تھا اور لندن سے جولائی کے اخیر میں واپسی تھی، لندن جانے سے پہلے کویت سے اور لندن سے بھی خورشید صاحب کو یہ کہتا رہا کہ کم از کم مسجد کی چھت

کے لئے سریا اور گٹی اور بالو گروالیں تا کہ اسٹاک اپنے پاس موجود رہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں ان کی نیت تبدیل ہو جائے اور پھر دقت ہو، لیکن ہر مرتبہ خورشید صاحب پورے یقین اور وثوق کے ساتھ اطمینان دلاتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ انہوں نے چھت کا وعدہ کیا ہے تو ضرور پورا کریں گے، آپ گھبرائیے نہیں، جون جولائی برسات کا موسم ہے، سامان گرانے سے سامان خراب ہوگا، آپ سفر سے واپس آجائیں اس کے بعد اکٹھے ہی سارا کام مکمل ہو جائے گا۔

۲۴ رجولائی ۲۰۰۱ء کو جب یہ خادم لندن کے سفر سے واپس آیا تو چند روز کے بعد حاجی جاوید صاحب سے ملاقات کی اور دارالعلوم کی مسجد کی چھت کا تذکرہ کیا کہ اب میں سفر سے واپس آ گیا ہوں، لہٰذا اس کی چھت کی تیاری شروع کر دی جائے تا کہ ایک دو مہینے میں اس کی چھت لگ جائے اور رمضان میں وہ نماز کے لائق مسجد بن جائے، اس کے جواب میں انہوں نے بلا تکلف دونوں ہاتھ اونچا کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ اس وقت میں نے مسجد کی چھت کا وعدہ کیا تھا، لیکن اب میرے حالات ایسے نہیں ہیں، اس لئے میں مسجد کی چھت لگانے سے معذرت خواہ ہوں، اب آپ اپنی مسجد کی چھت کے لئے انتظام کر لیں۔

حاجی جاوید صاحب کا یہ جواب سن کر ہم دونوں ہکا بکا رہ گئے اور ایک دوسرے کا منھ دیکھنے لگے اور تھوڑی دیر میں بہت ہی مایوسی کے ساتھ ان کی دوکان سے اٹھ کر خورشید صاحب کی دوکان پر آ گئے اور کافی دیر تک ان کے اس جواب پر ہم دونوں ماتم کرتے رہے، لیکن ان کے صاف انکار کے بعد ان سے گفتگو کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ گئی تھی، اس کے بعد اس خادم نے خورشید صاحب سے عرض کیا کہ خورشید

بھائی کویت اورلندن سے اسی لئے بار بار میں آپ سے کہتا رہا کہ سیمنٹ کے علاوہ باقی مٹیریل اپنے قابو میں کر لیجئے یعنی مدرسہ میں گرا لیجئے، اس لئے کہ مجھ کو بار بار یہ شبہ ہورہا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ موقعہ پر ہاتھ کھڑا کردیں۔ چنانچہ وہی ہوا خورشید صاحب بھی کہنے لگے کہ مجھے بھی اس کی ذرہ برابر بھی امید نہیں تھی کہ وہ اس طرح انکار کر بیٹھیں گے۔ بہرحال ان کے انکار کے بعد اب اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ مسجد کی چھت کا انتظام یہ خادم خود کرے۔

چنانچہ ان کے انکار کے بعد اس کے انتظام میں لگ گیا اور یہ طے کرلیا کہ چاہے مجھے قرض لے کر چھت لگانی پڑے، لیکن رمضان سے پہلے اس کی چھت میں لگوا دوں گا۔ چنانچہ دوستوں سے رابطہ کر کے قرض کا انتظام کیا اور حاجی اشتیاق صاحب بلڈر کے حوالہ مسجد کی پوری چھت کی ڈھلائی کا پورا کام سپرد کردیا۔ چنانچہ انہوں نے بہت شوق سے لیبر مستری لے کر کام شروع کردیا اور ۴؍شعبان ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۲؍اکتوبر ۲۰۰۱ء دوشنبہ کے دن مسجد کی چھت کا کام مشینوں کے ذریعہ تمام طلباء اساتذہ کی موجودگی میں الحمدللہ بعافیت تمام مکمل ہوگیا اور اس طرح مسجد الحمدللہ ثم الحمدللہ مسقّف ہوگئی اور رمضان کے مہینے میں اندر کے حصے سے کڑیا اور بلی نکال کر مٹی برابر کر کے اس کو نماز کے لائق بنادیا گیا۔ فللہ الحمد والشکر۔

کنورندی پر پل کی تعمیر

سنجر پور سے مہذب پور آنے کے لئے بیچ میں کنورندی حائل تھی جس پر پل

نہیں تھا، گاؤں کے کچھ لوگ بانس اور بلی کا چہ اس پر بنا کر بمشکل تمام اس ندی کو عبور کرتے تھے، ۱۹۹۳ء کے اواخر میں جب یہ خادم یہاں پہونچا تو بہت مشکلات سے گزرنا پڑا، خاص طور پر برسات کے موسم میں طلباء اور اساتذہ کے مطبخ کا سامان سنجر پور سے منگانا مشکل ترین کام تھا، معلوم ہوا کہ اس علاقہ کے لوگ بچپن سے بوڑھے ہوگئے یہ سنتے سنتے کہ اس ندی پر پل بنے گا، لیکن پل دیکھے بغیر وہ دنیا سے رخصت ہوگئے۔

اس خادم کو آئے ہوئے ابھی چند مہینے گزرے تھے کہ ایک روز غلام انبیاء جو مہذب پور کھنہٹہ کے پردھان تھے وہ آئے اور انہوں نے کہا کہ مفتی صاحب! اعظم گڈھ چلنا ہے، آج شام کو ملائم سنگھ کی پارٹی کے اقلیت کے فلاح و بہبود کے منتری احمد حسین صاحب جو جلالپور ضلع فیض آباد کے رہنے والے ہیں ان کی آج اعظم گڈھ میں آمد ہے، کنور ندی کے پل کے بارے میں ان سے بات کرنی ہے، اس خادم نے مدرسہ کا لیٹر پیڈ لیا بیگ میں رکھا اور جیپ پر بیٹھ کر ان کے ساتھ اعظم گڈھ پہونچ گیا۔ اعظم گڈھ شہر میں کچہری کے پاس جس گیسٹ ہاؤس میں ان کی آمد تھی اس کے کھلے صحن میں گھاس پر بیٹھ کر پل کے لئے اپنے قلم سے درخواست لکھی اور انتظار میں رفقاء کے ساتھ وہیں بیٹھ گیا، اتنے میں مغرب کا وقت ہوگیا، جماعت کے ساتھ ہم لوگوں نے اسی گھاس پر مغرب کی نماز ادا کی، نماز کے دوران احمد حسین صاحب کی گاڑی آگئی اور وہ گیسٹ ہاؤس میں جا کر بیٹھ گئے۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد اجازت لے کر اپنی وردی میں ہاتھ میں درخواست لے کر رفقاء کے ساتھ ان کی ملاقات کے لئے اندر حاضر ہوا، دیکھ کر کرسی چھوڑ کر وہ کھڑے ہوگئے اور بہت عزت واحترام کے ساتھ ملاقات کی، پل کے سلسلہ میں جو

کچھ کہنا تھا زبانی ان سے کہا اور لکھی ہوئی درخواست ان کے سپرد کیا، درخواست دونوں ہاتھ سے انہوں نے لے کر اپنے پاس محفوظ کرلیا اور زبانی یہ کہہ کر اس خادم کو مطمئن کیا کہ اس کے لئے جتنی کوشش ممکن ہے میں ضرور کروں گا اور لکھنؤ پہونچتے ہی اس درخواست کو میں آگے پہونچا دوں گا، اس کے بعد انہوں نے لکھنؤ رہائش گاہ کا اپنا پورا پتہ مجھ کو نوٹ کروایا اور فون نمبر دیا اور کہا کہ لکھنؤ جب بھی آنا ہو اور کوئی بھی کام ہو تو میں خدمت کے لئے حاضر ہوں، ضرور ملاقات کیجئے گا، اس کے بعد ہم لوگ واپس آ گئے۔

ایک مہینہ کے بعد اچانک لکھنؤ سے ہیلی کاپٹر سیہی پور کے میدان میں آ کر اترا اور وہاں سے چند افسران کنورندی کے پاس آئے اس کا معائنہ کیا اور واپس ہو گئے، یہ شعبان کی بات تھی، رمضان کے بعد ۱۹۹۴ء میں پل کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا اور الحمد للہ چند مہینے میں پل تعمیر ہو کر مکمل ہو گیا اور لوگوں کو آنے جانے کی سہولت فراہم ہو گئی۔

یہ صرف اور صرف کرامت تھی اس خادم کی اس ملاقات کی جو اعظم گڈھ میں احمد حسین صاحب سے کی گئی تھی اور یہ برکت تھی دار العلوم مہذب پور کے طلباء واساتذہ کی جو کئی مہینے تک مشکلات سے گزر چکے تھے۔

لیکن اس پل کی تعمیر کے بعد لوگوں نے یہ تو ضرور کہنا شروع کیا کہ یہ پل معجزاتی طور پر بن گیا، لیکن جن کی کرامت کا اس کی تعمیر میں دخل تھا اس دیار کے لوگوں میں سے کسی کو بھی اس کی توفیق نہیں ہوئی کہ دار العلوم مہذب پور کے طلباء اور اساتذہ اور صاحب کرامت کا وہ شکریہ ادا کرسکیں۔

لیکن یہ ایک عظیم کام تھا جس کا ذریعہ اللہ نے اس خادم کو بنایا اور احمد حسین صاحب کی دلچسپی نے اس کام کو انجام تک پہونچایا۔

اس کا ایک بین ثبوت یہ بھی تھا کہ اسی سال رمضان سے جب تک ملائم سنگھ کی سرکار رہی ہر سال اس خادم کے نام دار العلوم کے پتہ پر افطار پارٹی کا سرکاری دعوت نامہ آتا رہا جس سے پتہ چلا کہ احمد حسین صاحب نے سرکاری رجسٹر میں یوپی کے اہم علماء کی فہرست میں اس خادم کا بھی نام درج کروادیا تھا، یہ دوسری بات ہے کہ یہ خادم کبھی اس پروگرام میں شریک نہیں ہوا اور نہ یہ موقعہ تھا کہ احمد حسین صاحب کے ذریعہ سرکاری دیگر منافع بھی حاصل کئے جاسکتے تھے، لیکن اس خادم نے اپنے بزرگوں کے طریقہ کے خلاف اس کو سمجھا اس لئے تعلقات کو اسی حد تک محدود کردیا۔

طریقت کی حقیقت مہذب پور کے راستے کی اصلاح وتعمیر کی حقیقت

ماقبل کے صفحات میں یہ بات تفصیل کے ساتھ آچکی ہے کہ کنور ندی کا پل کیسے تعمیر ہوا اور اس کی تعمیر کی حقیقت پر سے پردہ اٹھایا جاچکا ہے جس کی تعمیر کو لوگ معجزہ قرار دیتے ہیں وہ کس کی کرامت ہے۔

اب سنجر پور سے دار العلوم چوک تک راستے کی ناہمواری کو اس خادم نے ۲۰۰۰ء میں جلسہ دستار بندی کے موقعہ پر تین روز تک مسلسل ٹریکٹر سے ہزاروں روپئے کی مٹی گرواکر اس ناہموار راستہ کی ہمواری کا عظیم کام انجام دیا، اس کی تفصیلات بھی ماضی کے اوراق میں لکھ چکا ہوں۔

۲۰۰۱ء مطابق ۱۴۲۱ھ میں جب مسجد احباب کی تعمیر کا کام شروع کیا اور اس

کی تعمیر کے دوران حاجی جاوید احمد صاحب کھنڈواری مسجد کی تعمیر کو دیکھنے کے لئے اپنی گاڑی سے کئی مرتبہ آئے گئے راستہ کی ناہمواری کو دیکھ کر ان کو بہت افسوس ہوا اور تکلیف بھی ہوئی، جب انہوں نے کئی مرتبہ راستہ کی ناہمواری کا تذکرہ کیا تو اس خادم نے موقعہ غنیمت سمجھ کر ان سے کہا کہ حاجی صاحب اس راستہ میں سب سے اہم رکاوٹ سنجرپور کے ڈاکٹر احسان صاحب ہیں، ان سے اجتماعی وانفرادی طور میں کئی مرتبہ مل چکا ہوں، لیکن وہ کسی قیمت پر راستہ دینے کو تیار نہیں ہیں۔اور اس سلسلہ میں ان کی اصل جنگ کھٹہنہ والوں سے ہے جو مقدمہ کی شکل میں ہائی کورٹ میں چل رہی ہے، صورتحال سے حاجی صاحب کو واقف کرانے کے بعد میں نے کہا کہ اگر آپ کوئی ٹیم ڈاکٹر احسان صاحب سے بات کرنے کے لئے تیار کر سکتے ہوں تو تیار کر کے ان سے بات کرائیں، اس خادم کی درخواست ان کی سمجھ میں آ گئی اور ایک ٹیم انہوں نے تشکیل دی جس کے اہم رکن سنجرپور کے جناب کلیم صاحب تھے جو اس وقت مہا پردھان بھی تھے، چنانچہ تشکیل شدہ ٹیم نے ان سے ملاقات کر کے بات کرنی شروع کی اور یہ ٹیم مسلسل ان کے رابطے میں رہی۔

ادھر اتفاق سے مئی کے مہینہ میں اس خادم کا سفر کویت کا ہو گیا اور کویت ہی سے لندن کا سفر تھا، کویت میں قیام کے دوران جناب خورشید احمد صاحب ساکن سیہی پور سے ایک روز بات ہوئی تو انہوں نے یہ خوشخبری سنائی کہ ڈاکٹر احسان صاحب الحمدللہ راستہ دینے کو تیار ہو گئے ہیں، لیکن ان کا کہنا ہے کہ اس کے مقدمہ میں میرا ۶۰۰۰۰ ساٹھ ہزار روپیہ خرچ ہو چکا ہے، وہ ساٹھ ہزار روپیہ لوگ میرا واپس کر دیں تب میں

راستہ کی اجازت دے دوں گا۔

جب جناب خورشید صاحب نے یہ خبر سنائی تو اس خادم کو بے پناہ خوشی ہوئی، اس کے بعد میں ان سے کہا کہ مہذب پور کھٹہنہ مصطفیٰ آباد اور کجیاری والوں کا یہ اصل راستہ ہے اور ہم سے زیادہ ضرورت ان چار گاؤں والوں کو ہے، ان چاروں گاؤں والوں سے کہئے کہ پندرہ پندرہ ہزار روپیہ اپنے اپنے گاؤں والوں سے چندہ کرکے وہ ادا کردیں تا کہ ڈاکٹر احسان صاحب کی شرط پوری ہو جائے اور راستہ کلیر ہو جائے۔

لیکن چاروں گاؤں والوں کو اطلاع کرنے کے باوجود اس کام کے لئے ایک پیسہ بھی کسی نے نہیں نکالا جب اس خادم کو یہ معلوم ہوا کہ یہ چاروں گاؤں والے کچھ دینا نہیں چاہتے، تب اس خادم نے یہ سوچ کر کہ یہ غنیمت موقعہ اگر ہاتھ سے نکل گیا تو پتہ نہیں مل سکے گا یا نہیں۔

لہٰذا کویت ہی سے ہندوستان کے بعض دوستوں سے فون کرکے ساٹھ ہزار روپیہ قرض لیا اور جناب خورشید احمد صاحب ساکن سیہی پور کے ہاتھ میں وہ رقم بھجوایا انہوں نے وہ رقم حاجی جاوید احمد صاحب کھنڈواری کو لے جا کر دیا، حاجی جاوید احمد صاحب نے جناب کلیم احمد صاحب، مہاپردھان کے ذریعہ میری دی ہوئی رقم ڈاکٹر احسان تک پہونچوایا، اس کے بعد انہوں نے اپنے وعدہ کے مطابق راستہ کی بندش کھول دی اور اس پر کام کرنے کی اجازت دے دی۔

اس کے بعد جناب کلیم احمد صاحب مہاپردھان ساکن سنجر پور نے اپنے خصوصی ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے اپنے فنڈ سے سنجر پور سے کنورندی کے پل تک اینٹ کا

کھڑنجہ بچھوا دیا اور جناب مولانا مسعود احمد صاحب ساکن منگراواں ایم ایل سی نے اپنے خصوصی فنڈ سے کنورندی کے پل سے دارالعلوم چوک تک ڈامر والی سڑک بنوادی۔

یہ وہ حقیقت ہے سنجر پور سے لے کر دارالعلوم چوک تک کے راستہ کی جس کے اظہار حقیقت سے ان چاروں گاؤں کے لوگوں کی زبانیں گنگ ہوجاتی ہیں۔

مختلف اسفار

۶ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ مطابق یکم اپریل ۲۰۰۱ء اتوار کے دن وایا بنارس بذریعہ کاشی ایکسپریس دہلی کے لئے روانہ ہوا اور کل ہوکر ۲؍اپریل دوشنبہ کے دن صبح سات بجے دہلی پہونچ گیا، اس کے بعد لندن امبیسی جاکر لندن کے لئے ویزہ کی اپلائی کیا اور اسی دن شام کو ویزا مل گیا، اس کے بعد دیگر ضروریات کے تحت چند روز دہلی میں قیام رہا اور ۱۲ر محرم مطابق ۷؍اپریل سنیچر کے دن بذریعہ سریومنا ایکسپریس دہلی سے روانہ ہوکر ۸؍اپریل اتوار کے دن دارالعلوم مہذب پور پہونچ گیا۔

جلسہ مہراج گنج

مفتی محمد حمزہ صاحب جو مولانا محمد عمر صاحب کے برادر خورد ہیں اور مدرسہ ریاض العلوم گورینی میں میزان سے دورہ حدیث تک کی تعلیم حاصل کی جس کا تذکرہ حیات حبیب الامت جلد دوم میں بھی آچکا ہے، ان کے اصرار اور خواہش پر ضلع مہراج گنج

ساکن عدت پور کے مدرسہ مطلع العلوم کے جلسے میں ۱۷؍محرم الحرام ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۲؍اپریل ۲۰۰۱ء جمعرات کے دن بذریعہ امبیسیڈر کار مہذب پور سے وہاں کا سفر ہوا۔

سفر ملیح آباد کٹولی لکھنؤ

رات میں جلسہ سے فارغ ہونے کے بعد کل ہوکر ۱۸؍محرم مطابق ۱۳؍اپریل جمعہ کے دن کٹولی ملیح آباد لکھنؤ کے لئے بذریعہ کار روانگی ہوئی، چونکہ جامعہ سید احمد شہید میں چار روزہ فقہی سمینار تھا، کٹولی ملیح آباد لکھنؤ کی تاریخی جگہ ہے، جہاں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے انگریزوں کے خلاف تحریک آزادی کو مربوط ومنظم وفعال بنایا تھا، اسی جگہ پر حضرت مولانا سید سلمان الحسینی دامت برکاتہم نے حضرت سید احمد شہید کے نام پر جامعہ سید احمد شہید ایک بڑا ادارہ قائم کیا، ان کی دعوت پر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا چہار روزہ فقہی سمینار کا انعقاد وہاں ہوا جو ۱۳؍اپریل سے ۱۶؍اپریل چار دن تک چلا، اس سمینار میں ہندو بیرون ہند کے اکابر علماء ومفتیان کرام واہل علم وفضل واصحاب نسبت نے شرکت کی، اہم مسائل پر تین روز تک مسلسل مذاکرہ چلتا رہا، آخری نشست میں حسب پروگرام اتفاق رائے سے تجاویز منظور ہوئیں اور ۱۶؍اپریل دوشنبہ کے دن سمینار اپنے اختتام کو پہونچ گیا۔

سفر ہردوئی

کٹولی پہونچنے کے بعد معلوم ہوا کہ ہردوئی یہاں سے بہت قریب ہے قرب

مکانی کی خبر سن کر حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا، چنانچہ دستور کے مطابق ایک روز پہلے حضرت مولانا ہردوئی دامت برکاتہم سے بذریعہ فون حاضری کی اجازت حاصل کی، حضرت نے بہت بشاشت کے ساتھ حاضری کی اجازت مرحمت فرمادی۔ چنانچہ ۲۱/محرم ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۶/اپریل ۲۰۰۱ء دوشنبہ کے دن بذریعہ کار حاجی نذیر اطہر صاحب برہانپوری کی رفاقت میں کٹولی سے ہردوئی کا سفر شروع کیا، راستہ میں کئی مرتبہ حضرت مولانا ہردوئی نے فون کر کے سفر کی خیریت بھی دریافت فرمائی اور اراءۃ طریق بھی فرمایا، خانقاہ میں جب گاڑی پہونچی تو حضرت کے حکم کے مطابق خدام فوراً گاڑی پر پہونچے اور یہ بتلایا کہ حضرت کا حکم ہے کہ مہمانوں کو پہلے ضروریات سے فارغ کرادیں، اس کے بعد کھانا کھلادیں اس کے بعد ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر میرے پاس ملاقات کے لئے لے آئیں۔

چنانچہ حضرت کے حکم کے مطابق تینوں کام سے فارغ ہونے کے بعد ہم لوگوں کو خادم حضرت کی قیام گاہ میں لے کر گئے۔ حضرت اپنی چارپائی پر تشریف فرما تھے، ہم لوگوں نے حضرت سے سلام ومصافحہ کیا اور چارپائی کے نیچے بیٹھ گئے۔

حضرت مولانا ہردوئی کی ملاقات وارشادات واجازت

تقریباً نصف گھنٹہ حضرت کے پاس بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی، اس درمیان حضرت کے ملفوظات وارشادات سے بھی فیضیاب ہونے کا خوب موقعہ ملا، اخیر میں اس خادم نے مدرسہ ریاض العلوم گورینی کے بعض معاندین وحاسدین کی

افترا پردازی اور قطع و برید کا تذکرہ حضرت سے کیا پوری بات سننے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ آپ جو کام کررہے ہیں وہ کرتے رہیں اور اگر کوئی اعتراض کرے یا کچھ کہے تو آپ کہہ دیں کہ مجھ کو ابرار الحق نے اس کی اجازت دی ہے، حضرت کے اس ارشاد کے گواہ حاجی نذیر اطہر صاحب برہانپوری بھی ہیں جو آج بھی زندہ ہیں اور ان کے علاوہ ایک صاحب اور بھی جو وہاں موجود تھے جنہوں نے حضرت کا یہ ارشاد سنا، اس کے بعد ہم لوگ حضرت سے الوداعی سلام و مصافحہ کر کے رخصت ہو گئے اور اسی دن رات میں ڈھائی بجے مہذب پور پہونچ گئے۔

جلسہ مئو ناتھ بھنجن

مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب شہر مئو کے مقبول علماء میں تھے، شہر کے عوام و خواص میں ان کی کافی مقبولیت تھی، نیکی اور ملنساری تقوی وطہارت اور علم وفضل میں اہل مئو میں کافی معروف تھے، ہر طبقہ کے لوگ ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، مدرسہ مفتاح العلوم کے اہم مدرسین میں ان کا شمار ہوتا تھا، جامع مسجد اور عیدگاہ کے امام وخطیب بھی تھے، جمعیت علماء ہند سے خصوصی لگاؤ تھا، اس لئے اس کے وہ ذمہ داروں میں بھی تھے، اس خادم سے بہت محبت رکھتے تھے، اور گاہ بگاہ مئو کے پروگراموں میں بھی مدعو کیا کرتے تھے۔

چنانچہ یکم صفر ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۶/اپریل ۲۰۰۱ء مئو شہر کے مدنپورہ علاقہ میں ایک بڑا پروگرام ہوا جس کے داعی حاجی انوار احمد صاحب تھے، مولانا محفوظ الرحمٰن

صاحب کے توسط سے اس پروگرام میں اس خادم کو مدعو کیا، چنانچہ حسب پروگرام یہ خادم حاضر ہوا اور پروگرام میں شرکت کی، حاضرین بالخصوص علماء نے خطاب کو بہت پسند کیا، پروگرام کے ختم ہونے کے بعد دارالعلوم مہذب پور واپسی ہوگئی۔

سفر دہلی

۶ رصفر۱۴۲۲ھ مطابق یکم مئی منگل کے دن یہ خادم دارالعلوم مہذب پور سے تحفظ سنت کانفرنس میں شرکت کے لئے روانہ ہوا اور ۲ر۳ رمئی بدھ اور جمعرات کو جمعیت علماء ہند کی طرف سے تال کٹورہ اسٹیڈیم دہلی میں منعقدہ کانفرنس میں شرکت کی۔

اس کانفرنس کا نام اگر چہ تحفظ سنت کانفرنس رکھا گیا تھا، لیکن دراصل اہل حدیث حضرات کی ہندو بیرون ہند میں بڑھتی ہوئی ریشہ دوانیوں اور حنفیت کے خلاف مسلسل ضرب کاری پر بریک لگانا تھا، چنانچہ بہت جوشیلے انداز میں آئے ہوئے اکابر علماء نے پورے حوصلے کے ساتھ بات کی اور سلفیت کی بکھیا ادھیڑ کر رکھ دیا اور اس کانفرنس کے بعد باضابطہ ایک تحریر جمعیت علماء کی طرف سے شاہ فہد کے نام بھیجی گئی جو تحریر پوری دنیا میں وائرل ہوئی اور اس پر شاہ فہد نے باضابطہ ایکشن لیا اور باضابطہ حکم نامہ جاری کر کے علماء سعودیہ کو ائمہ اربعہ کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھنے کا ایک اعلانیہ جاری کیا جس کا کافی اثر ہوا اور علماء سعودیہ کی زبان محتاط ہوگئی، اس طرح یہ کانفرنس اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب رہی۔

سفر کویت

تحفظ سنت کانفرنس کی شرکت سے فارغ ہونے کے بعد ۹ رصفر ۱۴۲۲ھ مطابق ۴ رمئی ۲۰۰۱ء جمعہ کے دن حسب پروگرام کویت کے لئے روانہ ہوگیا اور پندرہ روز کویت میں قیام رہا، دوران قیام مختلف احباب ورفقاء سے بالخصوص جونپور اوراعظم گڈھ کے رہنے والے احباب سے ملاقاتیں ہوئیں اس کے ساتھ بہت سی علمی مجلسیں اور پروگرام ہوئے جس سے عوام وخواص فیضیاب ہوئے۔

اس سفر میں ایک خاص بات یہ پیش آئی کہ ایک مسجد میں نماز کے بعد ایک عربی عالم سے ملاقات ہوئی، ملاقات اورتعارف کے بعداس نے اس خادم سے سند حدیث اوراجازت حدیث کی درخواست کی، چونکہ اس وقت میرے پاس مطبوعہ یا غیر مطبوعہ سند موجودنہیں تھی، اس لئے اس کو میں نے ہندوستان پہونچنے پرمحول کردیا، ہندوستان پہونچنے کے بعداس عالم نے تذکیری ایک خط لکھاجس کے جواب میں اس خادم نے اجازت حدیث کےساتھ سند لکھ کران کوارسال کردیا۔

کویت میں رفاعی سلسلہ کے ایک بزرگ بھی رہتے تھے جواہل علم حضرات کے بہت قدرداں تھے، بالخصوص ہندوستان سے جانے والے علماء ان سے ضرور ملاقات کرتے تھے، چنانچہ احباب کی نشاندہی پران کے گھر پر جانا ہوا اور ملاقات کر کے دل خوش ہوا، اس لئے کہ بہت محبت اورآرام کے ساتھ ملے اور دیرتک علمی وروحانی باتیں ہوتی رہیں۔

کویت کے علماء میں ایک نام حضرت مولانا بدرالحسن قاسمی کا بھی ذہن میں تھا جو ایک زمانہ تک دارالعلوم دیوبند کے الداعی عربی رسالہ کے مدیر تحریر رہے اور عربی زبان پر بہت اچھی قدرت حاصل تھی، لیکن دارالعلوم دیوبند میں ناخوشگوار انقلاب کے پیدا ہونے کے بعد وہاں سے دلبرداشتہ ہوکر کویت ہجرت کر گئے اور کویت کی وزارت اوقاف نے ان کو اوقاف میں ایک اہم منصب پر فائز کر دیا۔ چنانچہ اوقاف میں پہونچ کر خادم نے ان سے ملاقات کی، اس کے بعد انہوں نے دعوت دے کر اپنے گھر پر بھی بلایا اور پُر تکلف میز بانی انہوں نے کی، نیز گھر جانے کے بعد ان کے بچوں سے بھی ملاقات ہوئی اور یہ دیکھ کر اور سن کر دل بہت خوش ہوا کہ وہ بچے جس یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں وہاں کے ممتاز طلباء میں ان کا شمار ہوتا ہے اور تعلیمی میدان میں وہ اپنے سلف کے خیر خلف ہیں۔

سفر لندن

حسب پروگرام ۲۵ / صفر ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۰ / مئی ۲۰۰۱ء اتوار کے دن بذریعہ کویت ایئر ویز لندن کے لئے روانگی ہوگئی اور حسب سابق اس سال بھی پورے سفر کا قیام ٹورڈ مارڈن میں حضرت مولانا مبارک علی صاحب مظاہری بارہ بنکوی کے یہاں رہا اور حسب سابق انہوں نے پوری محبت اور اپنائیت کا ثبوت دیا، قیام وطعام کے ساتھ پوری دلجوئی اور سفری سہولت فراہم کرتے رہے اور کبھی بھی ان کی پیشانی پر ذرہ برابر شکن دیکھنے کو نہیں ملا، اس سفر میں بھی مکمل چالیس دن سے زیادہ ان کے یہاں قیام رہا البتہ

اس سفر میں لنکا سائر اور یوک سائر کے سفر کے ساتھ میڈل ایسٹ کا بھی سفر ہوا۔

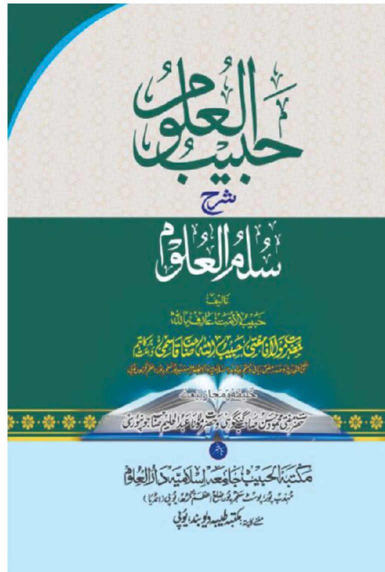
تذکرہ مولانا انعام الحق صاحب بولٹن

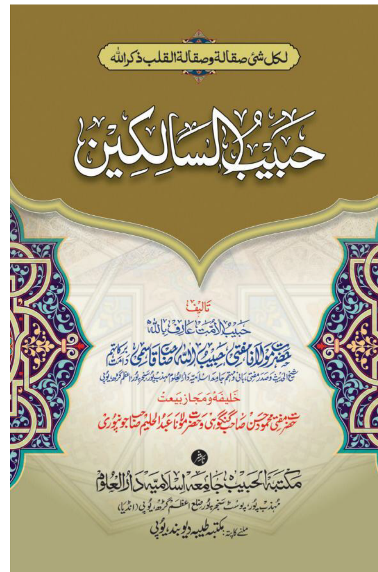
جس کی صورت اس طرح پیدا ہوئی کہ حضرت مولانا انعام الحق صاحب جو حضرت مولانا اسلام الحق صاحب کے سب سے بڑے لڑکے تھے اور بولٹن شہر میں الرحمٰن مسجد کے پاس مقیم تھے، ان سے جب ملاقات ہوئی تو انہوں نے تذکرۃً یہ پوچھا کہ آپ کا لسٹر جانا ہوتا ہے یا نہیں؟ اس خادم نے عرض کیا کہ وہاں میرا کوئی شناسا نہیں ہے، اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ میری بچی عائشہ نام کی لسٹر میں رہتی ہے اور میرے داماد حافظ عارف بھولات بھی وہیں رہتے ہیں، ان کے پاس گاڑی بھی ہے اور وہ خود ڈرائیور ہیں، میں اپنی بچی کو فون کر دیتا ہوں، آپ وہاں تشریف لے جائیں اور وہاں جتنے روز آپ قیام کرنا چاہیں کر سکتے ہیں، انشاءاللہ کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ چنانچہ بولٹن سے واپسی کے بعد اس خادم نے اس کا تذکرہ اپنے رفیق محترم حضرت مولانا مبارک علی صاحب سے کیا۔ چنانچہ انہوں نے بھی اس کی تائید کی بلکہ ٹورڈ مارڈن سے اپنی رفاقت میں گاڑی سے لے کر لسٹر پہونچے اور منزل پر پہونچا کر واپس آئے اور واپسی کے بعد مسلسل رابطہ میں رہے اور فون کر کے مسلسل دلجوئی کرتے رہے، لیکن الحمدللہ لسٹر کے قیام اور اس کے گرد و پیش کے پروگرام میں کوئی زحمت نہیں ہوئی، حضرت مولانا انعام الحق صاحب کی بچی اور داماد نے ہر طرح کی راحت کا خیال رکھا اور محبت وعزت کے ساتھ قیام وطعام کی سہولت فراہم کی، اس کے

بعد سے آج تک وہ گھر اس خادم کا ایک طرح کا مسکن بن گیا، پھر لسٹر کے سفر میں ہمیشہ انہی کے یہاں قیام ہونے لگا۔

۲۹/ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۱/جولائی ۲۰۰۱ء سنیچر کے دن بذریعہ کویت ایئرویز لندن سے روانہ ہوکر ۳۰/ربیع لاثانی مطابق ۲۲/جولائی اتوار کے دن دہلی پہونچا اور ۲۴/جولائی منگل کے دن دارالعلوم مہذب پور پہونچ کر تعلیمی وتعمیری کام میں مصروف ہوگیا۔







۲۰۰۲ء مطابق ۲۳-۱۴۲۲ھ کے اہم واقعات:

سفر دبئ

حسب معمول ۴/ ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۹/ جنوری ۲۰۰۲ سنیچر کے دن دہلی سے روانہ ہوکر دبئ پہونچا اور سترہ یوم قیام رہا جس میں ابوظبی، العین، شارجہ وغیرہ کے بھی اسفار ہوئے اور احباب وواقفین حضرات سے ملاقات ہوئی۔ زیادہ قیام العین میں جناب الحاج ابوالکلام صاحب کے یہاں رہا اور ان کی رفاقت میں بہت سے احباب سے ملاقات ہوئی، مختلف مقامات پر علمی مجلسیں بھی ہوئیں اور عوام وخواص نے اس سے استفادہ کیا۔

۲۱/ ذیقعدہ ۵/ فروری منگل کے دن دبئ سے دہلی کے لئے واپسی ہوئی اور ۲۳ ذی قعدہ ۷/ فروری جمعرات کے دن بذریعہ لچھوی ایکسپریس دہلی سے وایا مظفر پور وطن چمپارن پہونچا۔ اور چندروز قیام کے درمیان خادم کی دوسرے نمبر کی بچی عزیزہ شاکرہ ثروت کا نکاح طے پایا۔

۲۷/ ذیقعدہ ۱۱/ فروری سوموار کے دن رشتہ کنفرم کر کے اسی دن وطن سے روانہ ہوکر دارالعلوم مہذب پور پہونچا۔

نکاح شاکرہ ثروت

ضلع مشرقی چمپارن کا مشہور قصبہ ڈھاکہ ہے جس کے گرد و پیش مسلم

اکثریت والی بستیاں ہیں انہیں میں سے ایک گاؤں اوریا ہے جو ڈھاکہ سے چند کیلو میٹر کے فاصلے پر پورب اوراتر طرف بیرگنیا روڈ پر واقع ہے یہاں کے رہنے والے عام طور پر شرفاء ہیں۔

وہاں کے رہنے والوں میں سے جناب ماسٹر مستقیم احمد صاحب تھے جو اصلاً پیرا بازید کے رہنے والے تھےاور جناب محمد ادریس صاحب کمپاؤنڈر کے خاندان سے تھے لیکن قریبی قرابت کی وجہ سے فیملی کے ساتھ اوریا میں آباد ہوگئے ان کے تین لڑکے تھے سب سے بڑے لڑکے کا نام حمزہ تھا جو **الولد سر لابیہ** کا مصداق تھے، حسن اخلاق سنجیدگی اور متانت میں بالکل اپنے والدمحترم کے پرتو تھے،ان کے سب سے چھوٹے برخوردار عزیزم ضیاء الحق سلمہ تھے وہ والدمحترم کی طرح رفتار وگفتار میں شائستہ وسنجیدہ وکم گو تھے۔

کچھ عزیزوں کے مشورے کے بعد عزیزم شاکرہ ثروت کا نکاح عزیزم ضیاء الحق سلمہ سے طے پایا۔۱۴؍ذی الحجہ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۷؍فروری۲۰۰۲ بدھ کے دن بعوض مہر فاطمی عزیزم کا نکاح اس خادم نے پڑھایا،اس طرح دوسری بچی عقد مناکحت سے منسلک ہوگئی اور چند سال کے بعد علاقائی رسم و رواج کے مطابق رخصتی بھی ہوگئی،اس کے بعد الحمدللہ تین بچوں کی والدہ بھی بنی،لیکن اس کے بعد اللہ کی طرف سے مقررہ وقت پر اللہ کو پیاری ہوگئی جس کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ آئے گی۔

خالد ابن ذاکرہ نکہت کی پیدائش

اس خادم کی سب سے بڑی بچی عزیزہ ذاکرہ نکہت جس کی شادی کی تفصیل حیات حبیب الامت جلد دوم میں تفصیل سے لکھ چکا ہوں، اس کو اللہ نے ۲۱/ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ مطابق ۶/ مارچ ۲۰۰۲ء بدھ کے دن فرزند عطا فرمایا جس کا نام خالد رکھا گیا اور ساتویں دن اسی نام سے اس خادم نے دو بکرے کے ذریعہ اس کا عقیقہ کروایا۔

کاشانۂ حبیب کی تعمیر

اس سے قبل حیات حبیب الامت جلد دوم میں اس کا تذکرہ آ چکا ہے کہ آبائی مکان برادران کے بچوں کے بڑے ہونے کی وجہ سے تنگ پڑ گیا، ضرورت پڑی ایک نئے مکان کی خادم نے خاندان کے بڑوں کو بلا کر مشورہ کیا تو اس میں باتفاق رائے خادم کا نئے مکان میں منتقل ہونا طے پایا، اس کے بعد مالک زمین سے ۴ بسوا زمین حاصل کر کے اس میں نئے مکان کی تعمیر کا پروگرام بنا، لیکن وسائل کے فقدان کی وجہ سے یہ کام مشکل ترین تھا، لیکن توکلاً علی اللہ پروگرام بنا اور ۲۷/ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۲/ مارچ ۲۰۰۲ء منگل کے دن جس دن خالد نواسہ کا عقیقہ تھا انجینئر مجیب موتیہاری سے آئے اور مجوزہ نقشہ کے مطابق خرید کردہ زمین پر چونا گرا کر حد بندی کا کام عمل میں آیا۔

اور اگلے دن ۲۸/ ذی الحجہ مطابق ۱۳/ مارچ بدھ کے دن سے گرائے ہوئے

چونے کے مطابق بنیاد کی کھدائی کا کام شروع ہو گیا، چند روز میں بنیاد کی کھدائی کا کام مکمل ہو گیا، اس کے بعد ۱۰ر محرم الحرام ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۵ر مارچ ۲۰۰۲ء دوشنبہ سوموار کے دن کاشانۂ حبیب کی بنیاد رکھی گئی۔

سب سے پہلے والدہ محترمہ نے بنیاد رکھی اس کے بعد خادم کے چچا شاہ محمد صاحب نے اینٹ رکھی، اس کے بعد برادران کلیم اللہ وشفیع اللہ نے اینٹ رکھی، اخیر میں اس خادم نے اینٹ رکھ کر بنیاد کا عمل مکمل کر دیا۔

اس کے بعد بالتدریج کام ہوتا رہا تا آنکہ ۲۰۰۵ء میں حج سے واپسی کے بعد نامکمل مکان کو آباد کر دیا گیا، باقی کام کی تکمیل بالتدریج ہوتی رہی۔

اس میں شک نہیں کہ تعمیر میں کئی بار سانس اٹکی اکھڑی، ہمت نے ساتھ چھوڑا لیکن احباب وکرم فرماؤں کی حوصلہ وہمت افزائی نے ڈھانچہ کھڑا کر دیا اور رہنے کے قابل بنا دیا۔

اگر چہ اس کی تعمیر میں بہت سے تجربات ہوئے بہت سے مخلص نما منافق اور بہت سے اپنے پرائے بلکہ دشمنی پر آمادہ نظر آئے اور بہت سے وعدے دھوکہ ثابت ہوئے لیکن الحمد للہ اللہ کا فضل وکرم ہمیشہ شامل حال رہا، کبھی ہمت نہیں ہاری تا آنکہ اللہ نے تعمیر منزل کو منزل کے ہمکنار ہی نہیں بلکہ پایۂ تکمیل کو پہونچا دیا "ذلک فضل اللّٰہ یو تیه من یشاء"۔

انتقال حاجی منیف احمد صاحب جمواچمپارن

برادرم حاجی کلیم اللہ صاحب کے خسر اور کبیر ودبیر سیٹھ مقیم حال بمبئی کے والد

جناب حاجی منیف احمد صاحب جو صالح مزاج، ملنسار صوم وصلوۃ کے پابند تھے عمر طبعی کے مراحل سے گزر کر علالت کے مراحل میں داخل ہوئے اور ۲؍محرم ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۷؍مارچ ۲۰۰۲ء اتوار کے دن داعئ اجل کو لبیک کہہ گئے۔

حاجی صاحب مرحوم کے بچے زیادہ تر بمبئی میں تھے ان کے انتظار میں تدفین میں تاخیر کی گئی اور ان کی آمد کے بعد دوسرے دن ۳؍محرم مطابق ۱۸؍مارچ دوشنبہ کے دن بعد نماز مغرب تدفین عمل میں آئی۔

جنازہ اور تجہیز وتکفین میں یہ خادم بھی شریک رہا، دعاء ہے اللہ پاک مرحوم کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے۔ جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ آمین

حادثہ فاجعہ

اچھے برے انسان ہر زمانہ میں ہر جگہ ہوتے ہیں اور جس کی جیسی کرنی ہوتی ہے اس کا صلہ آخرت کے ساتھ دنیا میں بھی مل جاتا ہے، یہ دوسری بات ہے کہ ظلم ظلم ہی ہوتا ہے، اگر بدلہ میں عدل کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے اور ظلم ہو جائے تو پھر مظلوم کی آہ کو کوئی نہیں روک سکتا ہے۔

اسی کے ساتھ ہر انسان کو اپنی حیثیت اور اپنی اوقات کو ملحوظ رکھ کر زندگی گزارنا چاہئے اور اپنی سوچ وزبان پر کنٹرول رکھنا چاہئے ورنہ پھر یہ ہوتا ہے کہ لمحوں نے خطاء کی اور صدیوں نے سزا پائی۔

کچھ اسی انداز کا حادثہ آبائی بستی جھٹکاہی میں ہوا،محرم کی ۱۵/تاریخ تھی ۱۴۲۳ھ مارچ کی ۳۰/تاریخ تھی سنیچر کا دن تھا،محرم کا مہینہ ماتم کا مہینہ ہوتا ہے،لوگ حضرت حسین کا ماتم اس مہینہ میں کرتے ہیں،کسی کو کیا پتہ تھا اس مقدس خاندان کے کسی فرد کے ساتھ آج کیا ہونے والا ہے،معاملہ زمین کی پیمائش کا تھا جو آبائی پشتینی مکان کی حصہ داری اور مطالبہ تک جاپہونچا جس کے نتیجہ میں خاندان ہی کے کچھ ناعاقبت اندیش شبیر احمد ابن کرامت اللہ دبیر احمد ابن برکت اللہ نے بلالحاظ وخیال برادر اوسط پر دست درازی شروع کردی اور بات خراب کردیا،نوبت بایں جارسید کہ دوخاندان کا تصادم طے تھا،لیکن بعض حضرات کے صبر وضبط وتحمل نے معاملہ کو دبا دیا۔فالی اللہ المشتکی۔

انتقال حضرت قاضی مجاہدالاسلام صاحب قاسمی

حضرت قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی ہندوستان کی ان مایہ نازعلمی شخصیات میں سے ہیں جن کی علمی،فکری،ملی،سماجی خدمات کو کسی حال میں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔بالخصوص اپنی زندگی کے آخری ادوار میں فقہ کی جو عظیم خدمت انہوں نے انجام دی اور اس کام کے لئے ایک فعال ٹیم تیار کرکے بہتوں کے لئے نمونہ بنا دیا۔وہ ایک لافانی مثال ہے۔اگر اس دور کے فقہ کا مجدد حضرت قاضی صاحب کو کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

حضرت قاضی صاحب نے جن اسلاف ومشائخ اور اولوالعزم اصحاب نسبت

کی صحبت پائی تھی اور جن کی نگرانی میں ان کے علوم کوجلا ملا تھا اس کا عکس جمیل ان کی زندگی کے ہر گوشہ سے نظر آتا تھا، اللہ نے بے پناہ عظمت وخوبیوں کا مالک بنایا تھا، بالخصوص اہل بہار کے لئے وہ سراپا رحمت تھے، انہوں نے اپنی زندگی میں بہار کو بہت کچھ دیا، لیکن افسوس اہل بہاران کی وہ قدر نہ کر پائے جو دوسروں نے کی۔

عمر کے آخری مراحل میں بعض موذی امراض کے شکار ہو گئے جس کا علاج اپولو میں ایک طویل عرصہ تک چلا، لیکن

بتقدیر الٰہی ایک دن وہ آیا کہ لاکھوں کی آنکھوں کو اشکبار کر کے ہمیشہ کے لئے اس دار فانی کو الوداع کہہ گئے۔ یہ خادم اپنے وطن جھٹکاہی میں موجود تھا کہ اچانک ۲۰؍محرم ۱۴۲۳ھ مطابق ۴؍اپریل ۲۰۰۲ء جمعرات کے دن یہ جانکاہ خبر ملی کہ حضرت قاضی صاحب کا دہلی میں وصال ہو گیا اور جنازہ دربھنگہ ہیلی کاپٹر سے لایا جائے گا اور مہد اول دربھنگہ میں تدفین عمل میں آئے گی۔

چنانچہ کل ہو کر ۲۱؍محرم مطابق ۵؍اپریل جمعہ کے دن یہ خادم اپنے وطن جھٹکاہی سے بیرگنیا پہونچا تا کہ وہاں سے بائی روڈ تدفین میں شریک ہو سکے، لیکن وہاں پہونچکر مایوسی ہاتھ آئی، یہ معلوم کر کے بے حد قلق ہوا کہ یہاں سے بائی روڈ ندی پار کر کے جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے اور بائی ٹرین بھی پھونچنا ممکن نہیں ہے، بالآخر مایوسی کے ساتھ بیرگنیا سے وطن جھٹکاہی واپسی ہوگئی اور جتنا ہوسکا ایصال ثواب کا اہتمام کیا اور کرایا، دعاء ہے اللہ پاک حضرت قاضی کو ان کی جملہ خدمات کا بہترین صلہ عطا فرمائے، اجر عظیم سے نوازے۔ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ آمین

مختلف اسفار

۲؍صفر۱۴۲۳ھ مطابق ۱۶؍اپریل ۲۰۰۲ء منگل کے روز ستیا گرہ ایکسپریس کے ذریعہ وایا سگولی دہلی کا سفر ہوا۔ ۳؍صفر مطابق ۱۷؍اپریل بدھ کے دن دہلی پہونچ کر یوکے امبیسی جانا ہوا، ویزا فارم بھر کر ویزا کی اپلائی کی ادراج ہی شام کے وقت الحمدللہ یوکے کا ویزا مل گیا، چندروز دہلی میں رہا مختلف کام انجام دے کر ۱۰؍صفر مطابق ۲۴؍اپریل بدھ کے دن دارالعلوم مہذب پور واپسی ہوئی، اس کے بعد دارالعلوم کے تعمیری وتعلیمی کام میں مصروف ہوگیا۔

سفر یوکے

یوکے کا ویزا ۱۷؍اپریل کو حاصل ہو چکا تھا، سفر کے سلسلہ میں احباب کی رائے یہ ہوئی کہ لندن کے بجائے اگر مانچسٹر آئیں تو لنکا شائر اور یوک شائر والوں کو آپ کو رسیو کرنے میں آسانی ہوگی اور ڈیوز بری سے بھی مانچسٹر ایئر پورٹ لندن کے مقابلہ میں بہت قریب ہے۔

چنانچہ ۲۰۰۲ء کا سفر احباب ورفقاء کی ہدایت کے مطابق مانچسٹر کا ہوا۔ ۹؍ربیع الاول ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۲؍مئی ۲۰۰۲ء بروز بدھ دہلی سے مانچسٹر کے لئے وایا دبئی روانگی ہوئی اور الحمدللہ بعافیت مانچسٹر پہونچ گیا۔

امیگریشن سے گزر کر جب باہر نکلا تو رفیق محترم حضرت مولانا مبارک علی صاحب استقبال میں باہر جلوہ افروز تھے، پر تپاک انداز میں انہوں نے خوش آمدید کہا، گلے لگے اور عزت واحترام کے ساتھ اپنے ہمراہ گاڑی میں بیٹھا کر اپنے مسکن ٹورڈ مارڈن لے گئے۔ وہاں پہونچ کر دس روز مسلسل ان کے یہاں قیام رہا اسی دوران حضرت مولانا یعقوب صاحب قاسمی دامت برکاتہم سے بھی انہوں نے ملاقات کروائی، حضرت مولانا مل کر بے پناہ مسرور ہوئے ہفتہ عشرہ میں جب مساجد کا پروگرام بن گیا تو حسب معمول لنکا شائر اور یوک شائر کے مساجد کا پروگرام شروع ہو گیا اور خطابات وعلمی مجلسوں سے عوام وخواص مستفید ہونے لگے۔

۱۶؍ربیع الثانی مطابق ۲۸؍جون جمعہ کے روز لسٹر کا سفر ہوا اور وہیں سے میڈل ایسٹ کے مختلف مقامات نتیٹن ڈارلسٹن، کونٹری برمنگھم وغیرہ کا بھی سفر ہوا اور لسٹر میں قیام حسب سابق حافظ عارف بھولات کے مکان پر رہا، اس علاقہ کے پروگرام سے فارغ ہو کر ۲۸؍ربیع الثانی مطابق ۱۰؍جولائی بدھ کے دن لندن کا سفر ہوا، اور لندن کا یہ پہلا سفر تھا اور لندن کے پروگرام کا ذریعہ بھی حضرت مولانا انعام الحق صاحب بولٹن والے بنے، جن کا تذکرہ ماضی کے صفحات میں آ چکا ہے کہ انہی کی ترتیب وترغیب وتقریب پر لسٹر کا سفر شروع ہوا۔

۲۰۰۲ء کے سفر میں جب حضرت مولانا سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے دوران گفتگو سوال کیا کہ آپ لندن نہیں جاتے؟ خادم نے عرض کیا وہاں کوئی ایسا آشنا نہیں ہے جہاں جا کر قیام کر سکوں، انہوں نے اس کو سنجیدگی سے لیا اور فوراً مانچسٹر کے

اپنے ایک قدیم دوست یوسف بھائی قاضی سے بات کی، چونکہ ان کے بہنوئی اور سمدھی یوسف بھائی مہتر لندن میں رہتے تھے، انہوں نے اپنے سمدھی سے بات کی، وہ قیام و طعام و جملہ خدمات کے لئے تیار ہوگئے، اس طرح حضرت مولانا انعام الحق صاحب کی کاوش سے لندن کا سفر آسان ہوگیا۔

چنانچہ ۲۸/ ربیع الثانی ۱۰/ جولائی بدھ کے دن لسٹر سے بذریعہ بس لندن کے لئے روانہ ہوا اور لندن میں یوسف بھائی مہتر کے یہاں قیام رہا، انہوں نے اپنے تعاون کے لئے اپنے بھائی کے لڑکے الیاس اور اپنے بھائی کے داماد نعمت اللہ کو بلوایا یہ دونوں نوجوان تھے اور لندن کی گلی کوچوں سے واقف تھے، چنانچہ ان حضرات کی جہاں تک رسائی تھی وہاں تک اس خادم کو پہونچایا اور یوسف بھائی نے جی بھر کر ضیافت کی اور محبت سے پیش آئے، چندروز لندن میں قیام کر کے ٹورڈ مارڈن پرانے مسکن پر واپسی ہوگئی۔

اس سفر میں بھی رفیق محترم حضرت مولانا مبارک علی صاحب کی معیت ورفاقت قدم بہ قدم سایہ کی طرح حاصل رہی اور کبھی بھی کسی طرح کی اجنبیت کا احساس نہیں ہونے دیا۔

اور الحمد للہ سفر بعافیت مکمل کر کے ۲۷/ جمادی الاولی مطابق ۷/ اگست بدھ کے دن مانچسٹر سے روانہ ہو کر اگلے دن دہلی پہونچ گیا اور دہلی سے وطن چمپارن ہوتے ہوئے ۱۲/ جمادی الثانیہ مطابق ۲۲/ اگست جمعرات کے دن دار العلوم مہذب پور پہونچ کر تعلیمی و تعمیری کام میں مصروف ہوگیا۔

☆☆☆

۲۰۰۳ء مطابق ۲۴-۱۴۲۳ھ کے اہم واقعات:

۱۲ر صفر ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۶ر اپریل بدھ کے دن وایا موتیہاری دہلی کے لئے روانگی ہوئی۔ کل ہوکر دہلی پہونچ کر یوکے امبیسی جانا ہوا اور یوکے ویزا کی اپلائی کی، الحمدللہ ۱۹ر صفر مطابق ۲۲ر اپریل منگل کے دن یوکے کا ویزا حاصل ہوگیا۔

کل ہوکر ۲۳ر اپریل کو دہلی سے بذریعہ سرجو جمنا روانہ ہوکر ۲۴ر اپریل کو وایا شاہ گنج دارالعلوم مہذب پور پہونچا اور دارالعلوم کی مصروفیات میں مشغول ہوگیا۔

۲۶ر صفر مطابق ۲۹ر اپریل دہلی پہونچا اور اسی دن رات میں مانچسٹر کے لئے روانگی ہوگئی اور کل ہوکر ۲۷ر صفر مطابق ۳۰ر اپریل بدھ کے دن مانچسٹر پہونچ گیا۔ حسب معمول رفیق محترم حضرت مولانا مبارک علی صاحب گیٹ پر چشم براہ تھے، باہر نکل کر والہانہ انداز میں ان سے ملاقات ہوئی اور کلمات ترحیب سے سفر کی تکان دور کردی، اس کے بعد ان کے ہمراہ پرانی قیام گاہ ٹورڈ مارڈن گیا، وہاں پہونچ کر اس کے کل ہوکر ۱ر مئی جمعرات کے دن حضرت مولانا یعقوب صاحب قاسمی دامت برکاتہم کی ملاقات وزیارت کے لئے ڈیوزبری گیا۔

۲۹ر صفر مطابق ۲ر مئی جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ غلام بھائی لمبر پرسٹن سے ملاقات کے لئے آئے اور اسی دن شام کو اس خادم کو ساتھ لے کر پرسٹن چلے گئے، رات میں ان کے گھر پر قیام رہا اور ان کے گھر میں پیش آمدہ مسائل اور واقعات کو سنا

اور اس کا شرعی حل بتلایا جس کے بعد کئی ماہ کی مشکلات حل و آسان ہوگئیں۔ غلام بھائی کی ملاقات اگرچہ اس سے پہلے بھی ہوچکی تھی اور مولانا شعیب صاحب امام وخطیب جامع مسجد پرسٹن نے بہت قریب سے تعارف کروایا تھا، لیکن اس ملاقات نے مزید قربت پیدا کردی اور انہوں نے اپنے یہاں قیام پر اصرار شروع کردیا اور ایک کمرہ خالی کر کے میرے حوالہ کردیا، میں نے رفیق محترم حضرت مولانا مبارک علی صاحب سے اس کی اجازت لی تو انہوں نے برضاورغبت قیام کی اجازت دیدی۔ چنانچہ کئی ہفتہ اس سفر میں غلام بھائی کے مکان پر قیام رہا، اس کے بعد تعلقات میں اتنی وسعت پیدا ہوگئی کہ ہر سفر میں اس کے بعد انہی کا مکان مسکن بن گیا اور ٹورڈ مارڈن کا قیام موقوف ہوگیا۔

تذکرہ حاجی غلام لمبر پرسٹن

حاجی غلام لمبر اصلاً ہندوستان کے کرماڈ ضلع بھروچ کے رہنے والے تھے، اپنے والد صاحب کے ہمراہ یوکے ہجرت کر گئے اور پرسٹن میں مستقل قیام پذیر ہوگئے، بھائیوں میں سب سے بڑے یہی تھے اس لئے خوردوں کے لئے باپ کا کردار بھی ادا کرتے رہے، دوسرے بھائی محبوب تھے، تیسرے کا نام الیاس تھا، چوتھے نمبر پر داؤد اور پانچویں نمبر پر سب سے خورد ابراہیم ہیں، برادران خمسہ میں حاجی غلام صاحب کے بعد سب سے بااخلاق ملنسار رکھ رکھاؤ دلجوئی کے حامل ہر ایک کے

دکھ درد میں شرکت کا مزاج الیاس کا ہے جو حافظ بھی ہیں اور ماشاء اللہ ہر سال تراویح بھی سناتے ہیں۔

والد محترم حاجی عیسی صاحب نے اپنے ہم عمر و معاصرین کو لے کر پرسٹن میں مسجد کی فکر کی چنانچہ جامع مسجد کے نام سے ایک وسیع خوبصورت مسجد تعمیر کی اور پوری زندگی اس کی خدمت کرتے رہے، ان کے جانے کے بعد یہ وراثت حاجی غلام صاحب کو ملی۔ چنانچہ انہوں نے بھی پوری زندگی جامع مسجد کی خدمت سے اپنے کو وابستہ رکھا۔ بہت ہی خلیق صاحب دل نیک طبیعت آدمی تھے، ہر ایک سے محبت سے پیش آنا اور سنجیدہ گفتگو ان کا طرۂ امتیاز تھا، علماء نوازی اور ان کی خدمت ان کی سرشت میں داخل تھی، ہر عالم کا دل سے احترام کرتے تھے، دعوت کرتے اور خدمت کرتے تھے ۲۰۰۳ء کی ملاقات میں ان کے یہاں اس خادم کا قیام کیا ہوا اس کے بعد ان کا گھر خادم کا دوسرا گھر بن گیا، اس کے بعد سے تاہنوز انہی کا مکان خادم کی قیام گاہ ہے، ہر سفر میں مانچسٹر سے رسیو کرنا اور پہونچانا انہوں نے اپنے ذمہ لے لیا اور ہر سفر میں پوری بشاشت کے ساتھ سفر و حضرت میں اپنی رفاقت کا حق ادا کرتے رہے اور سفری سہولت بھی فراہم کرتے رہے اور اتنی اپنائیت اور محبت کا ہر سفر میں ثبوت دیا کہ خادم کبھی اس کو سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

وقت پر ناشتہ و کھانے کے اہتمام کے ساتھ مسلسل دو مہینہ کسی مہمان کو مہمان بنا کر رکھنا اور اس کی تمام تر ضروریات و سہولیات کی بروقت حصولیابی کتنا مشکل کام ہے، ہر ایک اس کو سمجھ سکتا ہے، لیکن قربان جائیے اس درویش صفت انسان پر کہ کبھی

اس کی پیشانی پر شکن نہیں آئی۔

تمام تر خوبیوں اور محبت کے ساتھ بالآخر ایک دن وہ آیا کہ انہوں نے اس دنیا کو الوداع کہہ دیا۔

کرماڈ میں آبائی زمین پڑی ہوئی تھی، ہر سال فیملی ممبران میں سے کسی نہ کسی کا سفر ہندوسان کا ہوتا تھا، برادران کے مشورہ سے کرماڈ کی آبائی زمین پر ایک رہائشی مکان تعمیر کروایا جس کا افتتاح کرنے کے لئے یوکے سے کرماڈ آئے اور اپنے مکان میں ٹھہر کر بہت خوش تھے، چندروز کے بعد نمونیا کی شکایت ہوئی، اپنے سمدھی اسماعیل بھائی گیس والے کے مشورہ سے بڑودہ کے ایک اچھے ہوسپیٹل میں علاج کے لئے ان کو داخل کیا گیا ان کی اہلیہ عائشہ بہن بھی ساتھ میں تھیں جب ان کی علالت کی خبر معلوم ہوئی تو یہ خادم ۱۹؍جمادی الاولی ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۶؍فروری ۲۰۱۷ء جمعرات کے دن بڑودہ عیادت کے لئے حاضر ہوا، ملاقات کرکے بات کی تسلی دیا، لیکن کیا معلوم تھا کہ آج کی ملاقات الوداعی ملاقات ہے، اس کے بعد یہ خادم دہلی واپس آ گیا، ابھی دہلی ہی میں قیام تھا کہ ۲۵؍جمادی الاولی ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۲؍فروری ۲۰۱۷ء بدھ کے دن صبح فون آیا کہ فجر کے وقت حاجی غلام صاحب اس دار فانی سے دار باقی کی طرف کوچ کر گئے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اس اچانک خبر نے خادم کے ہوش اڑا دیئے، فوراً بڑودہ کا ایئر انڈیا سے ٹکٹ لیا اور رات میں بڑودہ پہونچ کر ساڑھے بارہ بجے رات میں کرماڈ پہونچا، وہاں ان کے برادر محبوب پہونچ چکے تھے اور حاجی صاحب کے پسر اکبر صادق اور خلیل پہلے سے موجود تھے اور دوسرے اعزاء واقارب بھی موجود تھے۔

تدفین کا عمل عصر کے بعد مکمل ہو چکا تھا، رات کا قیام کر کے سب کو تسلی دیا، تعزیت کی کل ہو کر غلام بھائی سے قبرستان پہونچ کر ملاقات کی، نم آنکھوں سے ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کے بعد وایا سورت دہلی واپس آ گیا۔

دعاء ہے اللہ پاک مرحوم کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، دینی خدمات کا بہترین صلہ واجر ان کو نصیب فرمائے۔

دنیا سے غلام بھائی کے رخصت ہونے کے بعد ان کی زندگی کا دستور ان کے برادران و پسران واہل خانہ بالخصوص ان کے برادر حافظ الیاس اور ان کے پسر خلیل نے حسب معمول زندہ اور باقی رکھا اور کبھی بھی یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ غلام بھائی نہیں رہے، مانچسٹر سے لانا اور پہونچانا اور اپنے مکان پر قیام وطعام کا نظم اور ہر طرح کا تعاون ومحبت اور ہر قسم کی سفری سہولت آج تک ان کی فیملی کے ممبران پوری خوشدلی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔ اللہ پاک ان سب کو اس کا بہترین اجر وصلہ دارین میں عطا فرمائے اور ہر طرح کی رحمتوں و برکتوں سے مالا مال فرمائے۔

غلام بھائی اپنی زندگی میں دو مرتبہ دارالعلوم مہذب پور تشریف لائے، ایک مرتبہ ایک اپنے دوست یعقوب بخش اور اپنے لڑکے خلیل کے ساتھ اور دوسری مرتبہ اپنے دوست یعقوب بخش کے ساتھ اور ۲۰۱۷ء میں جب انتقال ہوا اس سفر میں بھی یعقوب بخش کے ساتھ دارالعلوم مہذب پور آنے کا پروگرام تھا، ٹکٹ بھی فلائٹ کا بن چکا تھا، لیکن یہاں کے سفر سے پہلے دار باقی کا سفر کر گئے۔ دار فانی کا یہ سفر ادھورا رہ گیا اور سب سے پہلے ان کے پسر اکبر حافظ صادق یہاں آ کر جا چکے تھے، اس طرح غلام

بھائی کے ساتھ ان کے دولڑکے اور ایک دوست اپنی آنکھوں سے دارالعلوم دیکھ کر اطمینان کا اظہار تقریراً وتحریراً کر چکے تھے۔

سفر ذاکرہ برائے قطر

اس خادم کے بڑے داماد جس زمانہ میں دارالعلوم ندوہ لکھنؤ میں زیر تعلیم تھے اسی زمانہ میں ندوہ میں قطر کا ایک وفد آیا جس کو ہندوستان سے بہت سے علماء وخوش الحان حفاظ وقراء کی قطر کی مساجد کی خدمت کے لئے ضرورت تھی، بہت سے طلباء انٹرویو میں شریک ہوئے اس میں میرے داماد نے بھی شرکت کی، حسن اتفاق انتخاب میں اس کا نام آ گیا، اس نے گھر جا کر اپنے والد کو پاسپورٹ بنانے کے لئے کہا اور اس پر اصرار کیا، چونکہ نکاح ہو چکا تھا اس لئے ان کے والد محترم نے خادم کو بلایا اور اس مسئلہ میں مشورہ کیا، ان کی خواہش یہ تھی کہ پہلے مکمل عالم بن جائے اس کے بعد کہیں جائے، ان کی پوری بات سننے کے بعد اس خادم نے ان کو مشورہ دیا کہ جب بچہ کا اصرار ہے تو پاسپورٹ بنوا دیں، اگر مقدر میں جانا لکھا ہوگا تو چلا جائے گا ورنہ اپنی تعلیم میں لگ کر اس کی تکمیل کرے گا، سمدھی صاحب کی سمجھ میں بات آ گئی اور وہ راضی ہو گئے اور پاسپورٹ بنوا دیا اور بتقدیر الٰہی سارے مراحل سے گزر کر وہ قطر پھونچ گیا اور کام سے وابستہ ہو گیا جس مسجد کی خدمت اس کے سپرد ہوئی اس کے نمازیوں نے اس کی خدمت کو پسند کیا اور بالتدریج اس نے عربوں کے دلوں میں جگہ بنالی، ایک دن وہ آیا کہ اوقاف کی طرف سے اہل وعیال کو رکھنے کے لئے مسجد کے

متصل مکان کی تعمیر عمل میں آ گئی، اس کے بعد اس نے بچوں کو قطر بلانے کی خواہش کا اظہار کیا، ان کے والد صاحب نے پھر اس خادم کو یاد کیا، بہر حال مشورہ کے بعد عزیزم ذاکرہ نکہت کا مع خالد قطر جانا طے ہوگیا۔ چنانچہ اس خادم نے بچی کے ساتھ ان کے خسر اور ماموں اور برادر کا ٹکٹ بنوایا اور خادم پورا قافلہ لے کر ۱۴ر جمادی الاولی ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۴ر جولائی ۲۰۰۳ دوشنبہ کے دن بذریعہ سپت کرانتی موتیہاری سے روانہ ہوکر ۱۵ر جولائی کو دہلی پہونچا۔ اور ۱۷ر جمادی الاولی مطابق ۱۷ر جولائی جمعرات کے دن بذریعہ امرٹس فلائٹ اسلم لکھنوی کی فیملی کے ہمراہ عزیزم ذاکرہ سلمہا کو قطر کے لئے روانہ کر کے اسی دن شام کو بذریعہ سپت کرانتی قافلہ لے کر موتیہاری واپس آ گیا۔

آمد مولانا عبدالسمیع صاحب

حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب جن کا تذکرہ اس سے قبل کے صفحات میں آچکا ہے کہ وہ پرسا نیپال کے رہنے والے تھے اور نیپال کے معروف و مستجاب الدعوات علماء اولیاء میں ان کا شمار ہوتا تھا، پرسا میں ایک ادارہ کے بانی و ناظم تھے، لیکن ان کی ساری کاوش پر کچھ اپنے ہی شر پسندوں نے پانی پھیر دیا اور ان کے لگائے ہوئے گلشن علم کو اجاڑ دیا جس کا درد پوری زندگی وہ محسوس کرتے رہے اور اسی درد میں انہوں نے اس دار فانی کو الوداع کہہ دیا۔ حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی کے اجازت یافتہ بھی تھے اور پورے دیار میں ان کے نام کا چراغ روشن تھا۔

۲۱/ جمادی الاولی ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۰/ جولائی اتوار کے دن بعد نماز مغرب اچانک بلا اطلاع اپنے رفقاء راجو صاحب، امیر حسن صاحب، حاجی نثار صاحب وغیرہم کے ساتھ کاشانۂ حبیب پر جلوہ افروز ہوگئے، بہر حال ان کی آمد پر خوشی ہوئی رات بھر قیام کیا، دعائیں دیں اور کل ہوکر ناشتہ سے فارغ ہوکر اگلے سفر پر روانہ ہوگئے، فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

آمد حضرت مولانا مبارک علی صاحب بارہ بنکوی

رفیق محترم حضرت مولانا مبارک علی صاحب جن کا تفصیلی تذکرہ اس سے قبل کئی بار حیات کے صفحات میں آچکا ہے، وہ ۲۰۰۳ء میں اپنی فیملی کے ساتھ سدھور بارہ بنکی اپنے آبائی وطن اعزاء واقارب سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ خادم کی دعوت واصرار پر مع رفقاء دار العلوم مہذب پور ۲۹/ جمادی الاولی ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۹/ جولائی بروز منگل تشریف لائے، طلباء اساتذہ نے انکا پُر جوش استقبال کیا، رات میں بعد نماز عشاء طلباء اساتذہ نے استقبالیہ پیش کیا۔ ان کی محبت میں حضرت مولانا طلحہ صاحب اور عزیزم مولانا عبداللہ صاحب ساکن کوٹلہ مقیم حال لندن جو لندن سے کوٹلہ آبائی وطن تشریف لائے ہوئے تھے، وہ دونوں حضرات بھی دار العلوم مہذب پور تشریف لائے اور پوری رات دار العلوم ہی پر سبھی حضرات نے قیام کیا اور جامعہ دیکھ کر بہت مطمئن اور خوش ہوئے بلکہ اپنے تاثرات رجسٹر تاثرات پر تینوں حضرات

نے ثبت کئے جو آج بھی موجود ہیں۔

حضرت مولانا مبارک علی صاحب کا قیام سدھور بارہ بنکی میں چونکہ طویل تھا اس لئے ان کی خواہش واصرار پر ۱۵؍ جمادی الثانیہ مطابق ۱۴؍ اگست جمعرات کے دن خادم ان کے گھر گیا اور رات میں قیام کیا مولانا محترم نے استقبال میں ایک جلسہ کا پروگرام رکھ دیا جس میں گاؤں اور قرب وجوار کے کثیر افراد آئے اور خادم کے خطاب سے مستفید ہوئے۔ کل ہوکر مولانا کی پُرتکلف ضیافت سے فارغ ہوکر دار العلوم مہذب پور واپس آ گیا اور مولانا اپنے پروگرام کے مطابق یوکے کے لئے روانہ ہوگئے۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

انتقال برکت اللہ صاحب

۱۸؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۷؍ اگست اتوار کے دن اطلاع ملی کہ جناب برکت اللہ صاحب نے اس دنیا کو الوداع کہہ دیا، موصوف خاندان کے شیخ محبّ اللہ صاحب کے بڑے لڑکے تھے اور خاندان کے بڑے بوڑھے تھے، کم گو، صوم وصلوۃ کے پابند تھے، اختلافات سے بہت دور رہتے تھے، خاندان کے ہرفرد سے اچھا لگاؤ رکھتے تھے، مسجد کی حاضری کے بہت پابند تھے، چونکہ یہ خادم اپنے گاؤں ہی نہیں بلکہ پورے علاقہ کا پہلا مستند مفتی تھا اس لئے اس خادم سے بہت محبت کرتے تھے، میرے بیان کے بہت دلدادہ تھے، جب گھر پہونچ جاتا تو اصرار کرکے بیان کرواتے

تھے اور جب تک گھر رہتا جامع مسجد کے مصلی پر کسی کو بڑھنے نہیں دیتے، پندرہ بیس منٹ تک مسجد پہونچنے کا انتظار کرتے اور لوگوں سے کرواتے، جب میں پہونچتا تب نماز شروع ہوتی تھی۔ بہرحال کل ہوکر یہ خادم مہذب پور سے روانہ ہوکر عصر سے قبل گھر پہونچا، جنازہ تیار تھا، پہونچ کر جنازہ کی نماز پڑھائی اور تدفین کے عمل سے فارغ ہوکر چندروز کے بعد واپسی ہوگئی، دعاء ہے اللہ پاک مرحوم کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے۔

خریداری گاڑی

چندسال قبل احباب کے مشورہ سے دارالعلوم کی سفری ضروریات کی تکمیل کے لئے ایک امپیسٹر خریدا جس کے مالک مفتی عبدالباسط صاحب مفتی بنارس تھے، لیکن خریداری کے بعد اس کا خداع سمجھ میں آیا، اس کی اصلاح کی بہت تدبیر کی لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دواء کی۔ بالآخر بسیار صرفہ کے باوجود کباڑی کے حوالہ کرنا پڑا، اس کے بعد دوسری گاڑی ٹاٹا سوموجس کی اس وقت چلن بہت تھی سرائے میر سے عارف انیس سے خریدی ۱۴ر جمادی الثانیہ ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۳ر اگست ۲۰۰۳ء کے دن بعد مغرب سودا مکمل ہوا اور گاڑی اپنے پاس آ گئی۔ اور کل ہوکر شاہد ڈرائیور سنجری کے ساتھ اس گاڑی سے پہلا سفر سدھور ضلع بارہ بنکی کا کیا اور اس کے بعد کئی سال وہ گاڑی رہی اور الحمدللہ کبھی بھی دھوکہ نہیں دیا، سفاری کے آنے کے بعد اس کو رخصت کرنا پڑا۔

خریداری اراضی متصل صدر گیٹ

صدر گیٹ (باب حبیب) کے دکھن طرف مہذب پور کے جناب ذوالفقار خاں صاحب کی زمین جو گیٹ اور مسجد کے اتری حصہ میں واقع تھی وہاں کی باؤنڈری بھی گیٹ سے کنویں تک ٹیڑھی تھی، خادم نے ذوالفقار صاحب سے بات کی کہ اگر ایک بسوا زمین آپ دیدیں تو باؤنڈری بھی سیدھی ہوجائے گی اور جس ضرورت کی نیت سے خریدنا چاہتا ہوں وہ ضرورت بھی پوری ہوجائے گی۔ چنانچہ چند مہینوں کی محنت کے بعد وہ زمین دینے کو راضی ہوگئے، چنانچہ ۲۰/ جمادی الاولی ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۰/ جولائی ۲۰۰۳ء اتوار کے دن ایک لاکھ روپئے میں بات مکمل ہوگئی اور ۲۵۰۰۰ ہزار روپئے نقد اور باقی بعد میں خادم نے ان کو ادا کرکے قبرستان حبیبی (مزار حبیبی) دار العلوم کے قبرستان کے لئے وہ زمین حاصل کرلی۔

لیکن ٹیڑھی دیوار کو توڑ کر سیدھی کرنے کا کام شروع کیا، تو بعض مقامی شرپسندوں نے اس میں ایسا رخنہ ڈالا کہ دیوار کی تکمیل مشکل ہوگئی، لیکن اللہ جزائے خیر دے طلباء اساتذہ کے ساتھ سیہی پور کے ڈاکٹر محمد عمران صاحب اور خورشید انور صاحب کو کہ انہوں نے حوصلہ سے کام لیا اور پوری رات بیٹھ کر فجر کی اذان تک دیوار کی تعمیر مکمل کروادی، جس کے بعد شریروں کا شر کافور ہوگیا، لیکن اس کے باوجود مختلف انداز سے کافی عرصہ تک پریشان کرتے رہے لیکن کسی بھی حربہ میں وہ کامیاب نہیں ہوسکے، ناکامی وخسران ہی ان کے ہاتھ آیا اور ذلیل وخوار ہوکر تھک ہار کر بیٹھ گئے اور

بری طرح اپنی حرکت میں ناکام ہوئے۔

جلسہ ختم قرآن وختم جلالین شریف

دارالعلوم مہذب پور میں ہر سال بیس سے تیس کے درمیان طلباء حفظ سے فارغ ہوتے تھے، چنانچہ ۱۴۲۴ھ میں ۲۷ر طلباء نے حفظ قرآن پاک مکمل کیا، نیز جلالین شریف کے درجہ کے طلباء نے بھی مجوزہ کتابیں مکمل کیں، طلباء واساتذہ کی خواہش ہوئی کو چھوٹا سا جلسہ کر دیا جائے، چنانچہ ۳۰ر رجب ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۷ر ستمبر ۲۰۰۳ سنیچر کا دن طے پایا، علاقائی مدارس کے علماء کو مدعو کیا گیا، چنانچہ سبھی مندوب علماء تشریف لائے قرآن پاک کا ختم حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب پھولپوری نے کرایا اور جلالین شریف کا ختم حضرت مولانا عبدالرشید صاحب نے کرایا، اس کے بعد خطابات ہوئے اور اخیر میں دعاء پر مجلس کا اختتام ہوا، تمام ہی علماء نے ۲۷ر طلباء کے حفظ قرآن کریم کو ادارہ کی بڑی یافت اور کامیابی قرار دیا اور ختم جلالین کے موقعہ سے طلباء کی عبارت خوانی کو علماء نے بہت محسوس کیا اور سب نے پذیرائی کی، بالخصوص حضرت مولانا عبدالرشید صاحب نے کافی عرصہ تک اس کو یاد رکھا اور تذکرہ کرتے رہے۔

عشاء کے بعد کھانے سے فارغ ہوکر تمام علماء کرام کی واپسی ہوگئی اور تمام طلباء واساتذہ پروگرام سے بہت مسرور ہوئے۔

سفر دہلی و دبئی

سالانہ امتحان ختم ہونے کے بعد طلباء اساتذہ گھروں کے لئے روانہ ہوگئے، یہ خادم ۳۰/شعبان ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۷/اکتوبر ۲۰۰۳ء دوشنبہ کے دن دہلی کے لئے روانہ ہوا۔ اور ۸/یوم دہلی میں قیام کرنے کے بعد ۹/رمضان مطابق ۵/نومبر بدھ کے دن دبئی کے لئے وایا شارجہ روانہ ہوا۔ حسب معمول وہاں کے رفقاء واحباب سے ملاقات کے بعد ۲/دسمبر کو دہلی واپسی ہوگئی۔

اس سفر میں بھی بہت سے پروگرام ہوئے اورعوام وخواص نے دینی وعلمی فیض حاصل کیا بہت سے حضرات نے الجھے ہوئے اپنے مسائل حل کرائے۔

اس سفر میں بھی قیام جناب الحاج ابوالکلام صاحب نوادہ ضلع اعظم گڈھ کی رہائش گاہ پر رہا اور حسب معمول انہوں نے ضیافت کے ساتھ قیادت کا بھی حق ادا کیا اور پوری محبت اور اپنائیت کا ثبوت دیا۔ اور واپسی پر ہدیہ وتحائف کے ساتھ حسب معمول روانہ کیا۔ اللہ پاک اس کا بہترین صلہ واجران کو دارین میں نصیب فرمائے، اور ہر قسم کے مکارہ وشرور سے حفاظت فرمائے۔ صحت وعافیت نصیب فرمائے، آمین۔



۲۰۰۴ء مطابق ۲۵-۱۴۲۴ھ کے اہم واقعات:

خادم کا سب سے پہلا حج والدین کے ساتھ ۱۹۸۸ء میں ہوا اس کے بعد دوسرا حج ۱۹۹۰ء میں ہوا اس کے بعد ایک لمبا وقفہ گزرا کہ سفر حج کی سعادت سے محروم رہا، کچھ حالات کی نامساعدت کچھ دیگر مصروفیات مانع بنتی رہیں تا آنکہ ۲۰۰۳ء میں تیسرے حج کا ارادہ کیا کہ آنے والے سال یعنی ۲۰۰۴ء میں انشاء اللہ حج کا سفر کرنا ہے۔ چنانچہ ۲۳/ جمادی الاولی ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۳/ جولائی ۲۰۰۳ء کو حج کا فارم بھر کر پٹنہ حج کمیٹی کی آفس میں فارم جمع کر دیا، بفضلہ تعالیٰ حاضری قبول ہوئی اور قرعہ اندازی میں نام آ گیا۔ چنانچہ منظوری کی اطلاع ملتے ہی خوشی کی لہر دوڑ گئی اور پورے قافلہ نے حج کی تیاری شروع کر دی۔ ۲۰۰۴ء میں بہار کے حجاج پٹنہ ایئر پورٹ کے رنوے کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے گیا سے سفر کر رہے تھے۔ چنانچہ گیا کی روانگی سے ایک ہفتہ قبل یہ خادم گھر پہونچا اور پورا ہفتہ اعزاء واقارب کی دعوتوں میں گزرا چونکہ ہمارے علاقہ کا دستور یہ ہے کہ جو حج کے لئے جاتا ہے جانے سے قبل اعزاء واقارب اپنے یہاں بلا کر دعوت کھلاتے ہیں، لاکھ معذرت کے باوجود اعزاء واقارب کی دعوتیں کھانی پڑیں، اس طرح علاقائی پرانا دستور اپنے انجام کو پہونچا۔

تیسرا سفرحج

۱۵/ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ مطابق ۸/جنوری ۲۰۰۴ء جمعرات کے دن چارنفری قافلہ جس میں اس خادم کے ساتھ اہلیہ اور بھائی کلیم اللہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں جھٹکاہی آبائی وطن سے کئی گاڑیوں کے قافلہ کے ساتھ گیاکے لئے روانہ ہوا۔

روانگی سے قبل پوری بستی کے خورد وکلاں مرد وعورت سب دروازہ پرجمع تھے روانگی سے قبل خادم نے اجتماعی دعاء کرائی، دعاء کے بعد پوری بستی والوں نے نم آنکھوں سے قافلہ کو روانہ کیا۔ گھر سے روانگی کے بعد موتیہاری شہر کے مدرسہ خیرالعلوم بریارپور میں ایک بڑا مجمع موجود تھا، وہاں بھی اجتماعی دعاء ہوئی، اس کے بعد وایا مظفرپور، حاجی پور، پٹنہ، گیارات میں قافلہ پہونچ گیا۔

رسید گیاوروانگی از گیا

گیا کا سفراس خادم کا پہلا سفر تھا، یوں تو بدھسٹوں کی استھاوہاں سے جڑی ہونے کی وجہ سے سیاحوں کی آمد ورفت بھی وہاں بکثرت رہتی ہے، گیا شہر میں مسلم آبادی بھی ٹھیک ٹھاک ہے، مساجد ومدارس بھی ہیں، بالخصوص حضرت مولانا قاری فخر الدین صاحب گیاوی کا مدرسہ شہر وگرد ونواح میں بہت مشہور ومقبول ہے، جس کے ذمہ دار اب آپ کے برخوردار قاری معین الدین صاحب ہیں، اس کے علاوہ چھوٹے

چھوٹے بہت سے مدارس ہیں۔

شہر گیا کی کچھ کھانے کی چیزیں بھی مشہور ہیں جیسے تل کوٹ وغیرہ کلکتہ سے دہلی کی مین لائن ٹرین کی گیا ہوکر ہی گزرتی ہے۔ دستور کے مطابق روانگی سے دو یوم قبل گیا حاضری ضروری تھی، چنانچہ دورات اور ڈیڑھ یوم گیا میں قیام رہا۔ اہالیان گیا کے لئے حاجیوں کی خدمت کا یہ پہلا موقعہ تھا، اس لئے ہر طبقہ نے حجاج کی خدمت کے لئے جان نچھاور کردی تھی اور بہت ہی عقیدت ومحبت کے ساتھ حجاج کرام کا استقبال کے ساتھ ایئرپورٹ تک الوداع کہتے نظر آئے۔

وہاں کا معمول یہ تھا کہ روزانہ ایئرپورٹ کے لئے روانگی سے قبل مشورہ سے ایک دو عالم کا بیان ہوتا جو ہدایات سفر پر مشتمل ہوتا، اس کے بعد الوداعی دعاء ہوتی، مصافحہ ہوتا اس کے بعد ایئرپورٹ کے لئے روانگی ہوجاتی۔

جس رات میں اس خادم کی حاضری ہوئی وہاں پر موجود بعض علماء کو اس کی اطلاع ہوگئی جو اس خادم سے واقف تھے، انہوں نے بلا اطلاع از خود ۹ رجنوری جمعہ کے دن الوداعی خطاب اور دعاء اس خادم کا طے کردیا، بعد میں اس کی اطلاع ذمہ داروں نے خادم کو دی۔ بہرحال وقت مقررہ پر اسٹیج پر پہونچا بیان کے بعد دعاء کرائی، اس کے بعد اس روز حجاج کرام کا قافلہ روانہ ہوگیا، لیکن اس بیان اور دعاء کا یہ اثر ہوا کہ شام تک لوگ اس خادم کو تلاش کرتے رہے اور قیام گاہ پر آکر ملاقات کرکے دعاء کی درخواست کرتے رہے۔ اس عجیب وغریب منظر کو دیکھ کر گاؤں اور علاقہ کے جو اعزاء واقارب اس خادم کو رخصت کرنے گئے تھے وہ ششدر وحیران تھے۔

ہمارے بڑے سمدھی کا ملفوظ

اس قافلہ میں ہمارے بڑے سمدھی جناب عبد الخالق صاحب مڑلی ضلع مشرقی چمپارن بھی جو خادم کو گیا تک رخصت کرنے گئے اور بیان و دعاء کے بعد سے لوگوں کا جو ہجوم امڈا اس منظر کو دیکھ رہے تھے، بالآخر وہ میرے چچازاد بہنوئی جناب مستقیم صاحب ساکن جھٹکاہی سے بول پڑے مستقیم جب میں نے اپنے بچے کی شادی مفتی صاحب کی بچی سے کی تو اس وقت لوگ کہتے تھے عبدالخالق تم نے کیا دیکھ کر مفتی صاحب کی بچی سے اپنے لڑکے کی شادی کردی ان کے پاس کیا ہے؟ لوگوں کی یہ بات میں سنتا رہا لیکن آج دیکھو مفتی صاحب کہاں سے کہاں پہونچ گئے اور ہم جہاں تھے اس سے نیچے چلے گئے، کاش اس وقت جو لوگ مجھ سے یہ بات کہتے تھے آج اگر یہاں ہوتے تو ان کی سمجھ میں آجاتا کہ مفتی صاحب کون ہیں اور ہم اور وہ کون ہیں۔

بہر حال دوسرے دن ۱۷/ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۰/جنوری ۲۰۰۴ء بروز سنیچر اس خادم کی روانگی طے تھی، وہاں موجود علماء نے خادم کا بیان اور دعاء سنیچر کو بھی طے کردیا، دعاء کے بعد مجمع مصافحہ کے لئے اس طرح ٹوٹا کہ منتظمین کے لئے کنٹرول کرنا مشکل ہوگیا، بمشکل تمام بڑی مشقت کے بعد گاڑی پر لوگوں نے خادم کو سوار کیا، گاڑی کا شیشہ بھی ازدحام کی وجہ سے ٹوٹ گیا، اللہ اللہ کرکے کسی طرح یہ خادم ایئرپورٹ پہونچا فلائٹ پر بیٹھا گیا سے فلائٹ چلی اور کلکتہ اتر گئی، سارے حجاج بھی اتر گئے، مغرب کے بعد وہاں سے بڑے جہاز کے ذریعہ جدہ کے لئے روانگی ہوئی

جس میں بہار سے زیادہ بنگال کے حجاج تھے۔ رات میں جدہ بعافیت پہونچ گئے، عشاء کی نماز جدہ میں ادا کی، ایئرپورٹ پر دیگر کاغذی کارروائی مکمل ہونے کے بعد رات ہی میں بذریعہ بس جدہ سے مکہ کے لئے روانہ ہوئے اور فجر سے قبل مکہ مکرمہ مسفلہ کے دارحبیب میں پہونچ گئے جس بلڈنگ میں قیام ہوا اس کا نام ''دارحبیب'' تھا اور حرم وہاں سے ۱۰؍منٹ کے فاصلہ پر تھا۔

الحمدللہ ۹؍بجے تک عمرہ سے فارغ ہوگئے اور قیام گاہ پر آ گئے۔

قیام واعمال مکہ

۱۲؍جنوری سے ۱۲؍فروری تک الحمدللہ مکمل ایک ماہ مکہ مکرمہ میں قیام رہا، نمازوں کے اہتمام کے ساتھ طواف اور عمرہ کا بھی خوب موقعہ ملا۔ تمام رفقاء نے روزانہ خوب طواف کئے اور مرحومین کے لئے عمرے بھی خوب کئے۔

۷؍ذی الحجہ مطابق ۲۹؍جنوری جمعرات کے دن رات میں ۱۲؍بجے معلم نے منی کے لئے بسوں کے ذریعہ روانہ کردیا۔ ۸؍ذی الحجہ جمعہ کے دن پورا دن قیام منی میں رہا۔ ۹؍ذی الحجہ مطابق ۳۱؍جنوری سنیچر کے دن عرفات کے لئے روانگی تھی، لیکن بسوں کی دقت کی وجہ سے ہمارا چارنفری قافلہ ساڑھے آٹھ بجے منی سے عرفات کے لئے پیدل روانہ ہوکر ۱؍بجے ساڑھے چار گھنٹہ میں عرفات خیمہ نمبر ۱۲ میں پہونچ گیا اور اس کے بعد سے غروب تک نماز تلاوت، عبادت ودعاء میں سب مصروف رہے۔

بعد مغرب عرفات سے پیدل چل کر ساڑھے دس بجے رات میں ہمارا قافلہ

مزدلفہ پہونچا اور پوری رات مزدلفہ میں عبادت میں مصروف رہے۔

۱۰رذی الحجہ مطابق ۱رفروری اتوار کے دن مزدلفہ سے پیدل روانہ ہوئے اور ساڑھے نو بجے منی پہونچے اور عصر کے بعد جمرۂ عقبہ کی رمی کی بعد مغرب قربانی کی، بعد عشاء حلق کروا کر احرام کھول دیا۔

اور پوری رات منی میں قیام کیا، کل ہوکر ۱۱رذی الحجہ مطابق ۲رفروری دوشنبہ کے دن ساڑھے آٹھ بجے منی سے روانہ ہوکر ساڑھے گیارہ بجے مکہ مکرمہ پہونچے اور بعد نماز عصر طواف زیارت کیا بعد مغرب منی واپسی ہوئی اور بعد عشاء جمرات ثلاثہ کی رمی کی۔

کل ہوکر ۱۲رذی الحجہ مطابق ۳رفروری منگل کے دن رات میں جمرات ثلاثہ کی رمی کی۔

اس کے بعد ۱۳رذی الحجہ مطابق ۴رفروری بدھ کے دن صبح ساڑھے آٹھ بجے جمرات کی رمی کے بعد بذریعہ بس مکہ مکرمہ کے لئے واپسی ہوگئی اور اس کے بعد ۱۲رفروری جمعرات تک مکہ مکرمہ میں قیام رہا اور نماز، تلاوت، طواف وغیرہ میں رفقاء پورے حوصلہ کے ساتھ لگے رہے۔

مدینہ طیبہ کے لئے روانگی

۲۲رذی الحجہ مطابق ۱۳رفروری جمعہ کے دن بعد نماز عشاء بذریعہ بس مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کے لئے روانگی ہوئی اور صبح ساڑھے پانچ بجے مدینہ طیبہ حاضری

ہوگئی۔شارع ستین متصل انڈین امبیسی ایک بلڈنگ کے کمرہ ۱۰۲ میں قیام رہا اور مسجد نبوی کی حاضری اور روضۂ اقدس کی زیارت اور صلوۃ وسلام پیش کر کے رفقاء کی دیرینہ خواہش وآرزو پوری ہوئی۔

کل ہو کر ۲۳؍ ذی الحجہ مطابق ۱۴؍ فروری سنیچر کے دن مدینہ طیبہ کی اہم مساجد اور مقابر کی زیارت سے فارغ ہوگئے۔اس کے بعد ا؍محرم ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۲؍ فروری اتوار تک مدینہ طیبہ میں قیام رہا، قیام کے دوران مسجد نبوی کی حاضری نمازوں کا اہتمام روضۂ اقدس کی حاضری، جنت البقیع کی زیارت بہت اہتمام اور شوق سے سب نے کیا اور مدینہ طیبہ کے مختصر قیام کو ہر ایک نے غنیمت سمجھا اور ہر ایک نے عبادت میں جی جان لگا دیا۔

جدہ سے ہندوستان کی واپسی

۲؍محرم ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۳؍ فروری دوشنبہ کے دن جدہ سے روانگی ہوئی بڑی فلائٹ کلکتہ تک آئی، اس کے بعد چھوٹی فلائٹ کے ذریعہ کلکتہ سے گیا کے لئے روانگی ۳؍محرم ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۴؍ فروری منگل کے دن شام کو گیا فلائٹ پہونچ گئی۔

گیا میں اعزاء واقارب گاڑی لے کر آئے ہوئے تھے، اسی وقت ایئرپورٹ سے چمپارن کے لئے روانگی ہوگئی اور رات میں ساڑھے بارہ بجے الحمد للہ بعافیت غریب خانہ پہونچ گئے۔

اس طرح الحمد للہ سفر حج مکمل ہوگیا اور حرمین کی زیارت اور حج کی سعادت

حاصل کر کے چار نفری قافلہ اپنے وطن واپس آ گیا۔کل ہوکر اعزاء اقارب ملاقات کے لئے آنے لگے، چندروز یہ سلسلہ چلا اس کے بعد سفر حج کی تکمیل ہوگئی۔

آبائی مکان سے کاشانۂ حبیب میں منتقلی

جیسا کہ حیات کے صفحات میں یہ بات آ چکی ہے کہ آبائی مکان کی تنگی کی وجہ سے آبائی مکان کے مشرقی جانب زرخرید زمین پر ایک آشیانہ کی بنیاد مارچ ۲۰۰۲ء میں رکھی گئی تھی جس کا کام بالتدریج چلتا رہا اور بقدر کفاف دوسال میں مکمل ڈھانچہ کھڑا ہوگیا، حج سے واپسی کے بعد اہل خانہ کی رائے بنی کہ نئے مکان میں منتقل ہوجانا چاہئے، چنانچہ حج کے سفر سے واپسی کے بعد کچھ دنوں گھر پر قیام کر کے اہم اور ضروری کاموں کی تکمیل کرانے کے بعد ۲۶ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۷ مئی ۲۰۰۴ء دوشنبہ کے دن مع اہل خانہ آبائی مکان سے نئے آشیانہ میں منتقل ہوگئے اور آبائی مکان جو۴ کمروں پر مشتمل تھا اور گھریلو دیگر سامان جیسے پنکھا چوکی وغیرہ مع زمین اس خادم نے برادرم حاجی کلیم اللہ صاحب کو ہدیہ کردیا جس کی بعد میں رجسٹری بھی کر کے ہمیشہ کے لئے نزاع کوختم کردیا، حالانکہ برادر اوسط نے بھی بھائی کلیم اللہ کو اپنا حصہ دینے کا وعدہ کیا تھا،لیکن وہ اپنا وعدہ پورانہیں کرسکے جس کا قلق اس خادم کو بھی رہا اور ہے۔ اسی طرح اس کا درد آج تک بھائی کلیم اللہ بھی محسوس کرتے ہیں اور گاہ بگاہ اس کا اظہار بھی کرتے رہتے ہیں۔

ہاجرہ طلعت کی منگنی و نکاح

اس خادم کی تیسرے نمبر کی بچی کا نام ہاجرہ طلعت ہے اسکا رشتہ جناب فصیح اختر صاحب ساکن چین پور ڈھاکہ ضلع مشرقی چمپارن کے لڑکے سرفراز عالم سے طے پایا، کئی ماہ کی گفتگو اور غور وفکر کے بعد احباب واعزاء واقارب کے مشورہ سے بات کنفرم ہوگئی۔ ۲۷؍ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۸؍مئی بروز منگل فصیح اختر صاحب کے اہل خانہ نے بچی کو دیکھ کر منگنی کی رسم پوری کی اور ۱۳؍ربیع الثانی مطابق ۲؍جون یوم چہارشنبہ چین پور ڈھاکہ میں نکاح ہوا، اس طرح یہ خادم تیسرے نمبر کی بچی کی شادی کے فرض سے سبکدوش ہوگیا، اس رشتہ میں سپہی ضلع مشرقی چمپارن کے حاجی ممتاز عالم صاحب عرف منگنو بابو نے کلیدی کردار ادا کیا۔ اپنے ماضی کے تجربات کی روشنی میں اس رشتہ سے مکمل مطمئن تھے، اگر چہ ان کی سوچ میں بعد میں تبدیلی آ گئی، لیکن الخیر فیما وقع چند سال کے بعد اس کی علاقائی رسم ورواج کے مطابق رخصتی ہوئی۔ آج ماشاءاللہ وہ کئی بچوں کی ماں ہے، دعاء ہے اللہ پاک اس کو صحت وعافیت کے ساتھ رکھے اور ہر قسم کے دکھ درد سے اس کی حفاظت فرمائے اور خوشگوار زندگی مقدر فرمائے۔ آمین۔

سفر یوکے

حسب سابق سالہائے گذشتہ کی طرح اس سال بھی اس خادم کا دعوتی،

تبلیغی، اصلاحی، یو کے کا سفر ہوا، ۱۷/ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ مطابق ۶/جون اتوار کے دن دہلی سے روانہ ہوکر مانچسٹر پہونچا، وہاں ایئرپورٹ پر ہمارے دوست غلام بھائی گاڑی لے کر موجود تھے، ان کے ہمراہ پرسٹن گیا اور حسب سابق ان کے مکان پر قیام کرکے مختلف مقامات کے پروگرام کو انجام دیا، جس سے عوام وخواص مستفید ہوئے، معہود پروگرام مکمل کرکے ۳/رجب ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۱/اگست اتوار کے دن مانچسٹر سے روانہ ہوکر دہلی پہونچا اور پھر وہاں سے دارالعلوم مہذب پور پہونچ کر تعلیمی وتعمیری کام میں مصروف ہوگیا۔

احباب کی خواہش واصرار پر دو ماہ کے بعد پھر لندن جانا ہوا، چنانچہ یہ سفر مانچسٹر کے بجائے لندن سے شروع ہوا۔ ۱/رمضان مطابق ۱۶/اکتوبر سنیچر کے دن دہلی سے لندن کے لئے روانہ ہوا، لندن ایئرپورٹ پر عزیز نعمت اللہ گاڑی لے کر استقبال میں موجود تھے، ایئرپورٹ سے وہ اپنے ہمراہ اپنے مکان پر لے گئے، پہونچتے ہی موسم کی تبدیلی اور ٹھنڈے پانی کے استعمال کی وجہ سے بخار آ گیا، جو کئی روز تک چلا، جب بخار ہلکا ہوا تو تین روز مدینہ مسجد کلیپٹن میں تراویح کے بعد احباب نے بیان کا پروگرام رکھ دیا، اس سے فارغ ہوکر نعمت اللہ اپنے ہمراہ مانچسٹر لے گئے، وہاں مسجد ہدایہ میں خطاب ہوا۔ وہاں سے لسٹر جانا ہوا، چندروز وہاں قیام کے بعد پرسٹن آ گیا اور عید تک پرسٹن ہی میں قیام و پروگرام رہا، عید کے بعد ۳/شوال مطابق ۱۷/نومبر بدھ کے دن مانچسٹر سے دہلی کے لئے واپسی ہوگئی۔ اس طرح رمضان کا یہ پہلا سفر مکمل ہوگیا اس کے بعد باوجود احباب کے اصرار وخواہش کے رمضان کا سفر کبھی نہیں

کیا جب بھی جانا ہوا وسط سال میں گیا۔

جلسہ کٹھری بیگو سرائے

کٹھری بیگو سرائے ضلع کا مردم خیز گاؤں ہے جہاں اہل علم و اہل دعوت موجود ہیں، وہاں ایک مدرسہ بھی ہے جس کے ذمہ دار وہیں کے مقامی علماء ہیں۔ کٹھری کے خادم کے ایک ہونہار شاگرد مولانا گوہر امام صاحب قاسمی ہیں جنہوں نے دار العلوم مہذب پور سے علمی فیض حاصل کیا ہے، ان کی خواہش واصرار پر کٹھری کے جلسہ میں وایا برونی جانا ہوا۔

۲۰ رشعبان مطابق ٦ را کتوبر بدھ کے دن رات میں یہ خادم حاضر ہوا، اتفاق سے رات میں بارش بہت ہوئی جس کی وجہ سے جلسہ کا پورا انظام درہم برہم ہو گیا تاہم آئے ہوئے علماء کے خطابات ہوئے، خادم کا بھی بیان ہوا، اس کے بعد کل ہو کر واپسی ہوگئی۔

انتقال خورشیدہ بنت برادرم کلیم اللہ صاحب

میرے انتہائی مشفق و کرم فرما بھائی جناب حاجی کلیم اللہ صاحب جن کی شادی جموا ضلع مشرقی چمپارن میں حاجی منیف احمد صاحب کی بچی سے ہوئی جن کے سالے کبیر سیٹھ، دبیر سیٹھ، بھائی کھلہ کے مشہور تجار میں ہیں، ان کی سب سے بڑی

بچی جس کا نام خورشیدہ تھا بقضاء الٰہی بچے کی پیدائش میں اللہ کو پیاری ہوگئی جس کا بے پناہ قلق اہل خانہ بالخصوص والدین کو ہوا، رات میں بارہ بجے خادم کے پاس اطلاع آئی، رات ہی میں بذریعہ امبیسڑ کار وایا گورکھپور خادم دارالعلوم مہذب پور سے نکل گیا، شدید کہرا کی وجہ سے راستہ میں دشواری بہت پیش آئی لیکن اللہ اللہ کر کے ۱۷؍شوال ۱۴۲۵ھ مطابق ۱؍دسمبر جمعرات کے دن ۱؍ بجے گھر پہونچا جنازہ تیار تھا ۳؍ بجے اس خادم نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور تدفین سے فارغ ہوکر گھر واپسی ہوگئی۔

چندروز گھر پر قیام کیا، بھیا اور بھابھی کو تسلی دیتا رہا، ۲۲؍شوال مطابق ۶؍دسمبر دوشنبہ کے دن دستور کے مطابق گاؤں اور علاقہ کے فقراء کو کھانا کھلایا گیا اس کے بعد کل ہوکر ۷؍دسمبر کو یہ خادم دارالعلوم مہذب پور واپس آ گیا۔

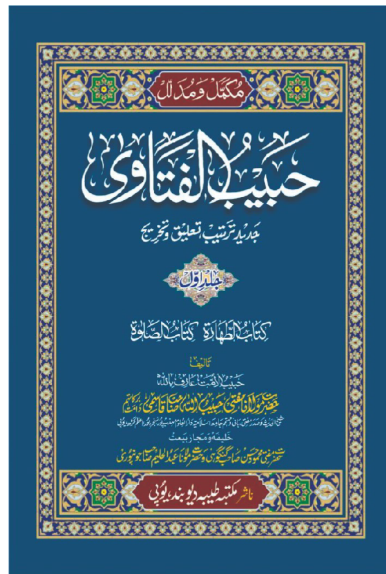
اس خادم کی علالت

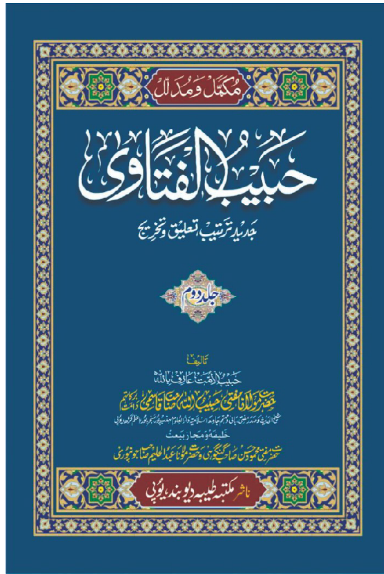
۳؍ذی قعدہ ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۶؍دسمبر جمعرات کے دن رات میں اچانک منھ سے خون آنا شروع ہوا، اس اچانک کیفیت سے بہت پریشان ہوا، رات ہی میں ڈاکٹر آصف صاحب کے یہاں سرائے میر گیا، لیکن ان کی دواء سے بھی افاقہ نہیں ہوا۔ بالآخر اعظم گڈھ ڈاکٹر کے این سنگھ کے یہاں جانا ہوا، ان کی دواء بھی کارگر ثابت نہیں ہوئی، اخیر میں بنارس بیچو جانا ہوا وہاں کی تشخیص میں بھی سب کچھ نارمل نکلا۔ خون کے آنے کی وجہ تلاش کرنے میں سارے ڈاکٹر فیل ثابت ہوئے، کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر یہ خون کہاں سے اور کیوں آ رہا ہے۔ لیکن اس کی ابتداء جب سے ہوئی

اس کی وجہ سے علت خفیہ میں سمجھ گیا تھا وہ ایک خباثت ورذالت کاری ایکشن تھا جس کا اثر دماغ پر پڑااوررگ پھٹی اورخون آنا شروع ہوااوروہ اس کی پہلی خباثت تھی، جوآج تک ختم نہیں ہوئی بلکہ وہ اپنی خباثت میں روزافزوں ترقی کی راہ پر گامزن ہےاوراب تو یک نشد دوشد کے مصداق ہیں۔

بہرحال دس روز گزر گئے خون کا سلسلہ جاری رہا، بالآخر ایک دن ڈاکٹر عمران صاحب سیہی پور نے ایک گولی دی اس کے بعد خون بند ہوگیا اوراس کے بعد گویا کہ نئی زندگی اس خادم کوملی۔







۲۰۰۵ء مطابق ۲۶/۱۴۲۵ھ کے اہم واقعات:

خادم کی بڑی بچی عزیزہ ذاکرہ نکہت کئی سال قبل قطر میں قیام پذیر ہوچکی تھی اس کا بار بار اصرار ہوتا رہا قطر آیئے، چنانچہ بچی کے اصرار پر ۲۰/محرم ۱۴۲۶ھ مطابق ۲/مارچ ۲۰۰۵ء بدھ کے دن بذریعہ گلف ایئرویز دہلی سے وایا ابوظبی قطر پھونچنا ہوا۔ ۱۱/یوم قطر میں قیام رہا، قیام کے دوران دوحہ قطر کے اہم مقامات کی زیارت کا موقعہ ملا۔ قطر کا یہ سفر خادم کا پہلا سفر تھا، قطر کی آبادی بہت بڑی نہیں ہے، لیکن ترقی پذیر ممالک میں اس کا بھی شمار ہے، بلڈنگ اور سڑکوں کی تعمیر پر حکومت کی کافی توجہ نظر آئی۔

الحمدللہ مساجد کی بھی کثرت ہے اور سارے مساجد حکومت کے شعبۂ اوقاف کے تابع ہیں، مساجد کی پوری دیکھ ریکھ حکومت اپنے صرفہ سے کرتی ہے۔ اکثر مساجد کے خدام ہندوستان سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن ایک چیز عجیب وغریب وہاں دیکھنے کو ملی ماشاءاللہ تمام ائمہ کا آپس میں جوڑ بہت اچھا ہے اور سب ایک دوسرے سے مربوط ایک دوسرے کی خوشی وغم میں شریک جیسے سگے بھائیوں میں محبت ہوتی ہے، اس طرح محبت نظر آئی۔ اسی کے ساتھ ایک دوسرے کو دعوت دینا اپنے گھر بلانا کسی کے گھر آئے ہوئے مہمان کو اپنا مہمان سمجھنا اس کی خاطرداری کرنا اس کی پُرتکلف ضیافت کے ساتھ ہدیہ نذرانہ پیش کرنا اس کا عام مزاج ہے۔

چنانچہ قطر پہونچنے کے بعد جن حضرات سے واقفیت تھی یا جنھوں نے آمد کی

اطلاع پائی وہ ملاقات کے لئے آنے لگے اور دعوتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

چنانچہ ۲۲؍محرم مطابق ۴؍مارچ جمعہ کے دن دوحہ ہی کے ایک علاقہ الخور میں دعوت ہوئی جہاں کی مسجد کی خدمت پر مامور مولانا شبلی تھے جو ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا فیاض احمد صاحب گیاوی کے داماد تھے، ان کو جب خادم کی آمد کی اطلاع ملی تو فوراً انہوں نے دعوت کی پیشکش کر دی۔ چنانچہ شام کے وقت بعد مغرب ان کے یہاں پہونچنا ہوا، کئی گھنٹہ قیام رہا، دعوت سے فارغ ہو کر رات ہی میں واپسی ہو گئی۔

۲۳؍محرم مطابق ۵؍مارچ سنیچر کے دن شام کے وقت مولانا عبد الحی صاحب کی دعوت پر ان کے مکان پر جانا ہوا، مولانا موصوف چندن بارہ ضلع مشرقی چمپارن کے رہنے والے ہیں، ایک طویل عرصہ تک وہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے شعبۂ جرائد و رسائل سے وابستہ رہے اور وہاں کے ذمہ دار بالخصوص حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی سے بہت قریبی تعلقات تھے، سبھی حضرات عزت وقدر کی نگاہوں سے آپ کو دیکھتے تھے، طبیعت کے اعتبار سے کم گو اور بہت سنجیدہ ہیں، معاملہ فہم اور حل المشکلات کی بہتر صلاحیت رکھتے ہیں، بزرگوں کے ساتھ خوردوں سے بہت مشفقانہ برتاؤ رکھتے ہیں۔

قطر میں ایک اہم سرکاری شعبہ میں ملازمت کی جگہ نکلی اپنے بڑوں سے مشورہ کے بعد ندوہ سے قطر پہونچ گئے اور وہاں کی ملازمت اختیار کر لی اور بالتدریج وہاں کے دستور کے مطابق اہل خانہ کو بھی وہیں بلا لیا اور سیٹ ہو گئے۔

بہر حال خادم ان کی دعوت پر ان کی رہائش گاہ پر پہونچا اور کئی گھنٹہ قیام رہا

اور مختلف مسائل پر تبادلۂ خیال ہوا، اس کے بعد پُر تکلف ضیافت سے فارغ ہوکر واپسی ہوگئی۔

۲۴ر محرم مطابق ۶ر مارچ اتوار کے دن شام کے وقت مولانا عقیل صاحب سمستی پوری کی دعوت پر ان کے یہاں جانا ہوا۔ مولانا عقیل صاحب سمستی پور بہار کے رہنے والے ہیں، بے پناہ شریف، ملنسار، با اخلاق، با کردار اعمال کے پابند بزرگ نواز ہیں، ہر ایک کی عزت کرنا ان کا طرۂ امتیاز ہے، غربت سے امیری تک اللہ نے پہونچایا لیکن اپنے بزرگوں کے ساتھ خوردوں کو بھی کبھی فراموش نہیں کیا، ہر ایک کی دلداری و دلجوئی میں ہمیشہ فراخدلی کے ساتھ لگے رہے۔ ایک مسجد کی خدمت کا اللہ نے موقعہ دیا اس سے وابستہ ہوکر قطر پہونچے اور اہل خانہ کے ساتھ وہاں مقیم ہوگئے۔ ان کے یہاں بھی کئی گھنٹہ قیام رہا، مختلف مسائل پر انہوں نے تبادلۂ خیال کیا، اس کے بعد کھانے سے فارغ ہوکر قیام گاہ پر واپسی ہوگئی۔

۲۵ر محرم مطابق ۷ر مارچ دوشنبہ کے دن شام کے وقت مولانا صابر میواتی کے یہاں دعوت ہوئی۔

مولانا صابر صاحب میوات کے رہنے والے با اخلاق ملنسار تھے، کئی گھنٹہ ان کے مکان پر علمی حلقہ رہا، انہوں نے اپنے اور دوستوں کو بھی مدعو کر رکھا تھا، جو شریک طعام کے ساتھ شریک مجلس بھی تھے، وہ بھی ایک مسجد کی خدمت سے وابستہ تھے، ان کی ملاقات بھی بہت خوشگوار رہی، اخیر میں کھانا کھا کر قیام گاہ پر واپسی ہوگئی۔

۲۶ر محرم مطابق ۸ر مارچ منگل کے دن بعد نماز عشاء مسجد شیخہ روضۂ بیان طے

پایا۔اس کے محرک مفتی شاہد صاحب پوٹریا ضلع جونپور تھے، وہ بھی قطر میں قیام پذیر تھے اور تحفیظ کے ساتھ ایک مسجد کی خدمت سے وابستہ تھے، خادم کی قطر میں آمد کی اطلاع جب ان کو ملی تو پرانے تعلقات اور علمی واقفیت کی وجہ سے مستقر پر ملاقات کے لئے آئے اور انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ہندوستان سے جب کبار علماء یہاں تشریف لاتے ہیں تو ان کا ایک دو پروگرام ضرور ہوتا ہے۔اس طرح عوام وخواص کو ان سے علمی استفادہ کا موقعہ مل جاتا ہے، لہذا ایک دو بیان آپ کا بھی ہونا چاہئے، خادم نے ان سے بہت معذرت کی، لیکن وہ مانے نہیں باضابطہ دو مساجد کا پروگرام بنادیا اور اوقاف سے اجازت لے کر اشتہار چھپوا کر مختلف مساجد میں آویزاں کروادیا۔ چنانچہ پہلا پروگرام مسجد شیخہ روضہ میں ہوا جس میں اردوداں مختلف ممالک کے کثیر تعداد میں جمع ہوئے، سب سے پہلے مفتی شاہد صاحب قاسمی نے خادم کا تعارف کرایا اس کے بعد خادم کا بیان ہوا، موضوع تھا زندگی کے تین مراحل بچپن، جوانی، بڑھاپا، اس کی کوتاہیاں اور فرائض وواجبات پر تفصیلی گفتگو خادم نے کی، حاضرین نے بہت پسند کیا اور سب نے پروگرام کو بامقصد اور کامیاب قرار دیا فللہ الحمد والشکر۔

۲۷ر محرم مطابق ۹ر مارچ بدھ کے دن بعد نماز عشاء مسجد بخاری میں خطاب عام کا پروگرام طے پایا، چنانچہ یہ خادم عشاء کی نماز میں وہاں حاضر ہوگیا اور بعد نماز عشاء عوام وخواص کے مجمع میں پہلے مفتی شاہد صاحب قاسمی نے اس خادم کا تعارف کرایا اس کے بعد خادم کا بیان ہوا جس کا موضوع تھا ’ایمان قلب زبان کا باہمی ربط اور اس کے تقاضے‘، تفصیل کے ساتھ حدیث وقرآن کی روشنی میں اس موضوع پر خادم

نے گفتگو کی عوام وخواص سب خطاب سے محظوظ ہوئے اور ہر ایک نے پسند کیا، بیان سے فارغ ہونے کے بعد سب لوگوں نے سلام ومصافحہ کیا، اس کے بعد قیام گاہ پر واپسی ہوگئی۔ اس کے بعد دوروز قطر کی سیاحت اور اہم مقامات کی زیارت کی خاطر خالی رکھا گیا۔ چنانچہ اس سے فارغ ہوکر ۲؍صفر مطابق ۱۳؍ مارچ سنیچر کے دن رات میں ساڑھے نو بجے قطر سے روانہ ہوکر ۳؍صفر مطابق ۱۴؍ مارچ اتوار کے دن دہلی واپسی ہوگئی اور اسی دن کیفیات سے چل کر ۴؍صفر مطابق ۱۵؍ مارچ منگل کے دن دارالعلوم پہونچ کر تعلیمی وتعمیری کام میں مصروف ہوگیا۔

آمد مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی

۴؍ربیع الاول ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۴؍اپریل ۲۰۰۵ء جمعرات کے دن حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی کا سفر سرائے میر کے ایک مدرسہ کے ایک جلسہ میں طے پایا جس کی اطلاع ہمارے مخلص دوست حاجی یحیٰی صاحب کو ہوگئی انہوں نے اس خادم کو فون کر کے اس خواہش کا اظہار کیا کہ مفتی ابوالقاسم صاحب کا سفر سرائے میر کا ہے اور سرائے میر کے راستہ میں سنجر پور آتا ہے اور اس سے قریب آپ کا ادارہ دارالعلوم مہذب پور ہے، میری خواہش ہے کہ اس موقع سے اگر وہ دارالعلوم مہذب پور بھی آجاتے اور اپنی آنکھوں سے ادارہ کو دیکھ لیتے تو بہت اچھا ہوتا۔

چنانچہ حاجی یحیٰی صاحب کی خواہش پر مفتی ابوالقاسم صاحب کو اس خادم نے

دارالعلوم مہذب پورآنے کی دعوت دی، انہوں نے منظور کیا اور اپنے تمام رفقاء کے ساتھ ۴ر ربیع الاول مطابق ۱۴ر اپریل جمعرات کے دن عصر سے قبل دار العلوم مہذب پور تشریف لائے، مدرسہ کو دیکھا طلباء اساتذہ سے ملاقات کی رجسٹر تاثرات پر اپنا عینی مشاہدہ بھی قلمبند کیا اور چائے وغیرہ سے فارغ ہوکر اپنے قافلے کے ساتھ سرائے میر کے لئے روانہ ہوگئے، ان کی یہاں آمد اور جامعہ کو دیکھنے کے بعد اظہار اطمینان پر اس خادم سے زیادہ حاجی یحیٰی صاحب کو خوشی ہوئی اور یہاں سے بہت خوش اور مطمئن ہوکر روانہ ہوئے۔

خادم کے مختلف اسفار

حسب معمول ۲۰۰۵ء میں بھی اس خادم کا سفر یو، کے کا ہوا، چنانچہ ۱۲ر ربیع الاول مطابق ۲۲ر اپریل جمعہ کے دن بذریعہ کیفیات ایکسپریس اعظم گڈھ سے روانہ ہوکر اگلے دن دہلی پہونچ گیا اور ۱۴ر ربیع الاول مطابق ۲۴ر اپریل اتوار کے دن دہلی سے مانچسٹر کے لئے روانگی ہوئی، وہاں کے قیام کے دوران مختلف شہروں کی مساجد میں دینی وتبلیغی واصلاحی بیانات ہوئے اور بہت سے علمی حلقوں میں علمی مجلسیں ہوئیں جس سے عوام وخواص نے بھرپور استفادہ کیا، اس کے بعد ۲۰ر جمادی الثانیہ مطابق ۲۷ر جولائی مانچسٹر سے دہلی کے لئے واپسی ہوئی اور اسی دن بذریعہ کیفیات دہلی سے روانہ ہوکر ۲۲ر جمادی الثانیہ مطابق ۲۹ر جولائی جمعہ کے دن دارالعلوم پہونچ کر تعلیمی

وتعمیری اورانتظامی کاموں میں مصروف ہوگیا۔

۹؍رمضان ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۴؍اکتوبر ۲۰۰۵ء جمعہ کے دن حسب معمول دبئی کا سفر ہوا اور بیس یوم وہاں کا قیام رہا، جس میں وہاں کے احباب ورفقاء سے ملاقاتیں ہوئیں اور بہت سی جگہوں پر علمی ودینی مجلسوں سے خطاب کرنے کا بھی موقعہ ملا جس سے لوگوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔

یکم شوال مطابق ۴؍نومبر جمعہ کے دن سفر سے واپسی ہوگئی اور دہلی پہونچ کر وطن کے لئے روانہ ہوگیا، چندروز کے قیام کے بعد دارالعلوم مہذب پور واپسی ہوگئی اور داخلہ کی کارروائی شروع کردیا۔

۱۶؍ذیقعدہ ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۹؍دسمبر سوموار کے دن اس خادم کے خسر حاجی نظام الدین صاحب مع اہلیہ حج بیت اللہ کے لئے وطن سے روانہ ہوئے، یہ خادم بھی روانگی کے موقعہ سے ان کے گھر پہونچا اور دستور کے مطابق ان کو الوداع کیا۔ الحمدللہ عافیت کے ساتھ حج کے مبارک سفر سے وقت مقررہ پر واپس آ گئے۔ فللہ الحمد والشکر۔



۲۰۰۶ء مطابق ۲۷/۱۴۲۶ھ کے اہم واقعات:

عزیزم شاکرہ ثروت جو اس خادم کی دوسرے نمبر کی بہت ہونہار، ہوشیار، خدمت گزار، معاملہ شناس بچی تھی جس کو اس خادم کا بہت زیادہ لاڈ پیار حاصل تھا جو اس خادم کی خازنہ اور گھر کی سکریٹری تھی اور میرے تمام اسرار ورموز سے وہ واقف تھی، لیکن کسی کی ہمت نہیں تھی کہ اس سے کوئی بات معلوم کرلے اور نہ کسی کو وہ بتاتی تھی جس کی وجہ سے گھر کے اندر ہی کچھ ناہنجار ایسے پیدا ہو گئے تھے جو اس سے جلتے تھے، لیکن اس کو اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی وہ میری ہدایات پر گامزن رہ کر ہر کام اپنے وقت پر انجام دیتی تھی۔

جس کا تذکرہ اس سے پہلے بھی آچکا ہے ۲۷/فروری بدھ کے دن ۲۰۰۲ء میں اس کا نکاح عزیزم ضیاء الحق پسر ماسٹر مستقیم صاحب ساکن اوریاڈھا کہ ضلع مشرقی چمپارن سے ہو چکا تھا، اب علاقائی دستور کے مطابق باری رخصتی کی تھی۔

رخصتی شاکرہ ثروت

چنانچہ اوریا والوں کی خواہش و اصرار پر ۲۹/ ذی قعدہ ۱۴۲۶ھ مطابق ۱/جنوری ۲۰۰۶ء اتوار کے دن رخصتی طے پائی۔ چنانچہ تاریخ طے ہونے کے بعد یہ خادم وطن پہونچا اور علاقائی دستور ورسم ورواج کے مطابق تیاری شروع کی، دو ہفتہ کی

تیاری کے بعد وقت مقررہ پر مہمان آئے جس میں کلیدی کردار عزیزم ضیاء الحق سلمہ کے بڑے بھائی حمزہ بابو نے ادا کیا اور تمام معاملات باحسن وجوہ انجام تک پہونچا اور کسی قسم کی کوئی ناخوشگوار بات پیش نہیں آنے دیا اور الحمد للہ بخیر وخوبی بچی بعافیت سسرال رخصت ہوگئی۔

کل ہوکر ۲ر جنوری دوشنبہ کے دن اوریا کے مہمانوں نے ولیمہ کا اہتمام کیا جس میں یہ خادم اپنے اعزاء واقارب کے ساتھ شریک ہوا اور نم آنکھوں سے بچی سے ملاقات کی اور دعاؤں سے نواز کر شام کے وقت واپسی ہوگئی۔

خادم کے مختلف اسفار

اس سال بھی سالہاء گذشتہ کی طرح کئی اہم اسفار ہوئے۔ ۱۵ر محرم ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۴ر فروری منگل کے دن چندروز کے لئے کلکتہ کے احباب کے اصرار وخواہش پر کلکتہ کا سفر ہوا۔ چندروز وہاں قیام کیا اور مختلف علمی مجالس میں شرکت کے ساتھ مختلف مقامات پر خطاب ہوئے اور عوام وخواص نے بھرپور استفادہ کیا۔ پروگرام کے مطابق ۱۸ر محرم مطابق ۱۷ر فروری جمعہ کے دن کلکتہ سے روانہ ہوکر اگلے دن دارالعلوم مہذب پور پہونچ گیا۔

۳ر صفر ۱۴۲۷ھ مطابق ۴ر مارچ ۲۰۰۶ شنبہ کے دن بذریعہ کیفیات ایکسپریس دہلی جانا ہوا چندروز دہلی میں حاجی شفاعت علی صاحب کے یہاں شفاعت

گیسٹ ہاؤس میں قیام رہا، اسی دوران یو کے ویزا کی بھی اپلائی کی اور الحمدللہ ۶ ؍صفر مطابق ۷ ؍مارچ منگل کے دن یو کے کا ویزا مل گیا اس کے بعد چند روز دہلی میں دیگر مصروفیات کی وجہ سے قیام رہا۔

پھر دہلی ہی سے ۹ ؍صفر مطابق ۱۰ ؍مارچ جمعہ کے دن بذریعہ فلائٹ دہلی سے بنگلور جانا ہوا اور بنگلور سے بذریعہ امبیسٹر کار وایا میسور اس مقام پر جانا ہوا۔ جہاں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا سہ روزہ فقہی سمینار تھا تین روز وہاں قیام رہا اور ہونے والی نشستوں میں شرکت کی مختلف انداز کے مسائل پر تین روز تک مسلسل آنے والے علماء وفقہاء نے غور وفکر کے بعد آخری دن تجاویز سے امت کو آشنا کرایا گیا۔

دارالعلوم مہذب پور میں سمینار کی دعوت

حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب جب باحیات تھے اسی وقت سے دیگر احباب ورفقاء کے ساتھ خود حضرت قاضی صاحب کی بھی یہ خواہش تھی دارالعلوم مہذب پور میں ایک سمینار ہونا چاہئے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ مفتی صاحب، آپ اپنے یہاں سمینار کب کرا رہے ہیں؟ لیکن جواب میں یہ خادم سکوت اختیار کرتا، چونکہ دارالعلوم مہذب پور تک پہونچنے کے لئے نہ راستہ کی سہولت تھی اور نہ ہی اتنی تعمیر تھی جس میں آنے والے تمام مہمانوں کا قیام کرایا جاسکے۔

بہر حال میسور کے سمینار میں پھر احباب نے اس کو دھرایا اور تذکرہ کیا۔

چنانچہ خادم نے بے سروسامانی کے باوجود تحریری دعوت نامہ اکیڈمی کے ذمہ داروں کی خدمت میں پیش کردیا۔ چند مہینہ کے بعد خادم کو تحریری جواب ملا، اگلا سولہواں سمینار آپ کے یہاں ہونا طے پا گیا ہے، کمیٹی نے منظوری دیدی ہے۔

چنانچہ اس کے بعد یہ خادم اس کی تیاری میں اپنے رفقاء کے ساتھ ہمہ تن مصروف ہوگیا، جس کا تذکرہ انشاءاللہ آئندہ کے صفحات میں آپ پڑھیں گے۔

میسور کے سمینار سے بذریعہ طیارہ دہلی واپسی ہوئی اور دہلی سے ۱۳ / صفر مطابق ۱۴ / مارچ منگل کے دن اعظم گڈھ کے لئے واپسی ہوگئی اور آنے کے بعد تعلیمی وتعمیری کاموں میں مصروف ہوگیا۔

سفر یوکے

ہر سال کی طرح اس سال بھی الحمد للہ یوکے کا ویزا حاصل ہوگیا اور حسب معمول یہ خادم تبلیغی واصلاحی ودعوتی سفر پر ۲۵ / ربیع الاول ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۴ / اپریل ۲۰۰۶ء دوشنبہ کے دن مانچسٹر کے لئے دہلی سے روانہ ہوکر بعافیت منزل پر پہونچ گیا اور پروگرام کے مطابق مختلف شہروں کا دورہ ہوا، بہت سی جگہوں پر خطابات ہوئے، بہت سی علمی مجلسوں سے خطاب کا موقعہ ملا، حسب پروگرام پرسٹن سے لندن تک جانا ہوا، مختلف احباب ورفقاء سے ملاقات ہوئی۔

۲۰ / جمادی الثانیہ مطابق ۱۷ / جولائی دوشنبہ کے دن مانچسٹر سے دہلی واپسی

ہوئی، اس کے بعد دارالعلوم پہونچ کر یہ خادم ۲۰۰۷ء میں ہونے والے فقہی سمینار کی تیاری میں ہمہ تن مصروف ہوگیا، حتی کہ پورا رمضان دارالعلوم ہی میں قیام کیا اور تعمیری کام میں لگا رہا، مسلسل ۸؍مہینہ تعمیری کام ہوتا رہا تب جا کر جامعہ اس قابل بنا کہ اسمیں تین چار سو مہمان قیام کرسکیں اور پُرسکون ماحول میں سارا پروگرام ہو سکے۔ انشاء اللہ سمینار کی تفصیلات ۲۰۰۷ء کی کارگزاری میں آپ پڑھیں گے۔

مجلس ختم قرآن پاک وعربی کتب

رجب کے اخیر میں طلباء واساتذہ کا اصرار ہوا کہ اس سال بہت سے طلباء حفظ سے فارغ ہوئے ہیں، نیز عربی درجات کی بھی کئی اہم کتابیں ختم ہوئی ہیں، لہٰذا کوئی پروگرام ہوجائے تاکہ حفاظ طلباء کا اجتماعی ختم بھی ہوجائے اوران کی حوصلہ افزائی بھی ہوجائے۔

چنانچہ ۴؍شعبان ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۹؍اگست ۲۰۰۶ء منگل کے دن بعد نماز مغرب پروگرام طے پایا، علاقائی علماء کو دعوت دی گئی، ماشاء اللہ ۱۵؍علماء تشریف لائے جسمیں حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب پھولپوری اور حضرت مولانا عبدالرشید صاحب سلطانپوری حضرت مولانا عبدالعظیم صاحب ندوی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

چنانچہ سبھی حضرات علماء کرام کی موجودگی میں تیس حفاظ کا اجتماعی ختم قرآن ہوا اور کچھ عربی درجات کی کتابوں کی تکمیل ہوئی۔ اس طرح ختم قرآن پاک کی ایک پاکیزہ

مجلس کا قیام عمل میں آیا، اختتام پروگرام کے بعد تمام مہمانوں نے کھانا تناول فرمایا اپنے تأثرات رجسٹر پر ثبت کئے اس کے بعد سب اپنی اپنی گاڑیوں سے روانہ ہوگئے۔

پیدائش صالحہ بنت شاکرہ ثروت

عزیزہ شاکرہ ثروت سلمہا جس کی رخصتی یکم جنوری ۲۰۰۶ء میں ہوئی تھی جس کا تذکرہ اس سے پہلے سابقہ صفحات میں آچکا ہے، اللہ تعالیٰ نے ۷ر رمضان ۱۴۲۷ھ مطابق یکم ستمبر ۲۰۰۶ء اتوار کے دن ایک بچی عطا فرمایا جس کا نام صالحہ ثروت رکھا گیا، بعد میں چل کر یہ بچی بچپن ہی میں اپنی ماں کی شفقتوں سے محروم ہوگئی جس کی تفصیل انشاءاللہ آئندہ کے صفحات میں آپ پڑھیں گے، کچھ عرصہ تک نانا نانی کے پاس رہی، اس کے بعد سے اپنے والد کے پاس رہتی ہے اور الحمدللہ مطمئن اور خوش ہے، اللہ پاک نے جو صلاحیت اس کی ماں کو دی تھی وہ تمام تر صلاحیتیں اس بچی میں اس کم عمری میں بھی موجود ہیں اور اس خادم کے لئے نعم البدل تو نہیں لیکن بہت سے کاموں میں بدل ضرور ہے، اللہ نے اس کو اسم بامسمی بنایا ہے، بچپن ہی سے صوم وصلوۃ کی پابند ہے اور ہر کام کا شعور وسلیقہ بھی بھرپور ہے، اس خادم کی بہت سی ناگہانی مسائل اور حوادث میں بڑوں کی طرح تسلی دے کر غم ہلکا کرتی ہے راز داری کی جو صفت اس کی والدہ میں تھی وہ خوبی پورے طور پر اس میں پائی جاتی ہے، دعاء ہے اللہ تعالیٰ اس کو علم وعمل سے نوازے اور صحت وعافیت کے ساتھ لمبی اور خوشگوار زندگی اس کو نصیب فرمائے۔

رخصتی ہاجرہ طلعت

اس خادم کی بچیوں میں تیسرے نمبر کی بچی کا نام ہاجرہ طلعت ہے جس کی شادی کا تذکرہ اس سے پہلے یہ خادم لکھ چکا ہے، معاہدہ کے تحت اس کی رخصتی دو سال کے بعد ہونی تھی، لیکن اس کے سسرال والے نکاح کے ایک ہی سال کے بعد رخصتی کے پیچھے پڑ گئے اور اتنا دباؤ بنایا کہ نکاح کے ایک سال کے بعد ۲۹/ ذیقعدہ ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۱/ دسمبر ۲۰۰۶ء جمعرات کے دن بچی کی رخصتی کی تاریخ طے کرنی پڑی۔ چنانچہ علاقائی رسم ورواج کے مطابق تاریخ مذکور پر بارات آئی اور شام کے وقت عزیزہ ہاجرہ طلعت سلمہا کی رخصتی عمل میں آئی۔ اس طرح تیسرے نمبر کی بچی کی بھی شادی کے فرائض سے ۲۰۰۶ء میں یہ خادم سبکدوش ہوگیا، اس کے بعد صرف ایک بچی باقی رہ گئی جس کا نام رابعہ فرحت ہے، جس کا تذکرہ انشاء اللہ اس کے بعد کے صفحات میں آپ پڑھیں گے۔



۲۰۰۷ء مطابق ۱۴۲۷/۲۸ کے اہم واقعات

جیسا کہ اس سے قبل یہ خادم عرض کر چکا ہے کہ ۲۰۰۶ میں میسور میں ہونے والے سمینار میں ۲۰۰۷ء میں ہونے والے سولہویں سمینار کا یہ خادم داعی بن چکا تھا جس کی منظوری بعد میں آ گئی تھی اور اسلامک فقہ اکیڈمی کا ایک وفد آ کر محل وقوع کا جائزہ بھی لے چکا تھا اور جن امور کی ضرورت تھی وفد نے نشاندہی بھی کر دی تھی، اس لئے یہ خادم ۲۰۰۶ء سے اس کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔

سب سے پہلے تعمیری کام جو ضروری تھا اس کی تکمیل پر توجہ کی گئی، چنانچہ درجنوں کمرے، ڈائننگ ہال، پانی کی ٹنکی، بیت الخلاء وغیرہ کی تعمیر کا کام شروع کیا جس پر ایک خطیر رقم صرف ہوئی، لیکن الحمد للہ وقت سے پہلے ساری تیاری مکمل ہو گئی اور دوبارہ اسلامک فقہ اکیڈمی کے وفد نے آ کر انتظامات کا معائنہ کیا اور خوشی واطمینان کا اظہار کیا۔ اس کے بعد نمبر تھا ضیافت کمیٹی کے انتخاب اور تشکیل اور دوران سمینار مہمانوں کو پیش کئے جانے والے کھانے کے مینو کا۔

اس اہم کام میں کلیدی کردار ہمارے مخلص دوست جناب اشتیاق احمد صاحب بلڈر شہر اعظم گڈھ نے انجام دیا، انہوں نے مینو تیار کرنے سے لے کر باورچی کی فراہمی اشیاء خورد ونوش کا انتظام اور وقت پر ہر چیز تیار کروا کر مہمانوں کے سامنے پیش کرنا اور اعظم گڈھ کی ضیافت کا جو خاص انداز ہے اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر وقت

میں آئٹم کی تبدیلی کے ساتھ کھانے میں تنوع پیدا کرنا انتہائی اہم اور نازک کام تھا، لیکن سلام ہو اشتیاق بھائی پر کہ انہوں نے اتنی بیدار مغزی اور اہتمام کے ساتھ اس طویل خدمت کو انجام دیا کہ یہ خادم بالکل بےفکر ہو گیا، دیکھنے کی بھی نوبت نہیں آئی اور رنگ برنگ مختلف انواع واقسام کے کھانے وہ تیار کروا کر بروقت پیش کرتے رہے تا آنکہ سارے مہمان بول اٹھے کہ اتنی اچھی ضیافت آج تک کسی سمینار میں نہیں ہوئی اور ایک عرصہ تک یہاں کی ضیافت کا تذکرہ شرکاء ومندوبین کی زبانوں پر رہا۔

کھانے کے نظم وانتظام کی جو کمیٹی خادم نے بنائی اس میں دو اہم نام اور تھے (۱) حاجی اطہر صاحب مسلم کالونی سرائے میر (۲) جناب رکن الدین صاحب مسلم کالونی ان دونوں حضرات نے بھی جناب اشتیاق احمد صاحب کا بھرپور تعاون کیا اور ہر کام ومشورہ میں شریک رہے، انہی حضرات کے مشورہ سے بکرے سلطانپور سے تھوک بھاؤ کے ریٹ سے برآمد کئے گئے۔ اور دیگر ضروریات کی فراہمی کے لئے جہاں جناب اشتیاق احمد صاحب کی ٹیم ہمہ وقت مستعد وتیار تھی، وہیں یہ دونوں حضرات بھی انکا بھرپور تعاون کرتے رہے۔

کھانا کھلانے کے لئے ڈائننگ ہال میں میز کرسی کا نظم مشورہ کے بعد کیا گیا جس میں کھانے والوں کے ساتھ کھلانے والوں کی راحت کو ملحوظ رکھا گیا اور برتن اٹھانے رکھنے اور کھانا اٹھانے اور رکھنے والوں کی راحت وسہولت کے پیش نظر یہ نظم کیا گیا۔

کھلانے والے طلباء واساتذہ تھے، یہ بھی ایک اہم کام تھا، چار پانچ روز پابندی کے ساتھ وقت پر خوش اسلوبی کے ساتھ چار سو پانچ سو لوگوں کو کھانا کھلانا یہ بھی

ایک صبر آزما اور اہم کام تھا، اس کی ٹیم جو بنائی گئی اس میں کلیدی کردار مولانا فیض احمد صاحب قاسمی چمپارنی نے ادا کیا، طلباء کی بروقت فراہمی، بروقت دسترخوان پر ہر چیز کی موجودگی، کھلانے والے طلباء کی نگرانی، بیدار مغزی اور پوری اپنائیت کے ساتھ انہوں نے یہ خدمت انجام دیا اور پایۂ تکمیل تک پہونچایا۔

فجر کی نماز کے بعد چائے وغیرہ پیش کرنے کے لئے ایک ٹیم بنائی گئی جس میں صرف طلباء و اساتذہ تھے، اس خدمت کے لئے کلیدی کردار مفتی کتاب اللہ صاحب بستوی کو انجام دینا تھا، چنانچہ وہ بروقت مہمانوں کو بعد نماز فجر طلباء کو لے کر چائے مع دیگر لوازمات بسکٹ نمکین وغیرہ پیش کرتے رہے اور الحمد کسی کو نہ شکایت کا موقعہ ملا اور نہ ہی تخلف ہوا۔

اسی طرح مہمانوں کے کھانے پینے کی چیزوں کا جو اسٹور تھا اس کا ذمہ دار جناب محمد داؤد صاحب سیہی پور والے کو بنایا گیا اور انہوں نے پوری دیانت داری کے ساتھ اس کی نگرانی کی اور اسٹور ہر طرح کے خرد برد سے محفوظ رہا اور بروقت ہر سامان باورچی کو مہیا ہوتا رہا۔

صبح کی چائے بسکٹ، نمکین وغیرہ کا اسٹور الگ بنایا گیا اور اس کی نگرانی حاجی نذیر اطہر صاحب برہانپوری کے ذمہ کی گئی اور انہوں نے پوری بیدار مغزی کے ساتھ اسٹور کی نگرانی کی اور موجود سامان کی حفاظت کے ساتھ بروقت فراہمی کا فریضہ انجام دیا اور الحمد للہ کھانے اور چائے کے اسٹور میں اتنی وافر مقدار میں سامان کی فراہمی کردی گئی تھی کے پانچ چھ روز کی ضیافت کے بعد بھی اچھی خاصی مقدار میں سامان بچ

گیا اور دکاندار کو واپس کرنا پڑا۔

اسی طرح حضرات علماء ومندوبین کی قیام گاہوں کی نگرانی اور صفائی وستھرائی کے لئے ایک ٹیم بنائی گئی جس میں طلباء واساتذہ شریک تھے اور اس ٹیم کے کپتان مولانا انور حسین قاسمی ناظم تعلیمات جامعہ تھے، انہوں نے یہ خدمت اس انداز سے انجام دی کہ سارے علماء ومندوبین حیران رہ گئے، مہمانوں کے کمروں سے نکلنے کے بعد پابندی سے دونوں وقت کمروں کی صفائی کرواتے، چادر درست کرواتے اور رہائش کے کمروں کو جدید ترتیب سے آراستہ کردیتے کہ آنے والے مہمان جب اس کمرے میں داخل ہوتے تو ان کو ایسا محسوس ہوتا کہ میں پہلی مرتبہ اس کمرے میں آرہا ہوں، غیر مرتب کوئی چیز ان کو کمرے میں نظر نہیں آتی تھی، نیز ہر دوسرے دن بچھانے والی چادر تبدیل کردی جاتی تھی۔

اس سمینار کی ایک خصوصیت یہ بھی رہی کہ مہمانوں کے تبدیل شدہ کپڑوں کے دھونے کے لئے باضابطہ دھوبی متعین کردیا گیا تھا جو روزانہ مہمانوں کا مستعمل کپڑا لے جاتا اور دھوکر سکھا کر پریس کرکے دوسرے دن صبح کو پہونچا دیا کرتا تھا یہ وہ خدمت تھی جو کسی سمینار میں نہیں کی گئی۔

سمینار سے پہلے احباب کی خواہش پر ایک استقبالیہ کمیٹی بنائی گئی جسکے ارکان دور وقریب کے علماء وعمائدین طے پائے، باضابطہ ان حضرات کو ان کے عہدہ سے تحریری طور پر مطلع کیا گیا اور مطبوعہ اشتہار میں بھی ان کے عہدے کے ساتھ ان کا نام شائع کیا گیا، ان میں سے اکثر حضرات نے اپنی وسعت وہمت کے مطابق مجوزہ

خدمت کوانجام دیا۔

جیسا کہ اس سے قبل یہ خادم لکھ چکا ہے کہ اس سمینار کی تیاری میں مسلسل آٹھ مہینے مصروف رہنا پڑا، پہلے تو تعمیری کام کومکمل کیا، اس کے بعد دوسرے انتظامی کاموں میں منہمک ہوا، اس سال ۳۵ پینتیس مدرسین وملازمین تھے، عربی کی تعلیم مشکوٰۃ شریف تک ہورہی تھی، حفظ کی سات درسگاہیں تھیں، ساڑھے تین سو طلبا مطبخ سے کھانے والے تھے، اتنے بڑے بوجھ کے ساتھ سمینار کا بوجھ مزید برآں تھا، لیکن سارا کام اللہ نے باحسن وجوہ پورا کیا اور ہر کام پایۂ تکمیل کو پہونچا، طلباء واساتذہ کی کثرت کی وجہ سے ہرنوع کے انتظامی کاموں میں بہت مدد ملی اور طلباء واساتذہ نے خوشی خوشی ہر کام کوانجام دیا، باہر سے کسی طرح کی مدد لینے کی ضرورت نہیں پڑی۔

جوں جوں سمینار کا وقت قریب آتا گیا کام کے ساتھ مسائل بڑھتے گئے، ان مسائل میں ایک مسئلہ جو اخیر تک دردسر بنا رہا وہ ان معاندین وحاسدین کا پیدا کردہ تھا جو اسلامک فقہ اکیڈمی اور اس کے بانی وکام سے للّٰہی بغض رکھتے تھے اور اس عناد و بغض کا مظہر سرائے میر کی مارکیٹ کو بنایا اور منارہ مسجد کے ممبر ومحراب کو اور سرائے میر بازار کے در ودیوار کو اپنے بغض وعناد اور حسد وتعصب کے اظہار کا ذریعہ بنایا اور ان لوگوں نے مقامی بعض ناعاقبت اندیشوں کو آلہ کار بنایا اور قدم قدم پر مسلسل کئی ماہ تک فتنہ پروری اور رخنہ اندازی کے ساتھ اخبارات کو غلط اور جھوٹ پرمبنی بیانات کے لئے استعمال کرکے ہرممکن اس خادم اور جامعہ اور اسلامک فقہ اکیڈمی اور ہونے والے سمینار کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش کی یہاں تک کہ اکیڈمی کے اکابرین یہ سوچنے پر

مجبور ہو گئے کہ دارالعلوم مہذب پور کا سمینار باقی رکھا جائے یا موقوف کر دیا جائے، اس میٹنگ میں حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند وصدر اسلامک فقہ اکیڈمی نے یہ کہہ کر سب کو خاموش کر دیا کہ سرائے میر سے جو فتنہ اٹھایا جا رہا ہے اور اس فتنہ کا جو بانی ومبانی ہے اس کو میں خوب جانتا ہوں، وہ مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی کا کچھ نہیں بگاڑ پائے گا، البتہ یہ ضرور دیکھ لیا جائے کہ سمینار کے اخراجات کا بوجھ مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی اٹھا پائیں گے یا نہیں، اس کے بعد باتفاق رائے یہ طے پا گیا کہ سمینار اپنے وقت مقررہ پر دارالعلوم مہذب پور میں ہوگا وہ موقوف نہیں کیا جائے گا۔

جس زمانہ میں یہ شورش پیدا کی گئی، اس وقت اس خادم کا بوجھ دوبالا ہو گیا رات بھر اساتذہ کو لے کر سمینار سے متعلق کاموں کی ترتیب اور نظم وانتظام میں لگا رہتا اور دن میں سرائے میر بازار کے در ودیوار پر چسپاں ہونے والے اعتراضات کے جوابات لکھ کر چھپوا کر سرائے میر بازار کے درودیوار پر لگوانے کا کام کرتا رات میں دس بجے واپس آتا اور صبح تک پھر لیلی کاموں مصروف ہو جاتا، اس کام میں اس خادم کے ساتھ مولانا انور حسین صاحب قاسمی مفتی ندیم اختر صاحب قاسمی مفتی نجیب شہزاد صاحب قاسمی پابندی کے ساتھ شریک کار رہا کرتے تھے۔

جب سرائے میر کے بعض معاندین و حاسدین نے مقامی بعض جاہل وناعاقبت اندیشوں کو لے کر شرانگیزی شروع کی تو اس کی سرکوبی کے لئے جہاں علاقائی بہت سے علماء وعمائدین نے ان حاسدین اور معاندین کا تقریراً وتحریراً تعاقب کیا ان میں پیش پیش حضرت مولانا مفتی شعیب صاحب قاسمی شیخ الحدیث مدرسۃ الاصلاح

سرائے میر رہے، انہوں نے تقریراً وتحریراً اجتماعاً وانفراداً لیلاً ونہاراً حتی کہ جامع مسجد سرائے میر کے ممبر ومحراب سے بھی ان کا تعاقب کیا اور بھرپور جواب دے کر جامعہ اسلامیہ دارالعلوم اوراس خادم کا سراونچا کیا۔

جب فتنہ سر پر چڑھ کر بول رہا تھا اس وقت خادم نے جامعہ کے ہمدرد اور محبین کی ایک میٹنگ طلب کی جس میں حضرت مولانا مفتی محمد شعیب صاحب قاسمی نے نام لے کر للکارا اور پورے غیض وغضب کے ساتھ ان کو پھٹکار لگائی، اور جب اخبار کی غلط بیانی اور الزام تراشی کے جواب میں اعظم گڈھ میں اخباری نمائندوں کی ایک میٹنگ طلب کی گئی جس میں درجنوں نمائندے شریک ہوئے، اس کی صدارت بھی حضرت مولانا مفتی محمد شعیب صاحب قاسمی نے کی اور غلط خبر دینے والوں کی بھرپور سرزنش کی، ان سب کے باوجود بعض شر پسند اور خبیث طبیعت کے لوگ اخیر تک اس کے لئے کوشاں رہے کہ کسی طرح یہ سمینار ملتوی ہوجائے تاکہ اس کی وجہ سے جو عزت اور شہرت جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور کو ملنے والی ہے وہ نہ مل سکے، لیکن یہ خادم پورے عزم وحوصلہ کے ساتھ تمام تر ہفوات وریشہ دوانیوں سے یکسو ہوکر اپنے کام میں لگا رہا اور الحمدللہ وقت پر بہت ہی سکون واطمینان کے ساتھ سمینار ہوا اور تمام حاسدین ومعاندین منھ تکتے رہ گئے۔

سمینار ہال کے لئے جامعہ کے احاطہ میں موجود عیدگاہ کا انتخاب کیا گیا جس کے اتر طرف اس عیدگاہ سے ملی ہوئی وسیع وعریض دیدہ زیب مسجد پنجوقتہ نماز کے لئے موجود تھی اور عیدگاہ کے دکھن طرف عیدگاہ کی دیوار سے ملی ہوئی سوفٹ لمبی اور ۲۰ (بیس)

فٹ چوڑی جگہ میں کھانے کا نظم تھا اور سمینار ہال کے چند قدم کے فاصلے پر پورب طرف وضوء کے لئے وہ دردہ بڑا حوض موجود تھا اور رہائش کے لئے سمینار ہال سے پورب اور اتر و دکھن پچاس قدم کے فاصلے پر حضرات علماء ومندوبین کی قیام گاہ تھی اور قیام گاہ کے پورب طرف متصلاً ۲۲ رحمامات تھے جو قضاء حاجت اور غسل وغیر کے لئے تیار تھے، اسی کے ساتھ مہمانوں کے لئے ۳۰۰۰ لیٹر کی پانی کی ٹنکی بھی موجود تھی اور اسی کے متصل پچاس افراد کے وضوء کے لئے ٹنکی سے مربوط ٹوٹیاں تھیں جو مہمانوں کے وضو کے کام آتی رہیں اور اس ٹنکی کے دکھنی حصہ میں قیام گاہ کے پورب طرف مہمانوں کے کھانا پکنے کی جگہ تھی اور اسی کے متصل ایک بڑا ہال تھا جو اسٹور کے لئے استعمال ہوا اور کھانے پینے کا راشن اسی میں محفوظ کیا گیا، اس کے پورب طرف جنریٹر ہال تھا اور اسی سے متصل دس عدد چھوٹے استنجا خانہ بنائے گئے جو مہمانوں کی ضرورت میں فراخی کے ساتھ کام آئے اور جنریٹر کے اتر طرف ایک لائن سے دس کمرے تھے جن میں علماء ومندوبین کا قیام تھا بعد میں اس کے بالائی منزل پر طویل وعریض کتب خانہ دارالحدیث، دارالافتاء، دارالتصنیف والتالیف اور دارالمطالعہ کی تعمیر ہوئی۔

اس قرب مکانی اور آمد و رفت کی سہولت اور حسن انتظام اور مربوط ومنظّم نظام کو دیکھ کر لوگ حیران رہ گئے اور اس کا اظہار آنے والے مہمانوں نے اپنے تاثرات کے فارم میں بھی کیا جو فارم آج بھی دفتر اہتمام کے ریکارڈ میں موجود ہے۔

سمینار ہال کی تنصیب وتزئین کا کام سرائے میر کے ساحل ٹینٹ ہاؤس والوں نے کیا اور بہت ہی خوبصورت انداز میں ٹینٹ نصب کیا، اگرچہ انہوں نے اسی

اعتبار سے کرایا بھی وصول کیا، لیکن سمینار ہال اور اسٹیج اور اس میں بچھی ہوئی کرسیوں کی تزئین اور تحسین میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔

سمینار ہال میں مائک کی بھی ایک اہم ضرورت تھی، یہ مسئلہ بھی جناب اشتیاق احمد صاحب بلڈر کے توسط سے اعظم گڈھ کے ایک مائک والے کے ذریعہ حل ہوگیا اور الحمد للہ پورے پروگرام میں مائک نے پورا ساتھ دیا، آپریٹر نے بہت قاعدے سے مائک کے نظام کو آپریٹ کیا جس سے سبھی حضرات مطمئن اور خوش نظر آئے۔

اسی کے ساتھ بڑے جنریٹر کی بھی ضرورت محسوس کی گئی تا کہ لائٹ نہ ہونے کی صورت میں فوری متبادل روشنی کا نظم رہے، چنانچہ اعظم گڈھ شہر سے بڑا جنریٹر کرائے پر لایا گیا جس نے پانچ روز تک مسلسل روشنی بحال رکھا اور روشنی کے سلسلے میں یہ خادم مکمل مطمئن ہوگیا۔

سمینار میں آنے والے علماء ومندوبین کی کثرت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہنگامی حالات میں فوری طور پر علاج ومعالجہ اور دوا کی ضرورت محسوس کی گئی، چنانچہ اس کام کے لئے مقامی ڈاکٹروں سے رابطہ کیا گیا اور ان کی ایک کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئی جس کی قیادت جناب ڈاکٹر محمد آصف صاحب سرائے میر نرسنگ ہوم نے کی، ڈاکٹروں کی ٹیم دوا کے ساتھ سمینار کے ایام میں مستقل طور پر مسجد کے اتر اور صدر گیٹ باب حبیب کے دکھن خیمہ زن رہی اور حسب ضرورت دوا علاج کی سہولت اس طرح چوبیس گھنٹہ مہمانوں کو حاصل رہی۔

مہمانوں کی آمد ورفت مختلف علاقوں سے ہونی تھی، مثلاً کچھ مہمان شاہ گنج اتر

رہے تھے تو کچھ مہمان پھولپور اور سرائے میر اترنے والے تھے، کچھ مہمانوں کو بنارس ایئرپورٹ سے لینا تھا تو کچھ مہمانوں کو بنارس ریلوے اسٹیشن سے ریسیو کرنا تھا، بہت سے مہمان اعظم گڈھ اسٹیشن پر بھی اترنے والے تھے، ان کو وہاں سے لینا تھا، اس پورے نظام کو قابو میں رکھنے کے لئے درجنوں گاڑیوں کی ضرورت تھی، حالانکہ اس علاقہ میں بہتوں کے پاس گاڑیاں موجود تھیں لیکن دینی حمیت کے فقدان کی وجہ سے بطور خدمت کے سوائے دو صاحبان کے اور کہیں سے گاڑی نہیں مل سکی (۱) حاجی ابوالکلام صاحب پھولپور (۲) حاجی شکیل احمد صاحب بھارت پلائی پھولپور، باقی گاڑیوں کا نظم اس خادم نے کرائے کی گاڑیوں کو فراہم کر کے کیا، لیکن الحمد للہ بروقت ہر جگہ ہر مہمان کے اترنے کی جگہ رہبر کے ساتھ گاڑی پہونچتی رہی کسی بھی مہمان کو انتظار کی زحمت نہیں اٹھانی پڑی، اسی طرح واپسی کے لئے ہر ایک مہمان کے لئے گاڑی فراہم کی گئی، رہبری اور نگرانی کا کام جامعہ کے طلبا اور اساتذہ نے کیا اور پورے نظام کو کنٹرول مولانا محبوب عالم صاحب قاسمی نے کیا، ان کی آفس باب حبیب صدر گیٹ کے دکھن طرف موجود تھی، جہاں سے گاڑیوں اور ان کے ڈرائیوروں کو کنٹرول کرتے رہے اور الحمد للہ بغیر کسی دقت اور پریشانی کے یہ پورا نظام پانچ چھ روز تک چلتا رہا۔

سمینار کے زمانہ میں احباب و رفقاء کے مشورے سے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جن کا کام آنے والے اور موجود مہمانوں کو سیکورٹی فراہم کرنا تھا تاکہ کوئی شرپسند کوئی انتشار نہ پیدا کر سکے، اس اہم کمیٹی کا کپتان جناب لئیق احمد صاحب پردھان شیرواں کو بنایا گیا، انہوں نے اپنے رفقاء کے ساتھ یہ اہم فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا اور کسی

قسم کا انتشار پیدا کرنے کی کسی کے اندر ہمت نہیں ہوئی۔

چوبیس گھنٹہ لائٹ اور پانی کی فراہمی پر نظر رکھنے کے لئے بھی طلبا اور اساتذہ کی ایک کمیٹی بنائی گئی اور اس کمیٹی کے مسئول و ذمہ دار جامعہ کے مدرس حافظ سرفراز احمد اعظمی کو بنایا گیا جنہوں نے پوری دقت نظر کے ساتھ امور مفوضہ پر نظر رکھی اور الحمد للہ لائٹ یا پانی کی کوئی دقت نہیں ہونے دیا۔

چونکہ جامعہ کی پوری تعمیر اور سارے کمرے مہمانوں کی رہائش گاہ بنا دیئے گئے اس لئے اس وقت موجود ساڑھے تین سو طلباء کے قیام کا مسئلہ درپیش ہوا، چنانچہ ان کی رہائش کے لئے مدرسہ کے باہر باب حبیب صدر گیٹ کے قریب ایک وسیع زمین پر خیمہ لگا کر تمام طلبا کو سامان کے ساتھ وہاں منتقل کر دیا گیا اور اساتذہ کرام کو جامعہ کے احاطہ ہی کے چند کمروں میں محدود کر دیا گیا، لیکن تمام طلباء اساتذہ کے کھانے کا انتظام پانچ روز تک مہمانوں ہی کے ساتھ رہا اور الحمد للہ پُر تکلف کھانے سے طلباء اساتذہ بھی پانچ روز تک لطف اندوز ہوتے رہے۔

سمینار کے تناظر میں جامعہ کے اساتذہ اور دیگر احباب و رفقاء کی یہ رائے بنی کہ سمینار کے موقعہ سے جبکہ پورے ہندوستان کے ہر صوبے کے ساتھ باہر سے بھی مندوبین حضرات آئیں گے تو ان کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے کچھ کتابیں بھی طبع ہو جائیں جو بطور تحفہ ان کو پیش کی جا سکیں۔ چنانچہ اس خادم نے ساری مصروفیات کے ساتھ اس زاویہ سے بھی محنت شروع کی اور الحمد للہ حبیب الفتاوی کی کئی جلدیں رسائل حبیب کی دو جلدیں، تحقیقات فقہیہ کی ایک جلد، صدائے بلبل کی ایک جلد اور

دیگر چھوٹے بڑے رسائل کی تیاری کا کام شروع کیا جو الحمدللہ چند مہینوں میں مکمل ہوکر اور زیورطبع سے آراستہ ہوکر تیار ہوگئیں اور جب آئے ہوئے مندوبین اور علماء کے ہاتھوں میں وہ کتابیں پہونچیں تو وہ دیکھ کر حیران ہوگئے کہ تنہا ایک شخص جس کے کندھوں پر اکیلا اتنے طلباء اساتذہ کے اہتمام وانتظام کا بار ہواوراس کے ساتھ سمینار کا اتنا بڑا بوجھ ہوتے ہوئے اس کے وقت میں کتنی برکت ہوئی کہ اس نے درجنوں کتابیں بھی لکھ دیں اور طبع ہوکر ہاتھوں میں پہونچ گئیں۔ چنانچہ بہت سے علماء نے اپنے تاثرات کے فارم میں بھی استعجاب وحیرت کا اظہار کیا اور بہت سے لوگوں نے اس کو کرامت سے تعبیر کیا۔

جب کتابیں وافر مقدار میں چھپ کر آگئیں تو یہ سوال پیدا ہوا کہ ان کتابوں کو کس چیز میں رکھ کر پیش کیا جائے، چنانچہ احباب کے مشورے سے دہلی سے قیمتی بیگ تیار کروائے گئے جس بیگ میں ساری مطبوعات رکھ کر مندوبین، علماء اور مفتیان کرام کی خدمت میں ادب واحترام کے ساتھ کتابوں کا گرانقدر تحفہ پیش کیا گیا، جس کو پاکر سبھی حضرات بہت خوش ہوئے اور ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا۔

الحمدللہ بالتدریج سمینار کے جملہ لوازمات کی تیاری مکمل کر لی گئی اور ۸؍ربیع الاول ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۸؍ مارچ ۲۰۰۷ء بدھ کے دن مہمانوں کی آمد شروع ہوگئی اور پروگرام کے مطابق ۱۰؍ربیع الاول ۱۴۲۸ھ مطابق ۳۰؍مارچ جمعہ کے دن سے سمینار شروع ہوگیا۔

پہلے دن افتتاحی پروگرام ہوا جس میں مقامی و بیرونی اکابر علماء نے اسلامک

فقہ اکیڈمی کے ساتھ سمینار کے اغراض ومقاصد پر تفصیلی روشنی ڈالی، یہ پروگرام کئی گھنٹے تک چلا اس کے بعد اختتام کو پہونچ گیا۔

۱۱/ربیع الاول مطابق ۳۱/ مارچ سنیچر کے دن سے تین روز مسلسل صبح اور شام سمینار ہال میں پروگرام ہوئے اور طے شدہ مختلف مسائل پر حضرات علماء نے تبادلہ خیال کیا، عرض مسئلہ کے ساتھ ہر موضوع پر مناقشہ بھی ہوئے، تین دن کی بحث تمحیص کے بعد تجاویز مرتب کی گئیں اور آخری دن ۱۳/ربیع الاول مطابق ۲/اپریل دوشنبہ کے دن مرتب کردہ تجاویز سنا کر سمینار کے اختتامی پروگرام کا اعلان کردیا گیا۔

پروگرام اور اعلان کے مطابق ۱۳/ربیع الاول مطابق ۲/اپریل دوشنبہ کے دن اجلاس عام ہونا تھا جس کا اعلان اشتہار کے ذریعہ ایک ہفتہ پہلے ہو چکا تھا، چنانچہ عشاء کے بعد آئے ہوئے حضرات علماء میں سے چند اہم علماء کے خطابات ہوئے جس میں عوامی مجمع نے شرکت کی اور جی بھر کر خطابات سے سب نے استفادہ کیا اور اس کے بعد آئے ہوئے مہمانوں کی واپسی مکمل شروع ہوگئی اور ۱۴/ربیع الاول مطابق ۳/اپریل منگل کی شام تک آئے ہوئے تمام مہمان خوشی خوشی واپس ہوگئے اور ہر ایک نے حسن انتظام اور خورد ونوش کے ساتھ دیگر انتظامات کی جی بھر کر تحسین کی اور کلمات تحسین سے سرفراز فرمایا جس کی ہلکی سی جھلک درج ذیل سطور میں سپرد قرطاس ہیں تاکہ حضرات قارئین کو اس سے بھی استفادہ کا موقعہ مل جائے، مولانا ظفر عالم صاحب ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء نے لکھا:

’’انتظامات بہت عمدہ تھے بالخصوص سمینار ہال کا انتظام سوائے ایک

دوسمینار کے تمام سمیناروں سے زیادہ بہتر تھا، رہائش اور طعام کے انتظام کے ساتھ طلباء کی خدمات بہت ہی قابل ستائش رہیں''۔

مولانا ثناء اللہ صاحب قاسمی معہد الشریعہ لکھنؤ نے لکھا:

''ماشاء اللہ جامعہ تمام عالم اسلام کے لئے ایک مضبوط قلعہ کی حیثیت رکھتا ہے، یہاں کے ذمہ دار اساتذہ طلباء سب کے سب بڑے فیاض حوصلہ منداور خوش اخلاق ہیں''۔

مولانا رحمت اللہ ندوی استاذ مدرسہ فلاح المسلمین تیندورائے بریلی نے لکھا:

''اسلامک فقہ اکیڈمی کے سولہویں فقہی سمینار کے موقعہ پر جامعہ اسلامیہ دارالعلوم میں تین روز قیام رہا، تمام انتظامات اعلیٰ وبہتر تھے، مہمانوں کے لئے تمام تر سہولیات حضرت مفتی صاحب نے فراہم کیں''۔

مولانا ولی اللہ امینی منبع المعارف اعظم گڈھ نے لکھا:

''سمینار کے موقعہ سے حضرت مفتی صاحب کا انتظام وانصرام دیکھنے سے ان کی بے پناہ صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ جامعہ کی صفائی ستھرائی اور ہر چیز کی موزونیت سے جامعہ کا حسن دوبالا نظر آیا''۔

مولانا اشتیاق احمد مدنی دارالعلوم مئو نے لکھا:

''جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور میں پہلی بار حاضری کا شرف حاصل ہوا، جامعہ، اس کی تعمیرات، سمینار کے انتظامات کو دیکھ کر

جو احساسات پیدا ہوئے انکے اظہار کے لئے الفاظ کا دامن تنگ محسوس ہو رہا ہے، مہمانوں کی ضیافت میں بڑی فراخدلی کا ثبوت پیش کیا گیا ہے''۔

مولانا فیاض احمد صاحب دارالعلوم مئو نے لکھا:

''سولہویں سمینار کے موقعہ پر جامعہ میں قیام رہا قیام کے دوران جو اکرام واعزاز حاصل ہوا وہ میرے تصور سے بالاتر ہے اور مہمانوں کی جس انداز سے خدمت کی گئی وہ قابل صد مبارک ہے''۔

مولانا خورشید احمد صاحب اعظمی جامعہ تعلیم الدین مئو نے لکھا:

''شہری سہولیات سے دور افتادہ ایک دیہات میں اتنے عظیم فقہی سمینار کا انعقاد اور اعلیٰ درجہ کا انتظام وانصرام قیام وطعام کا انتہائی نفیس عمدہ اور بلند معیار اور مہمانوں کے لئے ہر طرح کی سہولیات مہیا کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں''۔

مولانا عبدالعلیم مظہری جامعہ عربیہ تعلیم الدین مئو نے لکھا:

''سمینار کے تمام ہی شرکاء حضرت مفتی صاحب کے حسن انتظام سے متاثر اور رطب اللسان ہیں اور طلباء واساتذہ بھی لائق مبارکباد ہیں کہ انہوں نے مہمانوں کی خدمت کا حق ادا کر دیا''۔

مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی قاسم پورہ مئو نے لکھا:

''حضرت مفتی صاحب نے سولہویں فقہی سمینار کی میزبانی فرما کر

علماء کرام ومفتیان کرام کو جو اعزاز بخشا وہ لائق صد شکر ومبارکباد ہے، یہاں کے طلباء اور اساتذہ کی خدمت بھی قابل تشکر اور قابل مبارکباد ہے''۔

مولانا عبدالعظیم صاحب قاسمی مدرسہ مصباح العلوم کوپا گنج مئو نے لکھا:

''اس کاخ فقیری کے آگے شاہوں کے محل جھک جاتے ہیں
حضرت مفتی صاحب نے جس حسن انتظام کا مظاہرہ سمینار میں ایاب سے لے کر ذہاب تک قیام سے لے کر طعام تک مہمانوں کے ساتھ فرمایا اس کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے''۔

مفتی عطاء اللہ صاحب قاسمی صدر مدرس جامعہ امدادالعلوم کوپا گنج مئو نے لکھا:

''جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور کے طلباء واساتذہ کا حسن ادب حسن انتظام اور حسن اخلاق نے اپنا گرویدہ بنالیا، دل کی گہرائیوں سے آواز آئی یہ سب پرتو ہے احسان حبیب اللہی اور اخلاق حبیب اللہی کا''۔

مولانا نعیم اختر صاحب قاسمی استاذ مدرسہ امدادالعلوم کوپا گنج مئو نے لکھا:

''ماشاء اللہ دیدہ کو شنیدہ سے کہیں زیادہ بہتر پایا، بانی جامعہ حضرت مفتی صاحب نے جس حسن انتظام کا نمونہ پیش کیا وہ لائق تقلید ہے، واقعی انہوں نے مہمان نوازی کا حق ادا کردیا، جامعہ کے اساتذہ اور طلباء بھی انتہائی فعال مستعد، چوکس اور تربیت یافتہ

ثابت ہوئے‘‘۔

مولانا ظہیر احمد صاحب مدرسہ وصیۃ العلوم کوپا گنج ضلع مئو نے لکھا:

’’میں نے جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور کو اپنے تصور سے زیادہ پایا اور مزید قریب سے دیکھنے کے بعد اس کے باطنی فضائل وکمالات اور حسن انتظام وانصرام کا احساس ہوا‘‘۔

مولانا جنید احمد صاحب قاسمی کوپا گنج مئو نے لکھا:

’’حضرت مفتی صاحب نے جو دستر خوان ہم مہمانوں کے لئے گستردہ کیا تھا وہ نوابان اودھ کی عملی شکل پیش کر رہا تھا‘‘۔

مولانا محمد اصغر صاحب قاسمی مدرسہ منبع العلوم خیرآباد ضلع مئو نے لکھا:

’’سمینار کی شاندار کامیابی پر حضرت مفتی صاحب دلی مبارکباد کے مستحق ہیں، آپ کی ایک آواز پر سیکڑوں علماء وفضلاء کا اجتماع اور ان کی تشریف آوری اس سے حضرت مفتی صاحب کی قدر ومنزلت اور مقبولیت عند اللہ کا پتہ چلتا ہے‘‘۔

مولانا مجیب الغفار صاحب جامعہ مظہر العلوم بنارس نے لکھا:

’’ماشاء اللہ حضرت مفتی صاحب نے مثالی ومخلصانہ ضیافت کا حق ادا فرمادیا جس سے دل بہت مسرور ہوا‘‘۔

مفتی عبد الباطن صاحب نعمانی مفتی شہر بنارس نے لکھا:

’’سولہویں سمینار کے قیام کے دوران یہاں کے اساتذہ وطلباء

ودیگر خدام کی شفقتوں بے لوث خدمات اوران کی محنتوں سے حد
درجہ متاثر ہوا،اوران سب کے لئے دل سے دعا نکلی''۔

مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ نے لکھا:

''سولہویں فقہی سمینار کے موقعہ سے جامعہ اسلامیہ دار العلوم
مہذب پور کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا، طلباء خدمت گزار
مؤدب اساتذہ محنتی اور مخلص اورانتظامیہ مستعداور سرگرم نظر آئی،
مختصر یہ کہ ادارہ خوب ہے اور خوب تر کی تلاش کی طرف رواں
دواں ہے''۔

مفتی جنید عالم صاحب مفتی امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ نے لکھا:

''سولہویں فقہی سمینار میں جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور میں
قیام کے دوران ہر چیز کی سہولت حاصل رہی، کسی قسم کی کوئی
دشواری نہیں ہوئی، الحمدللہ یہ سمینار ہر اعتبار سے کامیاب رہا جس
میں جامعہ کے ذمہ داران بالخصوص حضرت مفتی صاحب اور یہاں
کے اساتذہ وطلبا کے حسن انتظام کا بڑا دخل رہا''۔

مفتی سعید الرحمٰن صاحب نائب مفتی امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ نے لکھا:

''جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور کے بارے میں جتنا سن رکھا
تھا اس سے کہیں زیادہ بہتر پایا، سمینار کا نظم ونسق قابل صد تحسین
ہے جس سے جامعہ کے مہتمم حضرت مفتی صاحب کے حسن ذوق

وحسن انتظام کا پتہ لگتا ہے''۔

مولانا محمد عالم صاحب قاسمی ناظم مدرسہ خیر العلوم بریار پور موتیہاری ضلع مشرقی چمپارن نے لکھا:

''سولہویں فقہی سمینار کے موقعہ پر حضرت مفتی صاحب نے جس انداز سے مہمانوں کی میزبانی اور خدمت کی ہے اور جس فراخدلی کا ثبوت دیا ہے، اس نے یقیناً ہر آنے والے مہمان کے دل ودماغ میں اس ادارہ کی اور حضرت مفتی صاحب کی دل میں جاذبیت اور کشش پیدا کردی ہے''۔

مفتی نذیر احمد صاحب کشمیری دارالعلوم رحیمیہ باندی پور کشمیر نے لکھا:

''سولہویں سمینار میں ماشاء اللہ سارے انتظامات ہر طرح باعث اطمینان تھے منتظمین سے لے کر خدام تک سب اخلاص ومحبت سے سرشار اور ہمہ وقت خدمت وراحت رسانی میں سرگرم رہے، یقیناً یہ سمینار اپنی شاندار کامیابی کی بنا پر یاد کیا جائے گا''۔

مولانا شاہد علی قاسمی المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد نے لکھا:

''سولہویں سمینار کے لئے جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور کے ذمہ داروں نے جو کچھ انتظام وانصرام کیا وہ توقع سے بہت زیادہ بہتر تھا، شہر سے دوری کے باوجود کسی طرح کی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا، اکیڈمی کے ذمہ داروں کا سولہویں سمینار کے لئے اس ادارہ کا انتخاب صحیح انتخاب تھا''۔

مفتی تنظیم عالم قاسمی دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد نے لکھا:

''جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور میں مندوبین کے ٹھہرنے کھانے پینے و دیگر تمام ضروریات کی تکمیل کا نظم بہت بہتر اور قابل تعریف تھا اور یہ سب حضرت مفتی صاحب کے خلوص اور خاموش سعی کا نتیجہ تھا''۔

مفتی سعید الرحمٰن فاروقی دارالعلوم امدادیہ ممبئی نے لکھا:

''بنارس ایئر پورٹ سے جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور تک اور تاقیام حضرت مفتی صاحب کے نظم ونسق، صفائی ستھرائی سے بڑی راحت رہی فجزاکم اللہ احسن الجزاء''۔

مولانا انیس الرحمٰن صاحب قاسمی دارالقضاء دھولیہ مہاراشٹر نے لکھا:

''جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور میں سولہویں سمینار کا انتظام وانصرام بہت پسند آیا، مسجد اور مدرسہ کی تعمیرات قیامگاہ اور درسگاہ کی تعمیر اعلیٰ اور معیاری ہے، حضرت مفتی صاحب اور طلباء واساتذہ کی خدمات اور ضیافت سے جامعہ کی علمی اخلاقی اور تربیتی بلندی کا اندازہ لگا''۔

حضرت مولانا شیر علی صاحب دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر ضلع سورت گجرات نے لکھا:

''بندہ سولہویں فقہی سمینار میں شرکت کی غرض سے جامعہ اسلامیہ

دارالعلوم مہذب پور حاضر ہوا، حضرت مفتی صاحب کی مہمان
نوازی اور حسن انتظام اور حسن اخلاق سے بہت متاثر ہوا اور جامعہ
کی عالی شان مسجد اور دیگر تعمیرات کو دیکھ کر بہت مسرت ہوئی‘‘۔

سولہویں سمینار میں آنے والے اکابر علماء ومفتیان کرام ومشائخ عظام اور مندوبین حضرات کی تحریرات میں سے چند حضرات کی تحریریں اختصار کے ساتھ بطور نمونہ کے نذر قارئین ہیں تاکہ یہ اندازہ لگانے میں سہولت ہو کہ سولہویں فقہی سمینار کو اعلیٰ وارفع بنانے کے لئے اس خادم نے کتنی قربانی دی اور کتنا معیاری نظم کیا جس کا تذکرہ کرنے پر حضرات علماء مجبور ہوئے اور ہمیشہ کے لئے ان حضرات کی تحریر ایک تاریخ بن گئی۔

سولہویں سمینار سے قبل دستور یہ تھا کہ آنے والے مہمانوں کے قیام وطعام اور آمد ورفت کے ساتھ سمینار کے دیگر لوازمات کا انتظام ہی میزبان کے ذمہ رہتا تھا لیکن سولہویں سمینار سے اکیڈمی کے ذمہ داروں نے میزبان کے ذمہ ایک اور اہم صرفہ کا اضافہ کردیا اور وہ مہمانوں کی آمد ورفت کا کرایہ تھا۔ چنانچہ اکیڈمی کے ذمہ داروں کے فیصلہ کی وجہ سے اس خادم نے تمام تر انتظامات کے ساتھ آنے والے تمام مہمانوں کی آمد رفت کا کرایہ بھی اپنی طرف سے ادا کیا جس کی مقدار بھی اچھی خاصی تھی۔

اس طرح الحمدللہ سولہواں فقہی سمینار ایک مثالی سمینار بن گیا جس کی نظیر پیش کرنے سے لوگ قاصر رہے، فالحمدللہ علی ذالک۔

سمینار کے ختم ہونے کے بعد اس کے لوازمات کو اکٹھا کر کے مقام تک

پہونچانے اور جامعہ کی صفائی اور ستھرائی میں کئی روز لگے۔

اس سے فارغ ہونے کے بعد طلباء واساتذہ کی خواہش پر سمینار کی تکان دور کرنے کے لئے جامعہ کے ذمہ داران کے مشورے سے تمام طلباء اساتذہ کی ایک ہفتہ کی تعطیل کر دی گئی، ایک ہفتہ کی تعطیل کے بعد تمام طلباء و اساتذہ تازہ دم ہوکر واپس ہوئے اور تعلیمی سلسلہ جو سمینار کی وجہ سے متاثر ہوا تھا پھر سے شروع کر دیا گیا اور اساتذہ نے بھی پوری محنت اور لگن کے ساتھ تلافی مافات کی فکر کی اور رجب کے اخیر تک مجوزہ مقدار خواندگی کی تکمیل کر لی گئی اور حسب ضابطہ اپنے وقت پر سالانہ امتحان ہوا جس میں تمام طلباء نے پوری تیاری کے ساتھ شرکت کی اور تعطیل کے بعد طلباء اساتذہ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے اور رمضان المبارک کے آغاز میں حضرات اساتذہ گھروں سے واپس آکر مجوزہ سفر پر روانہ ہوگئے۔

اس طرح ۲۰۰۷ء سولہویں سمینار کی وجہ سے جامعہ کا تاریخی سال رہا اور چند مہینوں میں جتنا تعمیری کام ہوا اتنا کام اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔



مختلف اسفار:

سفر فقہی سمینار ہانسوٹ

ہانسوٹ ضلع بھروچ کا وہ علاقہ ہے جس کی شہرت جامعہ مظہر سعادت کی وجہ سے ہوئی، حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب مظاہری جو حضرت مولانا غلام وستانوی کے قریبی عزیزوں میں سے تھے، انہوں نے جامعہ مظہر سعادت کے لئے ہانسوٹ کا انتخاب کیا اور اپنی انتھک محنت وکاوش کے ذریعہ وسیع وعریض دیدہ زیب مسجد اور لمبی چوڑی تعمیر کے ساتھ تعلیمی اعتبار سے ادارہ کو دورۂ حدیث تک پہونچا دیا اور علاقہ میں قابل اعتماد اداروں میں اس کا شمار ہونے لگا۔

لیکن بدقسمتی سے مفتی صاحب کے ساتھ ادارہ کو ایسی نظر بد لگی کہ ادارہ کی مٹی پلید ہوگئی اور سارا عروج خاک میں مل گیا۔

بہرحال مفتی عبداللہ صاحب حضرت قاضی مجاہد الاسلام صاحب کے علم کے معترف تھے، بہت سے سمیناروں میں وہ شرکت کر چکے تھے ان کی خواہش پر ۲۷؍صفر ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۲؍فروری ۲۰۱۰ء جمعہ تا دوشنبہ چار روزہ سمینار جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ میں طے پایا۔ چنانچہ اس خادم کے پاس بھی سوالنامہ آیا جوابات کے ساتھ یہ خادم بھی شریک سمینار رہا۔

۲۵؍صفر مطابق ۱۰؍فروری چہارشنبہ کو اعظم گڈھ سے وایا بنارس سورت کے

لئے روانہ ہوا۔ ۲۶/صفر مطابق ۱۱/فروری کو سورت پہونچا، سورت اسٹیشن پر رہبر کے ساتھ گاڑی کا نظم تھا، رات میں ہانسوٹ جامعہ مظہر سعادت پہونچ گیا۔

۲۷/صفر مطابق ۱۲/فروری جمعہ کے دن جمعہ کے بعد افتتاحی پروگرام ہوا جس میں شرکاء سمینار کے ساتھ بھروچ سورت کے کبار علماء و مفتیان کرام شریک اجلاس ہوئے اور رات سے حسب پروگرام مسائل معینہ پر عرض مسئلہ اور مناقشہ کا سلسلہ شروع ہوا جو تین روز تک مسلسل چلتا رہا۔

چوتھے دن ۳۰/صفر مطابق ۱۵/فروری دوشنبہ کے دن تجاویز کے اعلان کے بعد سمینار اختتام پذیر ہو گیا اور مہمانوں کی واپسی شروع ہوگئی، یہ خادم بھی اسی دن شام کو بھروچ کے لئے روانہ ہو گیا اور رات کا قیام حسب پروگرام حاجی اسماعیل صاحب گیس والے کے مکان پر رہا اور عشاء کے بعد حسب اعلان بھروچ ہی کی ایک بڑی مسجد میں بیان بھی ہوا جس میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی اور خطاب سے محظوظ ہوئے۔

یکم ربیع الاول مطابق ۱۶/فروری منگل کے دن بھروچ سے روانہ ہوکر سورت پہونچا اور رات کا قیام سورت میں حاجی یونس صاحب کے برخوردار ابراہیم کے گھر ہوا اور رات میں عشاء کے بعد حسب پروگرام انہی کے محلّہ کی مسجد میں خطاب عام ہوا جس میں علماء کرام کے ساتھ کثیر تعداد میں عوام و خواص نے شرکت کی اور خطاب سے بھرپور استفادہ کیا۔

۲/ربیع الاول مطابق ۱۷/فروری بدھ کے دن لاجپور ہوتے ہوئے مٹوار ضلع نوساری کا سفر ہوا اور رات کا قیام حاجی ابراہیم صاحب سیدات کے لڑکے یوسف سیدات کے مکان پر ہوا اور حسب پروگرام بعد نماز عشاء مٹوار کی جامع مسجد میں

خطاب عام ہوا جس میں مٹوار کے علاوہ قرب و جواب کے بہت سے لوگوں نے شرکت کی اور الحمد للہ پروگرام ہر اعتبار سے کامیاب رہا، عوام وخواص نے بیان سے بھرپور استفادہ کیا۔

۳ر ربیع الاول مطابق ۱۸ر فروری جمعرات کے دن مٹوار سے روانہ ہوکر بارڈولی جانا ہوا، رات کا قیام عزیزم ساجد داؤد کے والد جناب محمد ایوب صاحب کے مکان پر رہا اور عشاء کے بعد بارڈولی کی معروف مسجد مسجد نور میں خطاب عام ہوا جس میں کثیر تعداد میں عوام وخواص کے ساتھ حضرات حفاظ وعلماء نے شرکت کی اور خطاب کو ہر طبقہ نے سراہا، اجتماعی پُرسوز دعاء کے بعد مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

۴ر ربیع الاول مطابق ۱۹ر فروری جمعہ کے دن نواپور کے لئے روانگی ہوئی اور نواپور کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی اور رات میں عشاء کے بعد نواپور کی جامع مسجد میں خطاب عام ہوا جس میں نواپور کے ساتھ قرب و جوار سے کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی اور حالات کے تقاضوں کے مطابق بہت موثر خطاب ہوا جو عمومی طور پر پسند کیا گیا، جس کا اظہار حاضرین میں سے عوام وخواص نے انفرادی طور پر کیا، رات کا قیام جامع مسجد کے متصل عزیزم ساجد داؤد کے بہنوئی جناب یوسف صاحب کے مکان پر رہا، انہوں نے پوری فراخدلی کے ساتھ ضیافت کے ساتھ خدمت کی، نواپور میں موجود دارالاحسان نامی مدرسہ میں بھی وہ لے گئے، وہاں کے طلباء اساتذہ سے بھی ملاقات ہوئی اور ان سے بھی خطاب کا موقعہ ملا، اس کے علاوہ نواپور کے گرد ونواح میں مرغی پالن کے کارخانوں میں بھی ان کو دیکھنے اور دعاء کے لئے جانا ہوا جو اس خادم کی زندگی کا پہلا اتفاق تھا۔

۵/ربیع الاول مطابق ۲۰/فروری سنیچر کے دن نواپور سے بذریعہ کار جناب یوسف صاحب کے ہمراہ رفقاء کے ساتھ خادم کی خواہش پر جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا کی زیارت کے لئے پہلی مرتبہ جانا ہوا، وہاں موجود طلبا اساتذہ سے ملاقات ہوئی، تعمیرات کے ساتھ اور دوسری چیزوں کو دیکھنے کا موقعہ ملا، وسیع وعریض زمین پر روڈ کے کنارے دیہی علاقہ میں علم وعرفان کا یہ چمنستان دیکھنے کے بعد خدائی نعمت کا احساس ہوا جس کے پیچھے حضرت مولانا غلام وستانوی صاحب کی انتھک محنت اور سعی پیہم اور جدوجہد کا نتیجہ وثمرہ تھا۔ اللہ پاک نے تحفیظ قرآن کے ساتھ علوم دینیہ وعصریہ کی اشاعت کے لئے توفیق کے ساتھ وسیع ذرائع اور وسائل ان کو فراہم کئے ہیں جس سے اہل ہند ان کے توسط سے بھرپور استفادہ کررہے ہیں، مدارس کا قیام مساجد کی تعمیر، مکاتب کا وجود ان کے ذریعہ بکثرت عمل میں آرہا ہے، اللہ نے ہر اعتبار سے مقبولیت کے ساتھ یدطولیٰ سے سرفراز کیا ہے۔

کسی زمانہ میں وہ دارالعلوم دیوبند جیسی درسگاہ کے بھی مہتمم بنائے گئے تھے، لیکن بدقسمتی سے چند ہی مہینوں کے بعد اہتمام ان کے ہاتھ سے نکل گیا ورنہ ان کی موجودگی دارالعلوم کی ظاہری وباطنی ترقیات کے لئے فال نیک ثابت ہوتی۔

۶/ربیع الاول مطابق ۲۱/فروری اتوار کے دن بذریعہ کار نواپور سے مالیگاؤں کے لئے روانہ ہوا اور پورا دن سفر کرکے شام کے وقت مالیگاؤں پہونچنا ہوا، پروگرام کے مطابق پہلے ہی سے عشاء کے بعد مالیگاؤں کے قلب میں واقع ایک مشہور چوک پر خطاب عام طے تھا، دن بھر کا تھکا ہوا بیان کے لئے جب یہ خادم اسٹیج پر پہونچا تو تاحد نظر مجمع دیکھ کر حیران ودنگ رہ گیا اور سفر کی ساری تکان بھول گیا اور جی بھر کر دل

کھول کہ اللہ نے جو دل میں ڈالا ایسا خطاب ہوا کہ لوگ ششدر وحیران رہ گئے اور یہ صدائے بازگشت لوگوں نے سنی کہ ایسا بیان ہم نے آج تک نہیں سنا پُرسوز دعاء پر مجلس کا اختتام ہوا، اس کے بعد مصافحہ کے لئے جو مجمع ٹوٹا تو اس خادم کو جان بچا کر اسٹیج سے اتر کر گاڑی میں بیٹھ کر بھاگنا پڑا، ایسا لگ رہا تھا کہ اگر میں نہ جاتا تو اسٹیج بھی مصافحہ کرنے والوں کے ہجوم سے ٹوٹ جاتا اور کتنے لوگ زخمی ہوجاتے، اس لئے سوائے اسٹیج سے بھاگنے کے اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔

۷؍ربیع الاول مطابق ۲۲؍فروری دوشنبہ کے دن مالیگاؤں سے احمد نگر کا سفر ہوا بذریعہ کار کئی گھنٹوں کے بعد یہ سفر اپنے انجام کو پہونچا، احمد نگر کے درویش صفت علماء نواز حاجی حنیف صاحب کے مکان پر خادم کا قیام رہا، پہونچنے کے بعد فوراً چائے وغیرہ سے فارغ ہوکر معلوم ہوا کہ حضرت مولانا غلام وستانوی کا بنایا ہوا یہاں ایک مدرسہ ہے جو ابھی زیر تعمیر ہے، لیکن تعلیم ہورہی ہے، وہاں کے پروگرام میں جانا ہے، چنانچہ فوراً یہ خادم سفر کے تکان کے باوجود وہاں کے لئے روانہ ہوگیا، دوپہر کے کھانے کا انتظام وہیں تھا، کھانے سے فارغ ہوکر مغرب تک وہاں کے پروگرام میں شرکت کی اور علماء وطلباء کے درمیان ایک گھنٹہ کا خطاب بھی ہوا، اس کے بعد مغرب وعشاء کے درمیان دو اور مدرسوں میں جانا ہوا جن میں سے ایک مدرسہ وہ تھا جس میں کسی زمانہ میں ہمارے مشفق وکرم فرما اور مخلص دوست حضرت مولانا مفتی محمد شعیب صاحب قاسمی ساکن نندأوں ضلع اعظم گڈھ شیخ الحدیث مدرسۃ الاصلاح سرائے میر بھی مدرس رہ چکے تھے اور کئی سال تک تدریسی خدمات انجام دے چکے تھے، مغرب وعشاء کے درمیان جن دو مدرسوں میں جانا ہوا وہاں موجود طلبا واساتذہ سے خطاب

کرنا پڑا، وہاں سے فارغ ہوکر عشاء کی نماز تنبولی جامع مسجد میں ادا کی جہاں کثیر تعداد میں عوام وخواص کے ساتھ حضرات علماء وحفاظ اور مدارس کے ذمہ داران بھی موجود تھے، خطاب میں ایسی باتیں اللہ نے کہلوائیں جس سے مجمع بے حد متاثر ہوا اور وہاں کے لوگوں نے بھی ایک دوسرے سے یہ کہا کہ اس قدر پُر تاثیر بیان تو آج تک ہم نے نہیں سنا تھا، پُر مغز خطاب کے بعد پُر اثر دعاء پر مجلس اختتام پذیر ہوئی، اس کے بعد گھنٹوں لوگ مصافحہ کرتے رہے، بیان سے فارغ ہونے کے بعد رات کا کھانا حاجی حنیف صاحب کے مکان پر کھایا، حاجی عرفان صاحب اور حاجی شوکت صاحب تنبولی حج وعمرہ تنبولی ٹور والے جیسے درجنوں رفقاء شروع سے اخیر تک ساتھ رہے اور رات میں بذریعہ ٹرین اورنگ آباد کے لئے روانگی ہوئی۔

۸؍ربیع الاول مطابق ۲۳؍فروری منگل کے دن اورنگ آباد کا پروگرام نمٹا کر ۹؍ربیع الاول مطابق ۲۴؍فروری بدھ کے دن جلگاؤں کے لئے سفر ہوا، جلگاؤں پہونچتے ہی بچیوں کے ایک اسکول میں جا کر خطاب کرنا پڑا، اس کے بعد اللہ نے خطاب میں ایسی تاثیر پیدا کی کہ دوران خطاب بچیاں خوب روئیں پُر اثر دعاء کے بعد وہاں سے روانہ ہوکر ظہر کے بعد ایک مسجد میں پروگرام تھا اس سے فارغ ہوکر عصر کے بعد ایک دوسری مسجد میں تیسرا پروگرام تھا، اس کے بعد بعد نماز عشاء عمومی اجلاس میں عمومی خطاب تھا اس سے فارغ ہوکر ۱۰؍ربیع الاول مطابق ۲۵؍فروری جمعرات کے دن یہ خادم برہانپور ایم پی پہونچا، وہاں بھی پہلے ہی سے کئی پروگرام طے تھے ان کو نمٹانے کے بعد ۱۱؍ربیع الاول مطابق ۲۶؍فروری جمعہ کے دن برہانپور سے بنارس کے لئے واپسی ہوئی اور بنارس سے پھر دارالعلوم مہذب پور پہونچا، دارالعلوم آنے

کے بعد ششماہی امتحان کی تیاری میں مصروف ہوگیا، امتحان مکمل ہونے کے بعد ۱۷ر ربیع الاول مطابق ۴ر مارچ جمعرات کے دن سے ایک ہفتہ کی تعطیل ہوگئی، یہ خادم بھی تعمیری اور دوسرے کاموں میں مصروف ہوگیا۔

سفر یوکے

پروگرام کے مطابق ۲۴ر ربیع الثانی مطابق ۱۰ر اپریل دہلی سے یوکے کے لئے روانگی ہوئی اور اس سفر میں تقریباً تین مہینہ قیام رہا جس کا زیادہ حصہ پرسٹن میں گذرا، اسی کے ساتھ اس سفر میں احباب و رفقاء کی خواہش پر گلاسگو، ایڈمبرا، ڈنڈی وغیرہ بھی جانا ہوا۔ گلاسگو کی جامع مسجد کے امام مولانا حبیب الرحمٰن صاحب جو نوجوان فضلاء میں سے تھے اور دارالعلوم بری کے فیض یافتہ تھے، گلاسگو کے مسلمانوں میں ان کی اچھی خاصی مقبولیت تھی وہ اس خادم سے مختلف ذرائع سے پہلے ہی سے آشنا اور واقف تھے، دوران قیام بہت محبت اور ہمدردی سے پیش آئے اور ہر طرح کی راحت کا خیال رکھا اور کسی لائن کی رہبری سے دریغ نہیں کیا، جامع مسجد اور گلاسگو کے مختلف مساجد میں بیانات بھی انہوں نے کروائے، نیز ایڈمبرا اور ڈنڈی کے مساجد میں بھی بیانات ہوئے، چند روز گلاسگو میں قیام کے بعد پرسٹن واپسی ہوگئی اور اس کے بعد لنکا سائر یوک سائر اور میڈل ایسٹ ہوتے ہوئے لندن تک جانا ہوا اور ہر جگہ مختلف مساجد میں بیانات اور پروگرام ہوئے جس سے عوام وخواص کو علمی استفادہ کا خوب خوب موقعہ ملا۔

لندن سے واپسی وایا قطر ہونی تھی، چونکہ دلی سے قطر ایئر ویز کے ذریعہ یہ سفر ہوا تھا، اس لئے واپسی میں بڑی والی بچی جس کا قیام کئی سال سے قطر میں ہے اس نے واپسی پر قطر اترنے کا اصرار کیا، چنانچہ ۲۸؍رجب مطابق ۱۱؍جولائی اتوار کے دن مانچسٹر سے روانہ ہوکر رات میں قطر پہونچا اور چار دن قطر میں قیام کرنے کے بعد ۳؍شعبان مطابق ۱۶؍جولائی جمعہ کے دن قطر ایئر ویز کے ذریعہ دہلی کے لئے روانگی ہوگئی اور کل ہوکر دہلی پھونچ کر دارالعلوم مہذب پور کے لئے روانہ ہوگیا۔ اس طرح الحمدللہ بعافیت تمام یو کے اور قطر کا سفر مکمل کر کے جامعہ پہونچ گیا، جب جامعہ پہونچا تو سالانہ امتحان ہورہا تھا اس خادم کے پہونچنے کے بعد ۹؍شعبان مطابق ۲۲؍جولائی جمعرات کے دن طلباء کی تعطیل کلاں ہوگئی اور تین دن کے بعد حضرات مدرسین وملازمین بھی اپنے اپنے گھروں کے لئے روانہ ہوگئے، اس طرح یہ تعلیمی سال اپنے اختتام کو پہونچ گیا۔

انتقال ہمشیرہ

اس خادم کی تین بہنیں اور پانچ بھائی تھے، بھائیوں کی تفصیلات حیات حبیب الامت جلد اول کے آغاز میں گذر چکی ہیں، تین بہنوں میں سے دو بہنیں سب بھائیوں میں بڑی تھیں، ان میں سے سب سے بڑی بہن کا نام ربزہ تھا، ان کا انتقال ایک لڑکی رخسانہ خاتون اور دولڑکے محمد عالم اور نصر عالم کی پیدائش کے بعد چوتھے بچے کی پیدائش میں ہوگیا، حالانکہ اس خادم کے والدین نے بہت تدبیر کی لیکن اللہ کی

تقدیر غالب آئی، شہادت کی موت ان کے نصیب میں لکھی تھی جس سے ڈاکٹر بھی ان کو نہیں بچا پائے اور بالآخر زندہ والدین اور سارے بھائی بہنوں کے ساتھ اپنے بچوں کو رنجیدہ کر کے ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گئیں۔

آبائی وطن جھٹکاہی کے قریب جموا گاؤں میں ان کی شادی ہوئی تھی، جہاں کی اس خادم کی دادی بھی تھیں اور اسی گاؤں کی رہنے والی اس خادم کی والدہ بھی تھیں اور اسی گاؤں سے ایک بھابھی بھی گھر میں آئیں اور اسی گاؤں میں ایک بھائی کی بچی بھی منسوب ہوئی اور اسی گاؤں میں سب سے بڑی ہمشیرہ کی بھی نسبت تھی، اس طرح اس گاؤں کو پانچ پشتوں کی نسبت کا شرف حاصل تھا۔

بڑی ہمشیرہ نے ہمیشہ اپنے چھوٹے بھائی بہنوں کا بہت زیادہ خیال رکھا اور ہر مرحلہ میں والدین کے ساتھ بھائی بہنوں کے کام آئیں، چونکہ ان کی سسرال قریب ہی کے گاؤں میں تھی اس لئے جھٹکاہی آنے جانے والوں سے حتی کہ غرباء ومساکین بھیک مانگنے والوں سے بھی بھائی بہنوں کی خیریت معلوم کیا کرتی تھیں، اگر کسی کی زبانی بھی معمولی غم کی بات بھی ان کو معلوم ہو جاتی تو فوراً ننگے پاؤں والدین اور بھائی بہنوں کے پاس جھٹکاہی پہونچ جایا کرتی تھیں، یہ خادم بھی بچپن میں ان کے گھر جایا کرتا تھا اور ہفتہ عشرہ سے پہلے وہ واپس نہیں آنے دیتی تھیں اور جب تک رہتا خاطر مدارات میں کوئی کمی نہیں ہونے دیتی تھیں، ان کی ہمیشہ یہ خواہش رہا کرتی تھی کہ بھائی سب گاہ بگاہ ان کے یہاں پہونچتے رہیں۔

ذاتی طور پر بہت نیک شریف، اخلاق مند باپردہ والدین کی تربیت کا مکمل

پر تو تھیں، صوم وصلوۃ کی پابندی کے ساتھ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف بھی اہتمام سے گہر میں کیا کرتی تھیں، اور گھر والوں کی دینی تربیت سے غافل نہیں رہتی تھیں، لیکن ان کے سسرال والے ان کی تربیت کی باتوں کو جس انداز سے قبول کرنا چاہئے وہ نہیں کر سکے۔ بہرحال ہر اعتبار سے قابل قدر وہ بہن تھیں لیکن افسوس کہ بہت دنوں تک بھائی بہنوں کا ساتھ نہیں دے سکیں اور اللہ کو پیاری ہوگئیں، دعاء ہے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات کو بلند فرمائے، حسنات کو قبول فرمائے، سیئات سے درگزر فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔

(۲) بہنوں میں دوسری بہن جو سب بھائیوں اور ایک بہن سے بڑی تھیں اس کا نام حفظہ تھا، ان کی شادی والدین نے بھوانی پور گاؤں میں کی، جو بیر گنیاں کے قریب اور نیپال کے باڈر پر ایک بستی ہے، ان کے شوہر کا نام محمد عیسیٰ تھا، الحمدللہ ان کی بھی کئی لڑکیاں اور لڑکے ہوئے اور سب کی شادیاں ہمشیرہ نے اپنی زندگی میں کرا کر اپنے کو فارغ کرلیا۔ یہ ہمشیرہ بھی والدین کے ساتھ تمام بھائی بہنوں سے بہت زیادہ محبت کرتی تھیں اور ہر آنے جانے والوں سے والدین اور بھائی بہنوں کی خبر لیتی رہتی تھیں، لیکن دور ہونے کی وجہ سے بڑی بہن کی طرح جلدی جلدی آنا ان کے لئے ممکن نہیں تھا، اس لئے حسب ضرورت گاہ بگاہ والدین کی طلب پر میکے آیا جایا کرتی تھیں۔ یہ خادم بھی بڑی بہن کی طرح بچپن میں ان کے گھر بھی کثرت سے آیا جایا کرتا تھا اور بہت زیادہ محبت بڑی بہن کی طرح وہ بھی کیا کرتی تھیں، آج تو وہ محبت وخلوص اور اپنائیت اپنی اولادوں میں نظر نہیں آتیں، اس بہن کا بھی حال یہی تھا کہ جب پہونچ

جا تا تو ہفتہ عشرہ سے پہلے واپس نہیں ہونے دیتی تھیں، اور قیام کے دوران ہر طرح کی خاطر مدارات کا دھیان وخیال رکھتی تھیں۔

عمر طبعی گزار کر بالآخر ۲۵ر محرم ۱۴۳۳ھ مطابق یکم جنوری ۲۰۱۱ء سنیچر کے دن مختصر سی علالت کے بعد ہمیشہ کے لئے بھائی بہنوں کے ساتھ اپنے بچوں کو روتا ہوا چھوڑ کر دار فانی سے دار باقی کی طرف سفر کر گئیں۔

اطلاع ملنے کے بعد یہ خادم بھی جنازہ میں حاضر ہوا، ظہر کی نماز کے بعد جنازہ گھر سے نکلا اور قبرستان گیا اس خادم نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور تین مشت خاک دے کر بہن کو ہمیشہ کے لئے الوداع کہہ دیا۔

اس خادم کی دعاء ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، حسنات کو قبول فرمائے، سیئات سے درگزر فرمائے۔

(۳) تیسری بہن جس کا نام امۃ النساء تھا، یہ سب سے چھوٹی بہن تھیں اور دو بھائیوں کے بعد یہ پیدا ہوئیں، ان کی بھی شادی بھوانی پور ہی میں ہوئی، جہاں دوسری بہن کی شادی ہوئی تھی، ان کے شوہر کا نام مظلوم تھا جو مسجد کے بہترین معمار تھے، دس بیس کوس کے لوگ مسجد کی تعمیر کے لئے ان کو تلاش کیا کرتے تھے، پوری زندگی انہوں نے مساجد کی تعمیر میں گزار دیا، اور ان کے کام سے لوگ بہت مطمئن اور خوش رہا کرتے تھے، چھوٹی بہن کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی، صرف ایک بچی تھی جس کا نام نسیمہ تھا جس کی شادی قریب کی بستی گوا باری میں انہوں نے کی اور داماد کو دوسری اولاد

نہ ہونے کی وجہ سے اپنے گھر پر آباد کرلیا۔

چھوٹی ہمشیرہ بھی بھائی بہنوں کے ساتھ اسی طرح سے محبت رکھتیں، جس طرح بڑی دونوں بہنیں رکھتی تھیں، لیکن بیچ والی بہن کے مقابلہ میں چھوٹی بہن ہونے کی وجہ سے ان کی آمدورفت والدین کے یہاں زیادہ تھی۔

یہ خادم بھی بچپن میں ان کے یہاں خوب جایا کرتا تھا جب پہونچتا تو بہت خوش ہوتی تھیں اور اس علاقہ کے رسم ورواج کے مطابق پاؤں پکڑ کر دیر تک روتی تھیں، اس کے بعد لوٹا میں پانی لے کر آتیں اور تھالی میں پاؤں رکھوا کر پاؤں دھلواتیں اور ہفتہ عشرہ قیام کے بغیر ان کے یہاں سے بھی واپسی کی چھٹی نہیں ملتی تھی اور جب تک رہنا ہوتا بہت محبت کے ساتھ کھانے پینے کا نظم وانتظام کرتیں۔

الحمدللہ عمر طبعی کے اعتبار سے کمزور تو ہو چکی ہیں لیکن تادم تحریر باحیات ہیں اور بھائی بہنوں کے ساتھ اسی دیرینہ شفقت ومحبت کے ساتھ زندہ ہیں، خادم کی دعاء ہے اللہ تعالیٰ لمبی عمر ان کو نصیب فرمائے، اور صحت وعافیت کے ساتھ رکھے اور اپنے وقت پر ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

سفرعمرہ (شاکرہ ورابعہ) وحج

۲۰۱۱ء اس خادم کے لئے بہت مبارک سال رہا، الحمدللہ اس سال میں دو عمرہ اور ایک حج مبرور کی سعادت نصیب ہوئی۔

پہلا عمرہ مارچ کے مہینہ میں ہوا، ویزہ کی کاروائی مکمل ہونے کے بعد ۲۴ رربیع الاول ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۸ رفروری ۲۰۱۱ء دوشنبہ کے دن پور بندر ایکسپریس کے ذریعہ موتیہاری سے روانہ ہوکر دہلی پہونچا، ایک دن دہلی میں قیام کے بعد بذریعہ سعودی ایئر لائنز ۲۶ رربیع الاول مطابق ۲ رمارچ چہارشنبہ کے دن جدہ کے لئے روانگی ہوئی۔ ۲۷ رربیع الاول مطابق ۳ رمارچ جمعرات کے دن بعافیت مکہ مکرمہ پہونچ گیا اور رات ہی میں الحمدللہ عمرہ سے فراغت ہوگئی۔

اس عمرہ کی خصوصیت یہ رہی کہ خادم کی دو بچیاں شاکرہ ثروت اور رابعہ فرحت خادم کے ساتھ اس مبارک سفر میں شریک رہیں، دونوں بچیوں نے حرمین کی حاضری کا پورا حق ادا کیا، پانچوں نمازیں اہتمام سے حرمین میں ادا کرتی رہیں اور کثرت سے طواف کیا، اور مسجد عائشہ سے مرحومین کے لئے کئی عمرے بھی کئے۔ یہ سفر اکولہ ٹور کے ساتھ ہوا تھا جس کے مالک عبدالعظیم فلاحی اور ان کے بھائی سلیم تھے، ان حضرات نے مہمانوں کا پورا اکرام کیا اور خدمت ورہبری میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ۳۰ رربیع الاول مطابق ۶ رمارچ اتوار کے دن صبح ۷ ربجے ٹور والے بس کے ذریعہ مکہ مکرمہ کی زیارت کے لئے تمام معتمرین کو لے گئے جس میں یہ خادم بچیوں کے ساتھ شریک سفر رہا، مساجد، مقابر کے ساتھ منی، مزدلفہ، عرفات کی بھی زیارت کر کے دونوں بچیاں بہت خوش ہوئیں اور حج کا شوق دل میں موجزن ہوگیا۔

۱ رربیع الثانی مطابق ۷ رمارچ دوشنبہ کے دن چند ہی روز مکہ مکرمہ میں قیام کے بعد ٹور والے تمام معتمرین کو مدینہ طیبہ کے لئے لے کر روانہ ہوگئے، اسی دن

مغرب کے وقت مدینہ طیبہ حاضری ہوئی اور عشاء کے بعد روضۂ پاک کی زیارت اور صلوۃ وسلام سے فارغ ہوگئے۔

۹/دن مسلسل مدینہ طیبہ میں قیام رہا، بچیوں نے مسجد نبوی سے خوب فیض حاصل کیا، پنجوقتہ نماز کی حاضری کے ساتھ روضۂ اقدس پر بھی روزانہ حاضری دیتی رہیں اور خوب جی لگا کر عبادت وتلاوت میں مصروف رہیں۔

۱۱/ربیع الثانی مطابق ۱۷/مارچ جمعرات کے دن ٹور والے پورا قافلہ لے کر مدینہ طیبہ سے صبح کے وقت روانہ ہوئے اور ۲/بجے دوپہر میں ہم لوگ مکہ مکرمہ دوبارہ حاضر ہوگئے۔ اور رات میں سب لوگ عمرہ سے فارغ ہوگئے، اس سفر میں صرف دو روز مکہ مکرمہ میں قیام رہا، لیکن الحمدللہ بچیوں نے ہمت کی درجنوں طواف وعمرہ مختصر ایام میں کرلیا۔

۱۴/ربیع الثانی مطابق ۲۰/مارچ بعد مغرب مکہ مکرمہ سے جدہ کے لئے روانہ ہوئے ٹور کے ذمہ دار عبدالعظیم فلاحی کے برادر سلیم صاحب نے گاڑی کا نظم کر کے جدہ تک پہونچایا۔

ڈھائی بجے شب میں جدہ سے روانہ ہوکر ۱۵/ربیع الثانی مطابق ۲۱/مارچ دوشنبہ کے دن ساڑھے گیارہ بجے دوپہر دہلی پہونچے، ایک روز دہلی میں قیام کے بعد ۱۷/ربیع الثانی مطابق ۲۳/مارچ بدھ کے دن غریب رتھ سے دہلی سے روانگی ہوئی اور اگلے روز ۱۸/ربیع الثانی مطابق ۲۴/مارچ جمعرات کے دن پورا قافلہ غریب خانہ جھٹکاہی پہونچ گیا۔

سفر عمرہ میں چونکہ دونوں بچیاں تہجد کے وقت حرم پہونچ جایا کرتی تھیں اور تہجد کی نماز حرم میں ادا کرتی تھیں، چنانچہ ہندوستان واپسی کے بعد کافی عرصہ تک بچیاں بالخصوص رابعہ فرحت تہجد کی پابند رہیں۔

یہ خادم بچیوں کو گھر پہونچا کر چند روز قیام کے بعد ۲۰؍ربیع الثانی مطابق ۲۶؍مارچ سنیچر کے دن اعظم گڈھ کے لئے روانہ ہوگیا اور چند روز جامعہ میں قیام کے بعد ۲۳؍ربیع الثانی مطابق ۲۹؍مارچ بروز منگل مجوزہ پروگرام کے مطابق دہلی کے لئے روانہ ہوگیا۔

سفر یوکے

اور چند روز دہلی میں قیام کے بعد حسب پروگرام ۲۸؍ربیع الثانی مطابق ۳؍اپریل اتوار کے دن بذریعہ امرٹس ایئرویز مانچسٹر کے لئے روانہ ہوگیا۔ اور اس سفر میں تین ماہ یوکے میں قیام رہا اور احباب ورفقاء نے خوب علمی استفادہ کیا۔ حسب سابق مختلف علاقوں کے مساجد علمی، دینی، تبلیغی، اصلاحی پروگرام ہوئے اور ہر طبقہ نے روحانی وعلمی فیض حاصل کیا۔

۱؍شعبان مطابق ۳؍جولائی اتوار کے دن سفر مکمل کرکے یہ خادم مانچسٹر سے روانہ ہوا اور ۲؍شعبان مطابق ۴؍جولائی دوشنبہ کے دن دہلی پہونچ گیا اور اسی دن دہلی سے روانہ ہوکر کل ہوکر جامعہ پہونچ گیا، اور سالانہ امتحان کی تیاری میں مصروف ہوگیا۔

۱۱؍شعبان مطابق ۱۳؍جولائی بدھ کی شام کو تمام درجات کے امتحانات ختم

ہو گئے اور اگلے دن طلباء کی تعطیل کلاں ہوگئی اور ۱۳؍شعبان مطابق ۱۵؍جولائی جمعہ کے دن تمام اساتذہ کی بھی تعطیل ہوگئی۔ یہ خادم بھی اپنے وطن چمپارن کے لئے روانہ ہوگیا اور اخیر شعبان تک گھر پر قیام رہا۔

دوسرا سفر عمرہ

جیسا کہ یہ خادم اس سے قبل لکھ چکا ہے کہ ۲۰۱۱ء اس خادم کے لئے بہت مبارک سال ثابت ہوا، چونکہ اس سال اللہ نے دو عمرہ اور ایک حج کی سعادت سے نوازا۔ پہلے عمرہ کا تذکرہ آچکا ہے جو خادم کے ساتھ ۴؍نفری قافلہ پر مشتمل تھا جو مارچ کے مہینہ میں ہوا تھا جس میں خادم کی دو بچیاں شاکرہ ثروت اور رابعہ فرحت خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں جن کا تذکرہ اس سے پہلے یہ خادم کر چکا ہے۔

دوسرے عمرہ کی سعادت اللہ پاک نے رمضان میں نصیب فرمائی، چنانچہ دوسرے عمرہ کے لئے یہ خادم اکیلا ۳۰؍شعبان ۱؍اگست دوشنبہ کے دن موتیہاری سے روانہ ہوا اور کل ہوکر دہلی پہونچ گیا۔ اور دہلی سے ۲؍رمضان مطابق ۳؍اگست بدھ کے دن جدہ کے لئے روانگی ہوئی اور اسی دن رات میں مکہ مکرمہ پہونچ گیا اور رات میں عمرہ سے فارغ ہوگیا اور ۱۵؍پندرہ یوم مسلسل مکہ مکرمہ میں قیام رہا اور طواف، عمرہ، تراویح سے بھر پور استفادہ کا موقعہ ملا اور جی بھر کر قیام کا موقعہ ملا۔

۱۸؍رمضان مطابق ۱۹؍اگست جمعہ کے دن مدینہ طیبہ کے لئے روانگی ہوئی

اور چار یوم مدینہ طیبہ میں قیام کے بعد ۲۲؍ رمضان مطابق ۲۳؍ اگست منگل کے دن مدینہ طیبہ سے دہلی کے لئے روانگی ہوگئی اور کل ہو کر دہلی سے وطن کے لئے روانہ ہوکر ۲۴؍ رمضان مطابق ۲۵؍ اگست جمعرات کے دن وطن پہونچ گیا۔

یہ عمرہ بھی اکولہ ٹور کے ساتھ ہوا، چونکہ اس سے پہلے یہ خادم رمضان المبارک میں بغیر ٹور کے عمرہ کر چکا تھا اور اس کی دشواری اور مشکلات کو جھیل چکا تھا۔

اگر چہ عزیزم مولانا شمیم قاسمی جو نیپال کے رہنے والے ہیں اور چند سال انہوں نے ہمارے جامعہ میں بھی تعلیم حاصل کی ہے اس کے بعد دیوبند سے فراغت کے بعد جامعہ ام القری میں داخلہ لے لیا اور ماشاء اللہ آج تک وہ جامعہ ام القری ہی میں زیر تعلیم ہیں، وہ ہندوستان بالخصوص اپنے علاقہ اور واقفین و متعارفین کی دل وجان سے خدمت کرتے ہیں، اس خادم سے تو استاذ شاگرد کی بھی نسبت لگی ہوئی تھی، قرب مکانی کے ساتھ اس نسبت کا بھی انہوں نے ہمیشہ پورا لحاظ رکھا، اس سفر میں تو خاص طور پر جان نچھاور کر دیا کوئی زحمت نہیں ہونے دی، اس کے باوجود خادم نے یہ طے کر لیا کہ آئندہ اکیلے نہیں بلکہ ٹور کے ساتھ وابستہ ہو کر حج وعمرہ کا سفر کرنا ہے۔

چنانچہ ہندوستان واپسی کے بعد اپنے ایک دوست مفتی رحمت اللہ صاحب قاسمی جو برہانپور کے رہنے والے ہیں اور مدرسہ شیخ علی متقی کے مہتمم ہیں ان سے رابطہ کیا، انہوں نے اکولہ ٹور کی نشاندہی کی، چنانچہ کئی سال تک عمرہ کا سفر انہی کے ٹور سے کرتا رہا، کئی سال کے بعد جب علاقائی ٹور مل گئے تو ان کو چھوڑ کر قرب مکانی کی بنیاد پر لکھنؤ کے ٹور والوں کے ساتھ سفر شروع کر دیا۔

سفر حج

دوعمرہ کے ساتھ ۲۰۱۱ء میں حج کی بھی سعادت نصیب ہوئی، یہ خادم اگر چہ حج وعمرہ کے ارادہ سے کئی بار حاضری دے چکا تھا اور گھر کے جملہ خورد وکلاں بھی حاضری دے چکے تھے، خسر اور ساس کو بھی اس سعادت سے سرفراز کروا چکا تھا، برادران میں بھائی کلیم اللہ کو بھی ۲۰۰۴ء کے قافلہ میں اپنے ہمراہ لے گیا تھا اور الحمدللہ وہ بھی اس عظیم سعادت سے بہرہ ور ہو چکے تھے، اب باقی رہ گئی تھیں ۲ بہنیں حفظہ اور امۃ النساء اور ایک بھائی شفیع اللہ جن کو کوئی پوچھنے والا نہیں تھا، خادم نے اس کی ہمت کی اور ان تینوں کو بتلایا کہ اس سال آپ حضرات کو حج کا سفر کرنا ہے قانون کے مطابق اس وقت حج کے لئے انٹرنیشنل پاسپورٹ بنوانا ضروری تھا۔ چنانچہ تینوں کا پاسپورٹ بنوایا اور جس دن پاسپورٹ بن کر بڑی ہمشیرہ حفظہ کے گھر پہونچا اسی دن ان کا انتقال ہوگیا، جس کی وجہ سے وہ اس سعادت سے محروم رہ گئیں، باقی چھوٹی بہن امۃ النساء اور بھائی شفیع اللہ اور خادم اور خادم کی اہلیہ اور ایک نفر مزید کل پانچ نفری قافلہ خادم نے تیار کیا اور سب کا فارم بھر کر پٹنہ جمع کروایا اور الحمد سب کا نام بھی قرعہ اندازی میں آ گیا، اس طرح ۲۰۱۱ء کے حج میں وہ پنج نفری قافلہ کا جانا طے پا گیا۔

چنانچہ یہ خادم منظوری کی اطلاع پانے کے بعد ۲۵ رشوال مطابق ۲۵ رستمبر بروز اتوار اعظم گڈھ سے روانہ ہو کر وطن پہونچا۔ پانچ روز اعزاء و اقارب کی دعوت کی

مصروفیت رہی اسی کے ساتھ سفر کی تیاری بھی ہوتی رہی۔

۲/ ذی قعدہ مطابق ۱/ اکتوبر شنبہ کے دن پنج نفری قافلہ مع دیگر اعزاء واقارب پٹنہ کے لئے روانہ ہوا۔ ایک رات پٹنہ میں قیام کر کے ضروری کاغذات کی حصولیابی کے بعد ۳/ ذی قعدہ مطابق ۲/ اکتوبر اتوار کے دن پٹنہ سے چھوٹی فلائٹ کے ذریعہ دہلی جانا ہوا اور دہلی میں ایئرپورٹ پر چند گھنٹے کے قیام کے بعد بڑی فلائٹ کے ذریعہ جدہ کے لئے روانگی ہوئی اور الحمدللہ ۴/ ذیقعدہ ۳/ اکتوبر دوشنبہ کے دن مکہ مکرمہ حاضری ہوگئی اور اس سفر میں زیادہ تر حجاج کا قیام عزیزیہ میں طے پایا۔ چنانچہ یہ خادم بھی اپنے پنج نفری قافلہ کے ساتھ عزیزیہ کی ایک بلڈنگ میں قیام پذیر ہوا، عزیزیہ کی آبادی نئی ہونے کی وجہ سے منی سے تو قریب ہے، لیکن حرم مکی سے تقریباً ۱۰/ دس کیلومیٹر کا فاصلہ ہے، لیکن یہ فاصلہ بسوں کی مسلسل اور مربوط ومنظّم نظم وانتظام کی وجہ سے عزیزیہ والوں کے لئے بھی حرم مکی دور نہیں رہ گیا تھا۔

عزیزیہ سے بسیں حرم کے لئے اور اسی طرح حرم سے واپسی کے لئے چوبیس گھنٹہ دستیاب تھیں اور عزیزیہ نئی آبادی ہونے کی وجہ سے وہاں بلڈنگیں بھی صاف ستھری اور کشادہ تھیں اور روزمرہ کی ضروریات کی دکانیں بھی وہاں مہیا تھیں جس کی وجہ سے حضرات حجاج کرام کو خود اس خادم کو بھی وہ جگہ پسند آئی۔ بہرحال مکہ مکرمہ پہونچنے کے بعد بذریعہ بس حرم پاک کی حاضری ہوئی اور تمام رفقاء عمرہ سے فارغ ہوگئے۔ ۲/ یوم مکہ مکرمہ میں قیام کے بعد ۶/ ذی قعدہ مطابق ۵/ اکتوبر بدھ کے دن معلم نے ہماری فلائٹ کے تمام حجاج کو مدینہ طیبہ کے لئے روانہ کر دیا۔ چنانچہ وہاں

پہونچ کر ۹ر نو دن کا قیام رہا اور پنج وقتہ نمازوں کے اہتمام کے ساتھ روضہ اقدس کی حاضری کی سعادت نصیب ہوتی رہی، بالآخر مدینہ طیبہ کے قیام کا مجوزہ وقت اختتام کو پہونچا اور ۱۵ر ذیقعدہ مطابق ۱۴ر اکتوبر جمعہ کے دن مدینہ طیبہ سے مکہ مکرہ کے لئے روانگی ہوئی اور ۱۶ر ذیقعدہ مطابق ۱۵ر اکتوبر سنیچر کے دن تمام رفقاء نے عمرہ سے فراغت حاصل کر لی اس کے بعد ایام حج تک مستقل مکہ مکرمہ میں قیام رہا۔

چونکہ پٹنہ سے جس فلائٹ سے یہ خادم روانہ ہوا تھا اس میں درجنوں بہار کے وہ علماء تھے جو اس خادم سے آشنا و واقف تھے، چنانچہ ان حضرات نے اصرار کر کے مدینہ طیبہ میں اور ایام ترویہ سے پہلے مکہ مکرمہ میں کئی بیانات بھی کروائے جس سے حجاج کرام کو کافی فائدہ ہوا۔

اور الحمد للہ وقت مقررہ پر معلم کی بسوں کے ذریعہ منی اپنے اپنے خیموں میں پہونچ گئے اور وہاں سے عرفات اور عرفات سے مزدلفہ اور مزدلفہ سے منی بعافیت تمام سارے ارکان پورے کر کے قافلہ کے ساتھ واپسی ہوگئی، اس کے بعد ایام منی میں جمرات کی رمی سے فارغ ہو کر وقت مقررہ پر عزیزیہ قیام گاہ میں پہونچ گئے اور طواف وعمرہ وغیرہ میں مصروف ہو گئے تا آنکہ واپسی کا وقت آیا معلم کی بس کے ذریعہ مکہ مکرمہ سے جدہ پہونچا دیئے گئے، لیکن جس فلائٹ سے دہلی واپس آنا تھا اس فلائٹ کی خرابی کی وجہ سے مزید دو یوم جدہ ایئر پورٹ پر رکنا پڑا جس کی وجہ سے حجاج کرام کو کافی زحمت اٹھانی پڑی، کسی طرح اللہ اللہ کر کے دو روز کے بعد دوسری فلائٹ کے ذریعہ دہلی بھیج دیا گیا اور دہلی سے تمام حجاج چھوٹی فلائٹ کے ذریعہ پٹنہ پہونچ گئے، لیکن

فلائٹ کے چھوٹی ہونے کی وجہ سے حاجیوں کا سارا سامان دہلی سے نہیں پہونچ سکا، زیادہ تر سامان دہلی ایئرپورٹ میں رہ گیا جس کے پٹنہ پہونچنے میں مہینہ کا وقت لگ گیا اور بہت سے حجاج کا سامان غائب بھی ہوگیا، بروقت سامان نہ ملنے کی وجہ سے حجاج کرام میں بہت زیادہ ناراضگی پائی گئی بہت سے حجاج کا تو کھجور اور زمزم بھی غائب ہوگیا وہ ملاقات کے لئے آنے والے مہمانوں کو حرمین کا یہ تبرک بھی نہیں پیش کرسکے، اس کوتاہی کو حج کمیٹی والوں نے بھی محسوس کیا، لیکن اس کا کوئی حل ان کے پاس نہیں تھا جس کی وجہ سے اکثر حجاج کرام کے غصے کوانہیں جھیلنا پڑا، اس خادم کا بھی کئی سامان نہیں پہونچ پایا جوایک مہینہ کے بعد شکستہ حالت میں ملا، لیکن اللہ کا کرم یہ ہوا کہ سارا سامان مل گیا، کوئی غائب نہیں ہوا، اس طرح یہ سفر حج بھی الحمد للہ اختتام کو پہونچ گیا اور قافلہ کے تمام رفقاء بعافیت تمام وطن پہونچ گئے۔

شادی شاداب بن مقبول کلکتہ

کلکتہ کے مشہور عالم ٹینری کے مالک جناب مقبول عالم صاحب کے سب سے چھوٹے برخوردار شاداب عالم کی شادی ۲۹ رمحرم ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۵ ردسمبر ۲۰۱۱ء اتوار کے دن کلکتہ میں طے پائی جس کی دعوت اور شرکت کی منظوری جناب مقبول عالم صاحب نے از راہ محبت کئی ماہ قبل ہی اس خادم سے حاصل کرلی تھی، چنانچہ ان کی خواہش اور اصرار پر اور ان کے مرسلہ ٹکٹ پر ۲۸ رمحرم مطابق ۲۴ ردسمبر سنیچر کے دن

بذریعہ طیارہ بنارس سے کلکتہ پہونچا اور ۲۹ر محرم مطابق ۲۵ر دسمبر اتوار کے دن رات میں مختصر خطاب کے بعد اس خادم نے نکاح پڑھایا اس کے بعد تین روز ان کے یہاں قیام رہا اور چوتھے دن ۳ر صفر مطابق ۲۹ر دسمبر کلکتہ سے بذریعہ طیارہ دہلی کے لئے روانہ ہوگیا اور دو یوم دہلی میں قیام کرنے کے بعد ۶ر صفر مطابق یکم جنوری ۲۰۱۲ء اتوار کے دن بذریعہ طیارہ دہلی سے بنارس اور بنارس سے اعظم گڈھ واپسی ہوگئی۔

پیدائش امجد بن شاکرہ ثروت

اس خادم کی دوسرے نمبر کی انتہائی باصلاحیت خدمت گذار صالحہ ودیندار مطیعہ اور فرمانبردار ہر لائن سے قابل اعتبار وقابل افتخار باپ کی چہیتی ولاڈلی بیٹی جس کو اللہ نے سب سے پہلے ایک بچی سے نوازا جس کا نام صالحہ ثروت رکھا گیا جس کا تذکرہ اس سے پہلے کے صفحات میں آچکا ہے، دوسرے نمبر پر اللہ نے لڑکے سے نوازا جس کا نام اشہد ضیاء رکھا گیا اور تیسرا بچہ ۲۶ر رجب ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۹ر جون ۲۰۱۱ء بدھ کے دن پیدا ہوا جس وقت یہ خادم ہندوستان کے باہر یوکے کے سفر پر تھا جس کا نام امجد ضیاء رکھا گیا اور یہ بچہ ابھی رضاعت کی مدت بھی پوری نہیں کرسکا کہ وہ ماں باپ کی لاڈلی اور پیاری بچی کم ہی دنوں کی علالت کے بعد ہمیشہ کے لئے والدین کو داغ مفارقت دے کر اللہ کریم ورحیم کے جوار رحمت میں پہونچ گئی جس کی تفصیلات آئندہ کے صفحات میں آپ پڑھیں گے۔



۲۰۱۲ء کے اہم اسفار

اس خادم کے پرانے دوست لال باغ برہانپور ایم پی کے رہنے والے حاجی نذیر اطہر صاحب مسلسل کئی سال سے ایم پی کے مختلف علاقوں کی اصلاحی، تبلیغی سفر کا تقاضہ کررہے تھے، لیکن یہ خادم کثرت کارو مشاغل کی وجہ سے ان کی دعوت واصرار کو مؤخر کرتا رہا، بالآخر بتقدیر الٰہی وہ وقت آ ہی گیا اور سفر کا نظام بن گیا، چنانچہ ۱۶؍ربیع الاول ۱۴۳۳ھ مطابق ۹؍فروری ۲۰۱۲ جمعرات کے دن وایا بنارس بذریعہ کمانی ایکسپریس بھوپال کے لئے روانگی ہوئی، رفقاءِ سفر ۲ تھے، جناب مولانا عمران اسعد صاحب قاسمی مدرس جامعہ اور حافظ شہنواز جلال پورنوی، یہ سہ نفری قافلہ جمعرات کو بنارس سے روانہ ہوکر ۱۷؍ربیع الاول مطابق ۱۰؍فروری جمعہ کے دن صبح ۸؍بجے بھوپال پہونچا، حاجی نذیر اطہر صاحب برہانپوری اور قاری رفیق احمد صاحب بھوپالی اسٹیشن پر استقبال کے لئے موجود تھے، اسٹیشن سے روانہ ہوکر بھوپال کے معروف عالم دین حضرت مولانا مفتی رحیم اللہ صاحب کے مکان پر قیام رہا، وہاں پہونچتے ہی معلوم ہوا کہ جمعہ کی امامت وخطابت بھوپال کی جامع مسجد میں اس خادم کی ہے۔ چنانچہ ناشتہ سے فارغ ہوکر جمعہ کی تیاری میں مصروف ہوگیا۔ اور جامع مسجد پہونچا جہاں جمعہ کی اذان سے قبل ہی کثیر تعداد میں نمازی موجود تھے، خادم نے جمعہ سے قبل بیان کیا، جمعہ کی نماز پڑھائی، لوگوں سے سلام ومصافحہ سے فارغ ہوکر قیام گاہ پر آیا، کھانے سے فارغ ہوکر

معلوم ہوا کہ بعد عشاء باغ عزت افزاء میں پروگرام ہے جو قیام گاہ سے دور ہے، چنانچہ عصر سے قبل ہی وہاں کے لئے روانگی طے پائی، چنانچہ قاری رفیق صاحب کی قیادت میں قافلہ قیام گاہ سے روانہ ہوکران کے مدرسہ پہونچا،مغرب کی نماز انہی کے مدرسہ کے قریب ایک پرانی شاہی مسجد میں ادا کی،عشاء کی نماز کے بعد پروگرام شروع ہوا، اجلاس میں عوام کے ساتھ کثرت سے علماء بھی موجود تھے،مفتی رئیس احمد خان صاحب کی صدارت میں پروگرام ہوا۔ ساڑھے بارہ بجے جلسہ ختم ہوا،عوام وخواص نے خادم کے خطاب کو بہت پسند کیا،ڈیڑھ بجے قیام گاہ پرآنا ہوا،۳ربجے آرام کرنے کی نوبت آئی۔

۱۸ر ربیع الاول مطابق ۱۱رفروری سنیچر کے دن بھی بھوپال میں قیام رہا۔ دوپہر کا کھانا باغ فرحت افزاء میں قاری رفیق صاحب کی میزبانی میں کھایااور شام کا کھانا مفتی عبدالرحیم صاحب بھوپالی کے ایک دوست کے گھر کھایا۔ بعدعشاء۱۰ربجے سے ۱۱ربجے تک جامعہ حسینیہ بھوپال کی مسجد میں بیان طے تھا، چنانچہ خادم نے ایک گھنٹہ وہاں خطاب کیا جس میں عوام کے ساتھ علماءطلباءبھی شریک رہے،خطاب بہت پُرمغزاورپُرتاثیررہا جیسا کہ علماء نے اپنے اپنے تاثرات کا بعد میں اظہار کیا۔

اس کے بعد اگلے سفر کی تیاری میں لگ گئے اور بارہ بجے رات میں پورا قافلہ ریلوے اسٹیشن پہونچ گیا اور ڈیڑھ بجے کی ٹرین سے بذریعہ رانڈیرامرتسرا یکسپریس روانہ ہوکر دوسرے دن دس بجے منمارڈ پہونچے، جہاں مالیگاؤں کے اہم ذمہ داران گاڑی لے کر اسٹیشن پر مہمانوں کے استقبال میں موجود تھے،خصوصیت کے ساتھ

مالیگاؤں کے قاری عبدالحفیظ صاحب قابل ذکر ہیں۔

۱۹؍ربیع الاول مطابق ۱۲؍فروری اتوار کے دن منمارڈ سے بائی روڈ بذریعہ کار روانہ ہوکر ۱۱؍بجے دن میں مالیگاؤں پہونچنا ہوا، رات کا قیام جناب مصطفیٰ اقبال صاحب کے مکان پر رہا اور دس بجے سے گیارہ بجے تک عمومی خطاب کا پروگرام نیا گاؤں اسلام پورہ کی ایک کشادہ وسیع وعریض مسجد میں رکھا گیا جو سامعین سے بھرگئی اور دس بجے سے گیارہ بجے تک ایک گھنٹہ مکمل عمومی خطاب ہوا جس سے عوام وخواص کے ساتھ کثیر تعداد میں علماء بھی شریک رہے۔

دوسرے دن ۲۰؍ربیع الاول مطابق ۱۳؍فروری دوشنبہ کے دن بھی مالیگاؤں ہی میں قیام رہا اور دن میں مختلف مساجد کے ساتھ مستورات میں خطاب ہوا، رات کا عمومی بیان عشاء کے بعد مسجد عبد الرؤف میں ہوا، مالیگاؤں کے کچھ سیاسی حالات کی ناخوشگواری کی وجہ سے مسجد کے باہر عمومی میدان میں کسی پروگرام کی سرکاری طور پر اجازت نہ ملنے کی وجہ سے مساجد میں سارے پروگرام ہوئے، مسجد عبدالرؤف کا دوسرے دن کا پروگرام بھی ہر اعتبار سے کامیاب رہا، مجمع بھی بہت آیا اور سامعین کے بیان کے مطابق خطاب بھی بہت اچھا ہوا، رات کا قیام حاجی مکی صاحب کے مکان پر رہا۔

۲۱؍ربیع الاول مطابق ۱۴؍فروری منگل کے دن مالیگاؤں سے خادم کا قافلہ بائی روڈ بذریعہ کار روانہ ہوا اور ظہر سے قبل یہ خادم مع قافلہ دھولیہ پہونچ گیا، وہاں کے میزبان مولانا شکیل احمد صاحب قاسمی اور ان کے رفقاء استقبال کے لئے تیار تھے، ظہر کی نماز جامع مسجد میں ادا کی گئی جو زیر تعمیر تھی، اس کے بعد ایک صاحب کے مکان پر

کھانا کھایا گیا، کھانے سے فارغ ہوکر دھولیہ کے مختلف مقامات کی زیارت کی گئی عشاء کی نماز کے بعد دھولیہ کے ایک عمومی میدان مولوی گنج میں خطاب عام کا پروگرام منتظمین نے طے کر رکھا تھا، چنانچہ ڈیڑھ گھنٹہ اس خادم نے پُرتاثیر عوام وخواص کی موجودگی میں خطاب کیا، جس میں پورا دھولیہ جمع تھا، اور حضرات علماء نے خطاب کو بے حد پسند کیا اور دھولیہ میں اس انداز کا پہلا خطاب قرار دیا، اس کے بعد گھنٹوں حاضرین مصافحہ کرتے رہے، اس سے فارغ ہوکر رات ہی میں بذریعہ بس پونہ کے لئے روانگی ہوگئی۔

۲۲/ربیع الاول مطابق ۱۵/فروری بدھ کے دن ۶/ بجے بذریعہ بس پونہ پہونچنا ہوا، جناب حاجی نذیر اطہر صاحب برہانپور کے عزیز جناب عبدالقیوم صاحب اپنی کار لے کر استقبال کے لئے بس اڈہ پر موجود تھے، ان کی گاڑی میں بیٹھ کر ان کے مکان پر جانا ہوا، دن میں چھوٹی بڑی دوسری مصروفیات رہیں، رات کا قیام جناب عبد القیوم صاحب کے محلے ہی میں ہوا، اور بعد نماز عشاء مسجد صراط النجاۃ کالے داڑی کوکنی نگر پونہ میں عمومی خطاب ہوا، الحمدللہ سامعین سے پوری مسجد بھری ہوئی تھی اور بہت دل پذیر خطاب رہا، خطاب کے بعد عمومی دعاء ہوئی اس کے بعد سلام ومصافحہ پر مجلس برخواست ہوگئی، جناب عبدالقیوم صاحب نے تمام سامعین کے لئے اپنے انفرادی مزاج کے مطابق کھانے کا انتظام کیا تھا، چنانچہ سبھی حضرات کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔

۲۳/ربیع الاول مطابق ۱۶/فروری جمعرات کے دن ساڑھے بارہ بجے

کالے داڑی کو کنئے نگر سے روانہ ہوکر ڈھائی بجے کونڈ واخورد جناب خواجہ نور محمد صاحب کے مکان پر پہونچے، بعد نماز عصر مولانا شاکر صاحب کے مدرسہ بیت العلوم میں جانا ہوا، جہاں علماء وطلباء سے خطاب کی سعادت حاصل ہوئی، جس خطاب سے طلباء اساتذہ سے زیادہ مدرسہ کے ذمہ دار مولانا شاکر صاحب متاثر ہوئے، جس کا اظہار انہوں نے خود کیا، اس کے بعد انہوں نے مدرسہ بیت العلوم کا معائنہ کروایا چونکہ مولانا شاکر صاحب جماعت سے مربوط تھے اس لئے اس کا عکس جمیل ہر چیز پر نظر آیا، بعد نماز عشاء کونڈ وا بزرگ میں خطاب عام ہوا جس میں کثیر تعداد میں عوام وخواص نے شرکت کی اور روحانی بیان سے مستفیض ہوئے اور رات کا قیام خواجہ نور محمد صاحب کے مکان پر رہا۔

خواجہ صاحب کے مکان پر قیام کی ایک خصوصیت یہ رہی کہ التوضیح الضروری شرح القدوری جس کی تالیف واملاء کا کام ایک عرصہ سے چل رہا تھا اور اسی کام کی نیت سے عزیز محترم جناب مولانا عمران اسعد صاحب قاسمی استاذ جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور اعظم گڈھ کو رفیق سفر بنایا تھا تاکہ حسب فرصت وگنجائش وقت التوضیح الضروری کی تالیف واملاء میں ان سے مدد حاصل ہوتی رہے گی، چنانچہ پورے سفر میں باحسن وجوہ انہوں نے مدد کی اور التوضیح الضروری جلد اول کی تکمیل رات میں قیام کے دوران خواجہ نور محمد صاحب کی قیام گاہ پر پونہ میں ہوگئی جس کی بے پناہ خوشی اس خادم کو بھی ہوئی اور خادم کے معاون جناب مولانا عمران اسعد صاحب قاسمی کو بھی ہوئی اور بعد میں یہ کتاب شائع ہوکر منظر عام پر آئی اور علماء وطلباء ومدرسین مدارس کے ہاتھوں

میں پہونچی اور جس نے بھی اس کتاب کو دیکھا اور پڑھا بے حد پسند کیا چونکہ اس کا اسلوب وانداز عام اردو شراح سے ہٹ کر ایک الگ ہی انداز ہے جس کی ضرورت بعض حضرات بہت شدت سے محسوس کررہے تھے، لیکن یہ عظیم کام اللہ نے اس خادم کے مقدر میں لکھ رکھا تھا اس لئے اس خادم سے انجام پذیر ہوا، لیکن کثرت کارومشاغل کی وجہ سے دوسری جلد جو کتاب البیوع سے آنی ہے وہ کام ابھی تشنۂ تکمیل ہے، اللہ کرے زندگی میں یہ کام بھی مکمل ہوجائے تاکہ پوری قدوری کی توضیح وتشریح جدید کا عمل انجام پذیر ہوجائے۔

۲۴؍ربیع الاول مطابق ۱۷؍فروری جمعہ کے دن کا قیام بھی خواجہ نور محمد صاحب ہی کے یہاں رہا، البتہ جمعہ کی نماز کی امامت اور خطابت اعظم کیمپس میں طے پایا، چنانچہ وقت مقررہ پر یہ خادم حاضر ہوا اور جمعہ سے پہلے حسب معمول خطاب کیا اور جمعہ کی امامت بھی کی، بعد عشاء کا عمومی پروگرام مسجد عمر میں طے پایا، چنانچہ عشاء کی نماز میں یہ خادم مسجد عمر میں حاضر ہوا اور حسب اعلان خطاب کی سعادت حاصل ہوئی جس سے عوام وخواص نے استفادہ کیا، آج کی رات کا قیام بھی خواجہ نور محمد صاحب ہی کے مکان پر رہا، دن میں دوسرے احباب بھی آتے جاتے رہے اور افادہ اور استفادہ کا سلسلہ جاری رہا۔

۲۵؍ربیع الاول مطابق ۱۸؍فروری سنیچر کے دن بذریعہ کار بائی روڈ جناب عبدالقیوم صاحب کی سیاقت وقیادت میں پونہ سے احمد نگر کے لئے روانگی ہوئی اور ڈیڑھ بجے حاجی حنیف صاحب کے مکان پر پہونچنا ہوا، مسلسل سفر کی وجہ سے طبیعت

کی صحت احمد نگر پہونچ کر علالت میں تبدیل ہوگئی، چنانچہ وہاں کے مقامی ڈاکٹر جناب نثار احمد صاحب سے رابطہ کر کے دوا لینے کی ضرورت پڑی، لیکن اسی علالت ونقاہت کے ساتھ وہاں کے مجوزہ پروگرام کو بھی نمٹانا پڑا، چنانچہ بعد نماز ظہر وہاں کے معروف عالم دین حضرت مولانا انوار صاحب ندوی کے مدرسہ کی زیارت کے لئے حاضری دینی پڑی، اس کے علاوہ بھی دیگر مشاغل رہے، بعد نماز عشاء احمد نگر کی تنبولی جامع مسجد میں عمومی خطاب بھی تھا۔

علالت کے باوجود الحمدللہ یہ فریضہ بھی باحسن وجوہ انجام پذیر ہوا، ان سب امور سے فارغ ہوکر ساڑھے بارہ بجے حاجی حنیف صاحب کے مکان سے روانہ ہوکر بس اڈہ پہونچے اور ڈیڑھ بجے رات میں بذریعہ بس جلگاؤں کے لئے پورا قافلہ روانہ ہوا۔

۲۶؍ربیع الاول مطابق ۱۹؍فروری اتوار کے دن صبح سات بجے جلگاؤں پہونچنا ہوا اور جلگاؤں کا قیام احباب نے مسجد عمر کے متصل کمرے میں طے کیا تھا، چنانچہ دن بھر مسجد عمر میں قیام رہا اور عشاء کی نماز کے بعد طے شدہ پروگرام کے مطابق اجلاس عام میں خطاب عام تھا، چنانچہ نقاہت کے باوجود جلگاؤں کے اس فرض کو بھی اس خادم نے احسن انداز میں انجام دے کر حسب پروگرام ساڑھے دس بجے رات میں بائی روڈ بذریعہ کار بھساول کے لئے روانہ ہوگیا۔

۲۷؍ربیع الاول مطابق ۲۰؍فروری دوشنبہ کے دن پورے دن بھساول میں قیام رہا اور وہاں کے احباب نے ہر طرح کی راحت وآرام کا خیال رکھا بالخصوص جناب رضوان صاحب والیاس صاحب، ہمہ وقت حاضر خدمت رہے اور ضروریات

کی تکمیل میں لگے رہے، عشاء کی نماز کے بعد کھلے میدان میں اہل بھساول نے اجلاس عام کا اہتمام کیا جس میں بھساول وقرب وجوار کے لوگ کثیر تعداد میں شریک ہوئے اور سب نے بہت شوق سے خطاب سے استفادہ کیا۔ اخیر میں اس خادم کا عمومی خطاب ہوا اور خادم ہی کی دعاء پر اجلاس اختتام پذیر ہوگیا۔ آج رات کا قیام بھی حسب مشورہ احباب بھساول ہی میں رہا۔

۲۸ر ربیع الاول مطابق ۲۱ر فروری منگل کے دن بھساول سے بذریعہ کار بائی روڈ روانگی ہوئی اور ظہر کے وقت عادل آباد حاضری ہوئی، وہاں استقبال کے لئے جناب محمد حسین صاحب عرف امیر صاحب اوران کے رفقاء موجود تھے، ظہر کے بعد انہی کے مکان پر کھانے کا نظم وانتظام تھا اور بعد نماز عشاء مرکزی جامع مسجد میں خطاب عام کا اعلان تھا۔ چنانچہ حسب پروگرام اس خادم کا خطاب عام ہوا، چونکہ زیادہ تر احباب وہاں کے جماعت سے مربوط تھے اس لئے خطاب میں ان کے ذہن وفکر کوملحوظ رکھا گیا۔ محمد حسین امیر صاحب نے خدمت اورراحت رسانی میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔

۲۹ر ربیع الاول مطابق ۲۲ر فروری بدھ کے دن بذریعہ کار بائی روڈ عادل آباد سے روانہ ہوکر برہانپور پہونچنا ہوا اور حاجی نذیر اطہر صاحب برہانپوری کے مکان پر پورے قافلے کا قیام رہا۔ رات میں عشاء کے بعد شہر میں عمومی اجلاس کا اعلان تھا۔ چنانچہ یہ خادم اس اجلاس عام میں شریک ہوا جس میں عوام وخواص کے ساتھ کثیر تعداد میں علماء بھی موجود تھے اور الحمد للہ سب نے جی بھر کر خطاب سے استفادہ کیا۔

۳۰ر ربیع الاول مطابق ۲۳ر فروری جمعرات کے دن کا قیام بھی برہانپور ہی

میں رہا، ظہر کے بعد مستورات میں خطاب ہوا اور کثرت سے مستورات بیعت ہوئیں، عصر کے بعد جامعہ ابو ہریرہ کی بنیاد رکھی گئی اور ذکر کی مجلس قائم ہوئی اور مغرب کے بعد بیعت کا عمومی پروگرام ہوا جس میں بہت لوگ بیعت ہوئے، اس سے فارغ ہوکر آٹھ بجے رات میں اسٹیشن آئے اور پون ایکسپریس کے ذریعہ پورا قافلہ برہانپور سے بنارس کے لئے روانہ ہوگیا۔

یکم ربیع الثانی مطابق ۲۴رفروری جمعہ کے دن ۳ربجے شام کو بنارس پہونچنا ہوا اور مغرب کے وقت بنارس سے جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور اعظم گڈھ پورے قافلے کی حاضری ہوگئی، اس طرح دو ہفتے کا طویل سفر الحمد للہ اختتام پذیر ہوا اور خادم جامعہ پہونچ کر جامعہ کے کاموں میں مصروف ہوگیا۔

تسقیف (سلاپ) مسجد احباب چمپارن

خادم کے آبائی وطن جھٹکاہی ڈھا کہ ضلع مشرقی چمپارن بہار میں آباء واجداد نے چھپر کی مسجد تعمیر کر کے نمازوں کا اہتمام کیا بعد میں چھت سے چھپر ہٹ کر اس پر کھپڑا آ گیا، وہ ایک زمانہ تک چلا، تیسرا دور آیا تو مسجد اونچی کر کے اینٹ سے تعمیر کی گئی اور چھت پر تاڑ کی لکڑی اور اینٹ لگا کر اس کو مسقّف کر کے ایک عرصہ تک اس میں نماز ادا کی جاتی رہی۔ چوتھے دور میں وہ مسجد جب نمازیوں کے لئے تنگ ہونے لگی تو جناب عبدالرحمٰن صاحب انجینئر ساکن خیرواضلع مشرقی چمپارن کے تعاون سے

مسجد کے غربی جانب مسجد کی توسیع کے لئے زمین حاصل کی گئی جس زمین کا پورا پیسہ انجینئر صاحب نے ادا کیا اور زمین بھی مسجد کے نام لکھی گئی، لیکن بلا اطلاع و بلا مشورہ چپکے سے ایک صاحب نے اس میں متولی کی حیثیت سے اپنا نام لکھوا دیا اور اپنے کو اس زمین کا مالک تصور کرنے لگے۔ چنانچہ اس کا اظہار اس وقت ہوا جب مسجد کی غربی دیوار کا باہر سے پلاسٹر کروانے کا اس خادم نے ارادہ کیا اور ایک صاحب کو ذمہ دار بنا کر پلاسٹر کا سامان فراہم کر دیا اور انہوں نے جب پلاسٹر کروانا چاہا تو خود ساختہ متولی نے پلاسٹر نہیں ہونے دیا، نتیجۃً مسجد کے باہر کی غربی دیوار بغیر پلاستر کے پڑی رہی، لیکن مسجد کے اندر کے ضروری کام اور اس کے مینار کی تعمیر اور مسجد کا رنگ و روغن ۱۹۹۵ء میں اس خادم نے مکمل کروا دیا لیکن پندرہ سال کے بعد نمازیوں کے لئے بالخصوص جمعہ کی نماز کے لئے وہ مسجد تنگ پڑنے لگی تو گاؤں کے بڑے بوڑھوں نے اور نمازیوں نے کئی مرتبہ خود ساختہ متولی سے اس کی توسیع کے سلسلہ میں بات کی لیکن ہر مرتبہ مایوسی ہی ان کے ہاتھ لگی۔

تا آنکہ یہ مسئلہ اس خادم کے سامنے آیا، خادم نے ہمت کر کے اس کی توسیع کا ارادہ کر لیا اور مسجد کی پرانی تعمیر شہید کر کے از سرنو آر سی سی پایا دے کر کشادہ مسجد کی تعمیر کا پروگرام بنا لیا، چنانچہ اللہ کا نام لے کر توکلاً علی اللہ ۲۲؍نومبر ۲۰۱۰ء دوشنبہ کے دن اس خادم نے خود اپنے ہاتھ سے پھاؤڑا چلا کر مسجد کی بنیاد رکھی اور گاؤں کے اتر محلّہ کے اہم ذمہ دار جناب الحاج ہارون رشید صاحب کو اس کی تعمیر کا ذمہ دار بنا کر کام شروع کر دیا اور الحمدللہ تسلسل کے ساتھ کام ہوتا رہا، حالانکہ اخراجات بہت لمبے تھے

اوراس کی تعمیر کا کوئی مستقل ذریعہ بھی نہیں تھا اس کی تعمیر کا مکمل بار اس خادم نے اپنے سر لے رکھا تھا تاہم اللہ نے کرم فرمایا اور اپنے فضل سے ماشاء اللہ ۲۶/ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰/مارچ ۲۰۱۲ء منگل کے دن اس مسجد کی تسقیف یعنی سلاپ کا کام مکمل ہوگیا، اس کے بعد اس کا پلاستر و مینار زمین پر ٹائلس دروازہ جنگلہ اور چھت کی پی او پی اس کی وائرنگ اور دیگر لوازمات باقی رہ گئے جو ایک سال میں الحمد للہ مکمل ہوگئے، اس کے بعد اس مسجد کا نام مسجد احباب رکھا گیا اور تا حیات اس کا متولی یہ خادم طے پایا اور دومنزلہ یہ مسجد گاؤں کی جامع مسجد کی حیثیت سے متعارف ہوئی اور ایک ہزار نمازیوں کی اس میں گنجائش نکل آئی، آج یہ مسجد اپنی وسعت کے ساتھ اپنی تعمیر وتزئین میں اپنی مثال آپ ہے اور علاقہ کی مساجد میں اس کو امتیازی شان حاصل ہے جس کی زیارت کے لئے لوگ دور قریب سے بکثرت آتے رہتے ہیں۔

مسجد احباب کے نام سے جو پتھر مسجد کے صدر دروازہ کے باہری حصہ میں نصب ہے اس پر سنگ بنیاد کی تاریخ ۲۲/نومبر ۲۰۱۰ء دوشنبہ درج ہے اور تکمیل تعمیر کی تاریخ ۳۱/دسمبر ۲۰۱۲ء یوم دوشنبہ درج ہے۔

جب مسجد مکمل ہوگئی تو گاؤں کے اعزاء واقارب محبین ومتعلقین اہل تدین کی یہ خواہش ہوئی کہ یہاں خانقاہ بھی شروع کی جائے چنانچہ رمضان ۱۴۳۴ھ مطابق جولائی ۲۰۱۳ء سے باضابطہ اخیر عشرہ کا اعتکاف اس خادم نے شروع کیا جس میں گاؤں اور قرب وجوار کے علاوہ یوپی، ایم پی، مہاراشٹر، گجرات، بنگال، بنگلہ دیش، لندن سے احباب ومتوسلین خانقاہی نظام سے مربوط ہوکر علمی وروحانی ذکری وفکری، استفادہ کے

لئے آنے لگے اور الحمد للہ کئی سال تک تسلسل کے ساتھ خانقاہ حبیب کے نام سے مسجد احباب جامع مسجد جھٹکاہی ڈھاکہ ضلع مشرقی چمپارن میں یہ نظام چلتا رہا۔

لیکن ۲۰۱۹ء کے لاک ڈاؤن کی وجہ سے یہ نظام جوموقوف ہوا تادم تحریر موقوف چلا آرہاہے، والغیب عنداللہ۔

سفر یوکے

سالہائے گذشتہ کی طرح یوکے کے احباب ومتعلقین ومحبین ومتوسلین کی خواہش اوراصرار پر۲۰۱۲ء میں بھی اس خادم کا یوکے کا سفر ہوا، اپریل۲۰۱۲ءکو پروگرام کے مطابق دہلی سے مانچسٹر کے لئے روانگی ہوئی اور سالہائے گذشتہ کی طرح اس سال بھی یوکے میں تین مہینے کا قیام رہا، اس مدت میں مختلف مقامات پرمختلف احباب کی خواہش اوراصرار پرمختلف انداز کے اصلاحی وتبلیغی پروگرام بھی ہوئے جس سے عوام وخواص نے بھرپوراستفادہ کیا۔

۹رشعبان مطابق ۳۰رجون سنیچر کے دن سفرمکمل کرکے مانچسٹر سے دہلی کے لئے واپسی ہوگئی اور دہلی سے حسب پروگرام اعظم گڈھ جامعہ میں حاضر ہوکر جامعہ کے تعلیمی وتعمیری اورانتظامی کاموں میں مصروف ہوگیا، چونکہ یہ زمانہ اختتام سال کا تھا اس لئے طلبا اساتذہ امتحان سے فارغ ہوکر اپنے اپنے وطن کے لئے روانہ ہوگئے اور یہ خادم مجوزہ مشاغل میں مصروف ہوگیا۔

۲۰۱۲ء کا دل دہلا دینے والا حادثہ

جیسا کہ اس سے ماقبل یہ خادم لکھ چکا ہے کہ اس خادم کی چار بچیاں تھیں (۱) ذاکرہ نکہت (۲) شاکرہ ثروت (۳) ہاجرہ طلعت (۴) رابعہ فرحت، اور یہ بھی لکھ چکا ہوں کہ الحمدللہ تین بچیوں کی شادی سے یہ خادم فارغ ہو چکا تھا البتہ چوتھی بچی رابعہ فرحت کی شادی باقی تھی جس کے لئے لڑکے کی جستجو کا کام نیابۃً اس خادم نے سپہی ضلع چمپارن کے اپنے ایک عزیز جناب ممتاز عالم صاحب عرف منگنو بابو کے حوالے کر رکھا تھا۔

ادھر حسب معمول یہ خادم ۲۰۱۲ء کے رمضان میں بھی پورے مہینہ کے لئے عمرہ کے سفر پر چلا گیا، جب عمرہ سے دہلی واپسی ہوئی تو منگنو بابو کا فون پہونچا کہ گھر آپ کب پہونچ رہے ہیں؟ میں نے اس کے جواب میں پوچھا خیریت تو ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ رابعہ فرحت کے لئے ایک بہت ہی مناسب اور معقول رشتہ رمضان ہی سے میں نے روک رکھا ہے، اس کے سلسلہ میں آپ سے بات کرنی تھی، میں نے جواب میں کہا کہ انشاءاللہ جلد ہی میں گھر آجاؤں گا۔

چنانچہ گھر پہونچنے کے بعد جب ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے رشتہ کی پوری تفصیل بتلائی وہ رشتہ انہی کے گاؤں کا تھا، ماسٹر عبدالمنان صاحب کے سب سے چھوٹے برخوردار محمد صادق جس کا نام تھا، اس کا انتخاب منگنو بابو نے رابعہ فرحت کے لئے اپنے اعتبار سے کیا تھا، پوری بات سامنے آنے کے بعد ماسٹر صاحب نے بچی کو

دیکھااور میں نے بچے کو،اس طرح رشتہ کی بات فائنل ہوگئی اوراسی کے ساتھ نکاح کی تاریخ بھی طے پاگئی کہ انشاءاللہ نومبر میں بقرعید کے بعد نکاح ہوجائے گا، جب اس شادی کی اطلاع تاریخ کی تفصیل کے ساتھ گھر والوں کوملی تو ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی، خاص طور پرعزیزہ شاکرہ ثروت سلمہا جواس وقت جھٹکاہی میں موجودتھی اس کو بے پناہ خوشی ہوئی اوراسی کے بعد سے وہ شادی کی تیاری میں لگ گئی۔

یہ سب کچھ طے کرنے کے بعد یہ خادم ۱۰رشوال مطابق ۲۹راگست بدھ کے دن اپنے وطن سے اعظم گڈھ کے لئے روانہ ہوگیا اورآنے کے بعد داخلہ کی کاروائی اور دوسرے کاموں میں مصروف ہوگیا، ادھرعزیزہ شاکرہ ثروت سلمہا نے اپنے پرانے ملبوسات جواٹیچی میں آراستہ تھے نکال کر دیکھنا شروع کیا، بالخصوص وہ کپڑے جواس کواس کی شادی میں ملے تھے اورجس کواس نے اپنی شادی میں پہنا تھا، ان کپڑوں کو دیکھتے ہوئے اچانک ۱۲رشوال مطابق ۳۱راگست جمعہ کے دن بخار کا عارضہ لاحق ہوگیااورایک ہی دن میں اچانک بخارنے اتنی شدت اختیارکی کہ کل ہوکر ۱۳رشوال مطابق یکم ستمبرسنیچر کے دن ڈھاکہ ڈاکٹرصغیراحمدصاحب کے یہاں لے جانا پڑا، لیکن ان کی دواؤں سے کوئی افاقہ نہیں ہوا، مجبوراً دوسرے دن ۱۴رشوال مطابق ۲رستمبراتوارکےدن پھردوبارہ ڈاکٹرصغیراحمدصاحب کے یہاں اہل خانہ اس کولےکر گئےاوراسی دن اس کی علالت کی اطلاع اس خادم کوملی، یہ خادم مستقل مسلسل رابطہ میں رہا،صورتحال کو بےقابو دیکھ کراسی دن اس کوڈھاکہ سےموتیہاری رحمانیہ ہاسپٹل میں ڈاکٹرتبریز کے یہاں ریفرکروایا، وہاں بھی صورتحال قابو میں نہ آنے کی وجہ سے اسی

دن رات میں پٹنہ بڑے ہوسپیٹل میں منتقل کروایا۔ اور ۱۵؍شوال مطابق ۳؍ستمبر دوشنبہ کے دن یہ خادم بھی خود اعظم گڈھ سے وایا بنارس بذریعہ ٹرین پٹنہ کے لئے روانہ ہوگیا، مغرب کے بعد ٹرین پٹنہ پہونچی اس کے بعد فوراً ہوسپیٹل پہونچا، وہ بچی جو ہمیشہ رابطہ میں رہتی تھی جب پٹنہ ہاسپیٹل پہونچا تب وہ بے ہوش تھی، بات کرنے کے قابل نہیں تھی، دیکھ کر یہ اندازہ لگا کہ میری یہ پیاری اور لاڈلی بیٹی لگتا ہے کہ صرف چند گھنٹوں کی مہمان ہے، چنانچہ یہی ہوا کہ ایک بجے کے قریب رات میں ڈاکٹروں نے اہل خانہ کو بلاکر اس اندوہناک اور دلدوز خبر کی اطلاع دی کہ آپ کی لخت جگر نے ہمیشہ کے لئے آپ سب کو داغ مفارقت دے دیا ہے اور اب ہم ہاسپیٹل سے اس کو ڈسچارج کررہے ہیں، گھر لے جانے کے لئے ایمبولینس کا آپ حضرات انتظام کرلیں، یہ ہوش اڑا دینے والی خبر جب اس خادم کو ملی تو اس قدر صدمہ ہوا کہ لگنے لگا کہ اس خادم کا بھی آخری وقت آگیا ہے، بہت مشکل سے اپنے کو سنبھالا اور اس نور نظر کی جدائی کے صدمہ کو اٹھانے میں جتنی کلفت اور زحمت ہوئی اس سے یہ خادم ہی آشنا رہا۔

بہر حال اللہ کے اس فیصلہ پر راضی رہنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا، شکستہ دل کو بہت سنبھالنے کی کوشش کی لیکن غم تحمل سے کہیں زیادہ تھا، اس کے باوجود اللہ نے اس خادم کی حفاظت کی کہ ہارڈ اٹیک سے یہ خادم بچ گیا۔

ڈاکٹر حیران تھے کہ ایسی کونسی بات پیش آگئی کہ تین دن کے بخار کی وجہ سے ہارڈ گردہ لیور سب کچھ فیل ہوگیا، ڈاکٹروں کی سمجھ سے بھی یہ بات باہر تھی، بہر حال اللہ کے فیصلے کے آگے ہر ایک کو سرنگوں ہونا پڑا۔

رات میں ایمبولینس کے ذریعہ جنازہ لے کر گھر کے لئے روانہ ہوئے، راستہ میں فجر کی نماز پڑھتے ہوئے فجر کے دو گھنٹے کے بعد جنازہ جھٹکاہی پھونچ گیا، جنازہ کے پھونچنے سے پہلے اس اندوہناک اور دردناک حادثہ کی اطلاع گاؤں میں پھیل چکی تھی، اس لئے دروازہ پر جب جنازہ پہونچا پوری بستی کے خوردکلاں مردوں وعورتوں کا ایک بڑا ہجوم اکٹھا تھا کسی کو یہ یقین نہیں آرہا تھا کہ دوتین دن کے بخار میں ایسا کیسے ہوگیا۔

بہرحال تھوڑی دیر کے بعد غسل کا انتظام کیا گیا اور ۱۶ر شوال مطابق ۴ر ستمبر منگل کے دن ظہر کی نماز کے بعد جنازہ کی نماز پڑھ کر ہمیشہ کے لئے جھٹکاہی کے قبرستان میں پُرنم آنکھوں سے تین مشت خاک ڈال کر اللہ کے حوالے کردیا۔

دعاء ہے اللہ پاک مرحومہ کی مغفرت فرمائے، جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، حسنات کو قبول فرمائے، سیئات سے درگذر فرمائے، قبر میں ہر طرح کی راحت نصیب فرمائے، عذاب قبر سے حفاظت فرمائے۔

اس کا غم اس خادم کو کئی مہینے تک رہا اور آج بھی وہ بار بار یاد آتی ہے لیکن اپنے دل کو کسی طرح سمجھا لیتا ہوں اور اس کے لئے اس کے بدلہ میں قرآن خوانی اور ایصال ثواب کا اہتمام کرتا ہوں اور اللہ کے اس فیصلہ پر راضی رہتا ہوں۔

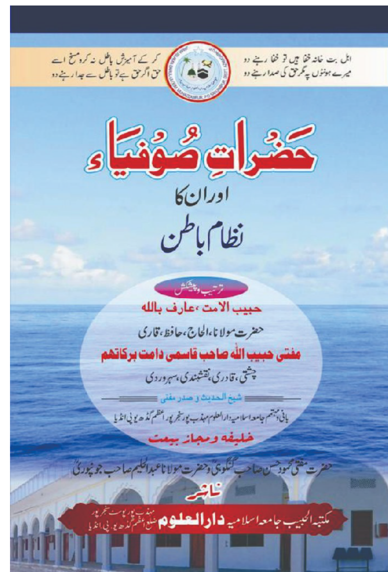
ڈاکٹروں کی حیرت کے ساتھ چونکہ اس خادم کو شدید حیرت تھی اس لئے اس عظیم حادثہ کے بعد جب کئی عاملوں سے رجوع کیا تو سب نے متفقہ طور پر یہی بتایا کہ اس بچی پر سحر کیا گیا تھا اور سحر کے دیرپا ہونے کی وجہ سے اسی نے بیماری کی شکل اختیار کرلی اور اسی کے

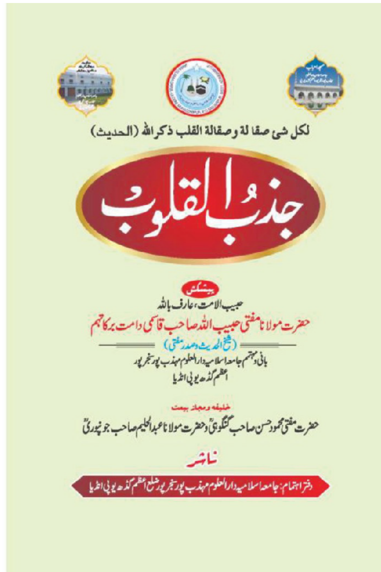
نتیجہ میں اس نے ہمیشہ کے لئے اس دارفانی کوالوداع کہہ دیا۔ **والغیب عند الله**۔

رابعہ فرحت کا نکاح

اس عظیم صدمہ کے بعد اس قابل یہ خادم نہیں بچا کہ طے شدہ تاریخ پر عزیزہ رابعہ فرحت کا نکاح کیا جا سکے، لیکن اہل خانہ واعزا واقارب کے اصرار ودباؤ پر ۸؍محرم ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۳؍نومبر جمعہ کے دن سپہی کی جامع مسجد میں بعوض مہر فاطمی محمد صادق بن ماسٹر عبدالمنان ساکن سپہی ضلع مشرقی چمپارن کے ساتھ نکاح کر دیا، اس طرح یہ خادم اپنے جملہ فرائض سے سبکدوش ہو گیا۔







تعارف حضرت حبیب الامت دامت برکاتہم

حبیب الامت، عارف باللہ، حضرت، مولانا، الحاج، حافظ، قاری، **مفتی حبیب اللہ** صاحب قاسمی دامت برکاتہم چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی، دارالعلوم دیوبند کے اکابر فضلاء میں سے ہیں۔ جنہوں نے پوری زندگی خدمت دین، تبلیغ دین، اشاعت دین کے لئے وقف کردی ہے۔ آپ کی شخصیت اہل علم، اہل افتاء، اہل تدریس، اہل خطابت، اہل قلم میں معروف ومشہور ہے۔ آپ نے میزان سے دورۂ حدیث بلکہ افتاء وتخصص فی الحدیث تک کی تعلیم ایک زمانہ تک دی ہے اور دے رہے ہیں۔ تمام علوم وفنون پر آپ کی نگاہ ہے آج آپ کے ہزاروں فیض یافتہ تلامذہ ہندوبیرون ہند ہمہ جہت دینی وعلمی خدمات میں مصروف ہیں۔

آپ کے رشحات قلم کی تعداد درجنوں ہے جن سے دنیا استفادہ کررہی ہے۔ بالخصوص التوسل بسید الرسل، نیل الفرقدین فی المصافحۃ بالیدین، اُحب الکلام فی مسئلۃ السلام، جذب القلوب، مبادیات حدیث، علماء وقائدین کے لئے اعتدال کی ضرورت، احکام یوم الشک، مسلم معاشرہ کی تباہ کاریاں، والدین کا پیغام زوجین کے نام، حضرات صوفیاء اوران کا نظامِ باطن، تصوف وصوفیاء اوران کا نظام تعلیم وتربیت، تحفۃ السالکین، حبیب العلوم شرح سلم العلوم، صدائے بلبل، حبیب الفتاوی، رسائل حبیب، تحقیقات فقہیہ، التوضیح الضروری شرح القدوری، ملفوظات حبیب الامت، اک چراغ، جمال

ھمنشیں ،جیسی اہم تصنیفات ہزاروں علماء سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ان میں خاص طور سے حبیب الفتاوی کی آٹھ جلدیں جدید ترتیب، تعلیق وتخریج کے ساتھ مکمل و مدلل اہل افتاء ودارالافتاء کے لئے سند کی حیثیت حاصل کر چکی ہیں۔

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے آپ اساسی ارکان میں سے ہیں، اور مسلم پرسنل لاء بورڈ کے مدعو خصوصی ہیں، الحبیب ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے بانی وصدر ہیں۔ جس کے تحت درجنوں مکاتب غریب علاقوں میں چل رہے ہیں اور مساجد کی تعمیر کا کام ہو رہا ہے اور غرباء ومساکین و بیوگان کی ماہانہ و سالانہ امداد کی جاتی ہے۔ **جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور**، سنجر پور، اعظم گڈھ یوپی، انڈیا کے موسس ومہتمم اور شیخ الحدیث ہیں۔ جامعہ کے دارالافتاء والقضاء کے آپ رئیس وصدر ہیں، اور ہندوستان کے دیگر بہت سے اداروں کو آپ کی سرپرستی کا شرف حاصل ہے، دینی، علمی، ملی خدمت آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔

روحانی اعتبار سے آپ کا تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا **محمد زکریا** صاحب نوراللہ مرقدہ سے ہے اور ایک طویل زمانہ تک ان کی صحبت میں رہنے اور اکتساب فیض کا موقع آپ کو دستیاب ہوا ہے، بعد کے اکابرین میں حضرت مفتی **محمود حسن** صاحب گنگوہیؒ وحضرت قاری **صدیق احمد** صاحب باندویؒ وحضرت مولانا **عبد الحلیم** صاحب جونپوریؒ کی خدمت میں رہنے اور فیوض وبرکات کے حاصل کرنے کا ایک طویل زمانہ تک شرف حاصل رہا ہے۔ اور الحمد للہ حضرت مفتی **محمود حسن** صاحب گنگوہیؒ اور حضرت مولانا **عبدالحلیم**

صاحب جونپوریؒ سے **اجازت بیعت** بھی حاصل ہے۔روحانی اعتبار سے آپ کے فیض یافتہ ہزاروں ہزار افراد ہند و بیرون ہند میں پھیلے ہوئے ہیں۔آج تک 76 حضرات آپ سے اجازت بیعت حاصل کر چکے ہیں جو خانقاہی نظام سے وابستہ ہیں۔

میدان خطابت میں اللہ پاک نے آپ کو خصوصی ملکہ عطا فرمایا ہے،آپ کا خطاب ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا مصداق ہوتا ہے،آپ کے خطابات کی مستقل سی ڈی ہند و بیرون ہند میں پائی جاتی ہے۔اور انٹرنیٹ پر بھی آپ کے خطابات موجود ہیں،جن سے ایک عالم مستفید ہو رہا ہے۔

(Go You Tube Print Mufti Habibullah Qasmi)

الغرض آپ بہت سے خصوصیات کے حامل ہیں،اللہ پاک نے بے پناہ خوبیوں کا مالک بنایا ہے،اللہ پاک ہم سب کو حضرت والا کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کے علوم و فیوض سے مستفید ہونے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔



حبیب الفتاوی

ارباب افتاء واصحابِ علم کے لئے ایک قیمتی تحفہ

فقہ وفتاوی انسانی زندگی کا لازمی جز ہے، اس کے بغیر رضاء الٰہی کا حصول، حدود شرعیہ کی معرفت، حلال وحرام کی تمیز، جائز وناجائز کی پہچان اور اسلامی معاشرت غیر ممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ زندگی کے ہر موڑ پر قدم بہ قدم فقہی رہبری اور فتاوی ومسائل کی ضرورت ہر مسلمان محسوس کرتا ہے۔ جس کی تکمیل ہر دور کے اہل علم وارباب افتاء کے ذریعہ ہوتی رہی ہے ''حبیب الفتاوی'' اسی ضرورت کی تکمیل کی ایک کڑی ہے جو ہندوستان کے ممتاز اور مشہور مفتی اور نامور صاحب قلم حضرت حبیب الامت عارف باللہ حضرت مولانا الحاج مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم سابق مفتی واستاذ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپور حال شیخ الحدیث وصدر مفتی بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور پوسٹ سنجر پور ضلع اعظم گڈھ یوپی، انڈیا۔ تلمیذ رشید وخلیفہ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ مفتی اعظم دار العلوم دیوبند وخلیفہ ومجاز بیعت حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحبؒ جونپوری کی جامع تصنیف ہے جن کے قلم سے درجنوں کتابیں نکل کر اصحاب افتاء علماء امت، زعماء ملت سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

''حبیب الفتاوی'' میں جو علمی گہرائی، احکام شریعت سے آگہی، مطالعہ کی

وسعت، بالغ نظری، فقہی بصیرت، حوادث الفتاوی کا انطباق، جدید مسائل کا حل پایا جاتا ہے وہ دیدنی ہے، مستند کتابوں کے حوالے اور نظائر کے ساتھ تقریبا تمام ابواب پر عام فہم اور دلنشیں اسلوب میں مفصل بحث کی گئی ہے، اردو فتاوی میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب، ملک کے درجنوں بزرگ ارباب افتاء، ام المدارس کے علماء فقہاء کی تصدیق وتصویب، عمدہ کاغذ، خوبصورت طباعت، دلکش ٹائٹل کے ساتھ ''حبیب الفتاوی'' کی آٹھ (۸) جلدیں نئی تحقیق وتعلیق اور جدید ترتیب کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہیں جو یقیناً اصحاب افتاء واہل علم واہل مدارس کے لئے ایک قیمتی تحفہ ہے۔



ملنے کا پتہ

(۱) مکتبہ الحبیب، جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، پوسٹ سنجر پور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

(۲) مکتبہ الحبیب وخانقاہ حبیب گوونڈی ممبئی

(۳) مکتبہ الحبیب وخانقاہ حبیب مقام پوسٹ جھٹکاہی ڈھاکہ ضلع مشرقی چمپارن، بہار

(۵) مکتبہ طیبہ دیوبند ضلع سہارنپور

(٦) اسلامک بک سروس پٹودی ہاؤس دریا گنج، دہلی